TAFSIR BIN KASIR
5246

تفسیر ابن کثیر اردو

جس پر علمائے اسلام کا اتفاق ہے کہ اس کے بعد کی تمام تفاسیر قرآن اس سے ماخوذ ہیں

مُصنّفہ

علامہ ابن کثیر

ترجمۂ قرآن پاک

حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی علیہ الرحمۃ

حواشی و اضافات

مولانا انظر شاہ کشمیری مدرس دارالعلوم دیوبند ابن حضرت مولانا

علامہ سید محمد انور شاہ صاحب کشمیری محدث دارالعلوم

نمبر ۱۴

پارہ ۱۳

ناشر

مکتبہ فیض القرآن دیوبند ضلع سہارنپور (یو۔پی)

215-M

تفسیر ابن کثیر (اردو) کے جملہ حواشی، اضافات، ترمیم اور عنوانات جدیدہ کے جملہ حقوق بحق مشہود اقبال مالک مکتبہ فیض القرآن دیوبند محفوظ ہیں۔ لہذا کوئی صاحب اس کی نقل چھاپنے کی کوشش نہ فرمائیں ورنہ نقصان اٹھائیں گے!

مکتبہ فیض القرآن دیوبند

آپ کی

علمی، عصری اور اسلامی ضرورتوں کو پورا کرنے والا، اور صحیح قرآن کریم و پارہ ہائے قرآن مجید، مستند و مفید تفاسیر، اور اسلامی کتب کو فراہم و شائع کرنے والا اپنی نوعیت کا

واحد مرکز ہے

اس کی کامیابی و کامرانی کا راز آپ کی مخلصانہ خدمات میں پوشیدہ ہے۔

ناظم کتب خانہ

215-4
20

377808

طبع چہارم ــــــ ایک ہزار
مطبوعہ: ــــــ آزاد پرنٹنگ پریس، دیوبند
ہدیہ: ــــــ پانچ روپے

UNIVERSITY LIBRARY
25 MAR 1979
ALLAHABAD

فہرست مضامین

تمت بالخیر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ترجمۂ اردو تفسیر ابن کثیر کا

تیرھواں پارہ

وَمَآ اُبَرِّئُ

وَمَآ اُبَرِّئُ نَفْسِيْ ۚ اِنَّ النَّفْسَ

اور (باقی) میں اپنے نفس کو (بالذات) بری (اور پاک) نہیں بتلاتا (کیونکہ) نفس تو (ہر ایک کا)

لَاَمَّارَةٌۢ بِالسُّوْٓءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّيْ ۭ اِنَّ رَبِّيْ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

بری ہی بات بتلاتا ہے بجز اس (نفس) کے جس پر میرا رب رحم کرے بلاشبہ میرا رب بڑی مغفرت والا بڑی رحمت والا ہے۔

زلیخا کا اعتراف

پھر زلیخا (عزیز مصر کی بیوی) نے کہا کہ میں اپنے نفس کو پاک نہیں کہتی اور نہ اُسے ہر قسم کے جرم سے بری کرتی ہوں۔ نفس میں تو طرح طرح کے بُرے خیالات اور ناجائز تمنائیں آتی ہی ہیں اور وہ بُرائی کرنے پر اُکساتا ہی رہتا ہے لہٰذا نفس کے دھوکہ اور پھسلاوے میں آکر میں نے یوسف کو اپنے پھندے میں لانا چاہا مگر وہ نہ آئے کیونکہ نفس بُرائی پر اُبھارتا تو ہے مگر جس کو اللہ رحم فرما کر بچالے (اس کو نہیں اُبھارتا) بیشک میرا رب بخشنے والا مہربان ہے۔ یہ قول عزیز مصر کی بیوی زلیخا کا ہی ہے یہی بات زیادہ مشہور اور قابل قبول ہے اور واقعہ کے سیاق وسباق سے بھی یہی بات زیادہ مناسبت رکھتی ہے اور معنوی لحاظ سے بھی یہی زیادہ مطابق معلوم ہوتی ہے اور اسی کو امام ماوردی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر میں بیان کیا ہے اور امام ابن تیمیہؒ نے تو اس کے بارہ میں ایک مستقل کتاب تصنیف کی ہے اور اس میں اس قول کی پوری حمایت وتائید کی ہے لیکن بعض لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ قول حضرت یوسفؑ کا ہے (یعنی ذٰلِكَ لِيَعْلَمَ سے لے کر غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ تک) جس کا مطلب یہ ہوا کہ یوسفؑ نے کہا کہ ”تاکہ عزیز مصر جان لے کہ اس کے پیٹھ پیچھے اُس کی بیوی کے بارے میں میں نے اس کی کوئی خیانت نہیں کی الخ“ ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے تو سوائے اس قول کے اور کوئی قول بیان ہی نہیں کیا۔ چنانچہ تفسیر ابن جریر میں ہے کہ ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ (جب یوسفؑ کے کہنے پر بادشاہ نے شہر کی عورتوں سے ان کے بارے میں دریافت کیا تو انھوں نے کہا۔ ہم نے تو ان میں کوئی بُرائی نہیں دیکھی اور زلیخا نے بھی اقرار کر لیا کہ حق بات یہی ہے کہ میں نے ہی اُن کو پھسلانے کی کوشش کی تھی اس پر حضرت یوسفؑ نے کہا کہ میں نے یہ سب کچھ صرف اس لئے کرایا تاکہ عزیز مصر کو معلوم ہو جائے کہ میں نے اس کے پیچھے اس کی کوئی خیانت نہیں کی تو حضرت جبرئیلؑ نے آپ سے فرمایا کہ ”کیا اس دن بھی نہیں کی جب اس عورت نے آپ کا ارادہ کیا اور آپ نے اس عورت کا؟“ تب آپ نے فرمایا کہ ”میں اپنے نفس کو بری نہیں کہتا۔ نفس تو بُرائی کی ترغیب

ف واضح رہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے اس کا ارادہ نہیں کیا۔ بلکہ خداوند تعالیٰ یہ فرماتا ہے کہ ”اگر ان کو خداوند تعالیٰ (بقیہ حاشیہ بر صفحہ)

وپتاہی ہے الخ" مجاہدؒ، سعید بن جبیرؒ، عکرمہؒ، ابن ابی الہذیلؒ، ضحاکؒ، حسنؒ، قتادہؒ اور سدیؒ سب اسی کے قائل ہیں۔ لیکن پہلا قول (یعنی اس کا زلیخا کا کلام ہونا) ہی زیادہ قوی اور ظاہر ہے۔ کیونکہ پچھلے کلام کا آخری حصہ عزیز کی بیوی زلیخا ہی کا ہے جو وہ سب کے سامنے بادشاہ سے بیان کر رہی تھی اور حضرت یوسف علیہ السلام اس جگہ موجود نہ تھے (بلکہ جیل میں تھے) اس تمام گفتگو کے بعد بادشاہ نے ان کو بلوایا تھا۔

وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُونِي بِهِ أَسْتَخْلِصْهُ لِنَفْسِي ۖ فَلَمَّا كَلَّمَهُ قَالَ إِنَّكَ الْيَوْمَ لَدَيْنَا

اور (سن کر) بادشاہ نے کہا کہ ان کو میرے پاس لاؤ میں ان کو خاص اپنے (کام کے) لئے رکھوں گا پس جب بادشاہ نے ان سے باتیں کیں تو بادشاہ نے (ان سے) کہا کہ تم ہمارے

مَكِينٌ أَمِينٌ ﴿٥٤﴾ قَالَ اجْعَلْنِي عَلَىٰ خَزَائِنِ الْأَرْضِ ۖ إِنِّي حَفِيظٌ عَلِيمٌ ﴿٥٥﴾

بڑے معزز اور معتبر ہو۔ یوسف (علیہ السلام) نے فرمایا کہ ملکی خزانوں پر مجھ کو مامور کر دو میں (ان کی) حفاظت (بھی) رکھوں گا (اور) خوب واقف ہوں۔

عزیز مصر کی حضرت یوسف علیہ السلام پر مہربانیاں

جب بادشاہ کے سامنے حضرت یوسف علیہ السلام کی بیگناہی کھل گئی تو اس نے خوش ہو کر کہا کہ انھیں میرے پاس بلالاؤ کہ میں انھیں اپنے خاص مشیروں میں کر لوں۔ چنانچہ آپ تشریف لائے جب وہ آپ سے ملا آپ کی صورت دیکھی آپ کی باتیں سنیں، آپ کے اخلاق دیکھے تو دل سے گرویدہ ہو گیا۔ اور بیساختہ اس کی زبان سے نکل گیا کہ آج سے آپ ہمارے ہاں معزز اور معتبر ہیں۔ اس وقت آپ نے ایک خدمت اپنے لئے پسند فرمائی۔ اور اس کی اہلیت ظاہر کی۔ انسان کو یہ جائز بھی ہے کہ جب وہ انجانی لوگوں میں ہو تو اپنی قابلیت بوقت ضرورت بیان کر دے۔ اس خواب کی بنا پر جس کی تعبیر آپ نے دی تھی۔ آپ نے یہی آرزو کی۔ کہ زمین کی پیداوار غلہ وغیرہ جو جمع کیا جاتا ہے اس پر مجھے مقرر کیا جائے تاکہ میں محافظت کروں۔ نیز اپنے علم کے مطابق عمل کر سکوں۔ تاکہ رعایا کو قحط سالی کی مصیبت کے وقت قدرے عافیت مل سکے۔ بادشاہ کے دل پر تو آپ کی امانت داری کا سچائی کا سلیقہ مندی کا اور کامل علم کا سکہ بیٹھ چکا تھا۔ اسی وقت اس نے درخواست کو منظور کر لیا۔

وَكَذَٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوسُفَ فِي الْأَرْضِ يَتَبَوَّأُ مِنْهَا حَيْثُ يَشَاءُ ۚ نُصِيبُ بِرَحْمَتِنَا

اور ہم نے ایسے (عجیب) طور پر یوسف (علیہ السلام) کو با اختیار بنا دیا کہ اس میں جہاں چاہیں رہیں سہیں ہم جس پر چاہیں اپنی عنایت

مَنْ نَشَاءُ ۖ وَلَا نُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ ﴿٥٦﴾ وَلَأَجْرُ الْآخِرَةِ خَيْرٌ لِلَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ ﴿٥٧﴾

متوجہ کر دیں اور ہم نیکی کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتے اور آخرت کا اجر کہیں زیادہ بڑھ کر ہے ایمان اور تقویٰ والوں کے لئے۔

یوسف کو دنیا میں بھی ہم نے عظمت و سربلندی عطا کی

زمین مصر میں یوں حضرت یوسف کی ترقی ہوئی اب ان کے اختیار میں تھا کہ جس طرح چاہیں تصرف کریں جہاں چاہیں مکانات تعمیر کریں۔ یا اس قید اور تنہائی کو دیکھئے یا اب اس اختیار اور آزادی کو دیکھئے سچ ہے رب جسے بھی اپنی رحمت کا جتنا حصہ چاہے دے۔ صابروں کا صبر پھل لا کر ہی رہتا ہے۔ بھائیوں کا دکھ سہا۔ خدا کی نافرمانی سے بچنے کے لئے عزیز مصر کی عورت سے بگاڑ لی اور قید خانہ کی مصیبتیں برداشت کیں۔ پس رحمت الٰہی کا ہاتھ بڑھا اور صبر کا اجر ملا نیک کاروں کی نیکیاں کبھی ضائع نہیں جاتیں۔ پھر ایسے باایمان تقویٰ والے آخرت میں بڑے درجے اور اعلیٰ ثواب پاتے ہیں۔ یہاں یہ ملا وہاں کے ملنے کی تو کچھ نہ پوچھئے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے بارے میں بھی قرآن میں آیا ہے کہ یہ دنیا کی دولت و سلطنت ہم نے تجھے اپنے احسان سے

(بقیہ حاشیہ ص۳) کی نشانی (دلیل) نہ دکھائی دیتی تو اسی وقت ضرور آپ اس کا ارادہ کر لیتے" مگر ان نشانیوں کو دیکھ کر آپ تقویٰ پر قائم رہے ۱۲ صحیح +

دی ہے۔ اور قیامت کے دن بھی تیرے لئے ہمارے ہاں اچھی مہمانی ہے۔ الغرض شاہِ مصر ریان بن ولید نے سلطنتِ مصر کی وزارت آپ کو دی۔ پہلے اس عہدے پر اس عورت کا خاوند تھا جس نے آپ کو اپنی طرف مائل کرنا چاہا تھا۔ اسی نے آپ کو خرید کیا تھا۔ آخر شاہِ مصر آپ کے ہاتھ پر ایمان لایا۔ ابن اسحاق کہتے ہیں کہ آپ کے خریدنے والے کا نام اطغر تھا۔ یہ انہی دنوں میں انتقال کر گیا۔ اس کے بعد بادشاہ نے اس کی زوجہ راعیل سے حضرت یوسف علیہ السلام کا نکاح کر دیا۔ جب آپ ان سے ملے تو فرمایا کہو کیا یہ اس تمہارے ارادے سے بہتر نہیں؟ انھوں نے جواب دیا کہ اے صدیق مجھے ملامت نہ کیجئے۔ آپ کو معلوم ہے کہ میں حسن و خوبصورتی والی دھن دولت والی عورت تھی۔ میرے خاوند مردمی سے محروم تھے۔ وہ مجھ سے مل ہی نہیں سکتے تھے۔ ادھر آپ کو قدرت نے جس فیاضی سے دولتِ حسن کے ساتھ مالا مال کیا ہے وہ بھی ظاہر ہے۔ پس مجھے اب ملامت نہ کیجئے۔ کہتے ہیں کہ واقعی حضرت یوسف علیہ السلام نے انھیں کنواری پایا۔ پھر ان کے بطن سے آپ کے دو لڑکے ہوئے۔ افراثیم اور میشا۔ افراثیم کے ہاں نون پیدا ہوئے جو حضرت یوشع کے والد ہیں۔ اور رحمت نامی صاحبزادی ہوئیں۔ جو حضرت ایوب علیہ السلام کی بیوی ہیں۔ حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عزیز کی بیوی راستے میں کھڑی تھیں کہ حضرت یوسف علیہ السلام کی سواری نکلی۔ بیساختہ ان کے منہ سے نکل گیا کہ الحمد للہ شانِ خدا کے قربان جس نے اپنی فرمانبرداری کی وجہ سے غلاموں کو بادشاہی پر پہنچایا اور اپنی نافرمانی کی وجہ سے بادشاہوں کو غلامی پر لا اتارا۔

وجاء اخوة يوسف فدخلوا عليه فعرفهم وهم له منكرون (1) ولما

اور (کنعان میں بھی قحط ہوا تو) یوسف کے بھائی آئے پھر یوسف کے پاس پہنچے سو یوسف نے ان کو پہچان لیا اور انھوں نے یوسف کو نہیں پہچانا اور جب

جهزهم بجهازهم قال ائتوني باخ لكم من ابيكم الا ترون اني اوفي

یوسف نے ان کا سامان (غلہ کا) تیار کر دیا تو (چلتے وقت) فرما دیا کہ اپنے علاتی بھائی کو بھی (ساتھ) لانا (تاکہ اس کا حصہ بھی دیا جائے) تم دیکھتے نہیں ہو کہ

الكيل وانا خير المنزلين (2) فان لم تاتوني به فلا كيل لكم عندي ولا تقربون (3)

دیتا ہوں اور میں سب سے زیادہ مہمان نوازی کرتا ہوں۔ اور اگر تم (دوبارہ آئے اور) اس کو میرے پاس نہ لائے تو نہ میرے پاس تمہارے نام کا غلہ ہوگا اور نہ تم میرے پاس آنا

قالوا سنراود عنه اباه وانا لفاعلون (4) وقال لفتيانه اجعلوا بضاعتهم

وہ بولے (دیکھئے) ہم (اپنے امکان تک تو) اسکے باپ سے اسکو مانگیں گے اور ہم اس کام کو ضرور کریں گے۔ اور یوسف (علیہ السلام) نے اپنے نوکروں سے کہہ دیا کہ ان کی جمع پونجی ان

في رحالهم لعلهم يعرفونها اذا انقلبوا الى اهلهم لعلهم يرجعون (5)

(ہی) کے اسباب میں (چھپا کر) رکھ دو۔ تاکہ جب اپنے گھر جاویں تو اس کو پہچانیں شاید (یہ احسان دیکھ کر) پھر دوبارہ آویں۔

بھائی حضرت یوسف علیہ السلام کے دربار میں

کہتے ہیں کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے وزیر مصر بن کر سات سال تک غلہ اور اناج کے بہترین طور پر جمع کیا۔ اس کے بعد جب عام قحط سالی شروع ہوئی اور لوگ ایک ایک دانے کو ترسنے لگے۔ تو آپ نے محتاجوں کو دینا شروع کیا۔ یہ قحط علاقہ مصر سے نکل کر کنعان وغیرہ شہروں کو بھی شامل تھا۔ آپ ہر بیرونی شخص کو اونٹ بھر کر غلہ عطا فرمایا کرتے تھے۔ اور خود آپ کا لشکر بلکہ خود بادشاہ بھی دن بھر میں صرف ایک ہی مرتبہ دوپہر کے وقت ایک آدھ نوالہ کھا لیتے تھے۔ اور اہل مصر کو پیٹ بھر کر کھلاتے تھے۔ پس اس زمانہ میں یہ بات ایک رحمتِ خدا تھی۔ یہ بھی مروی ہے کہ آپ نے پہلے سال مال کے بدلے غلہ بیچا دوسرے سال سامان اسباب کے بدلے تیسرے سال بھی اور چوتھے سال بھی۔ پھر خود لوگوں کی جان اور ان کی اولاد کے بدلے۔

پس خود لوگ، ان کی اولادیں اور ان کی کل ملکیت اور مال کے آپ مالک بن گئے۔ لیکن اس کے بعد آپ نے سب کو آزاد کر دیا۔ اور ان کے مال بھی ان کے حوالے کر دیئے۔ یہ روایت بنو اسرائیل کی ہے۔ جسے ہم سچ یا جھوٹ نہیں کہہ سکتے۔ یہاں یہ بیان ہو رہا ہے کہ ان آنے والوں میں برادران یوسف بھی تھے جو باپ کے حکم سے آئے تھے۔ انھیں معلوم ہوا تھا کہ عزیز مصر مال و متاع کے بدلے غلہ دیتے ہیں تو آپ نے اپنے دس بیٹوں کو یہاں بھیجا۔ اور حضرت یوسفؑ کے سگے بھائی بنیامین کو جو آپ کے بعد حضرت یعقوبؑ کو بہت ہی پیارے تھے۔ اپنے پاس روک لیا۔ جب یہ قافلہ اللہ کے نبیؑ کے پاس پہنچا تو آپ نے تو بیک نگاہ سب کو پہچان لیا۔ لیکن ان میں سے ایک بھی آپ کو نہ پہچان سکا۔ اس لئے کہ آپ ان سے بچپن میں ہی جدا ہو گئے تھے۔ بھائیوں نے آپ کو سوداگروں کے ہاتھ بیچ ڈالا تھا۔ انھیں کیا خبر تھی کہ پھر کیا ہوا۔ اور یہ تو ذہن میں بھی نہ آ سکتا تھا کہ وہ بچہ جسے بحیثیت غلام بیچا تھا آج وہی عزیز مصر بن کر بیٹھا ہے۔ ادھر حضرت یوسف علیہ السلام نے طرز گفتگو بھی ایسا اختیار کیا کہ انھیں وہم بھی نہ ہو۔ ان سے پوچھا کہ تم لوگ میرے ملک میں کیسے آ گئے؟ انھوں نے کہا یہ سن کر کہ آپ غلہ عطا فرماتے ہیں۔ آپ نے فرمایا مجھے تو شک ہوتا ہے کہ کہیں تم جاسوس نہ ہو؟ انھوں نے کہا معاذ اللہ ہم جاسوس نہیں۔ فرمایا تم رہنے والے کہاں کے ہو؟ کہا کنعان کے اور ہمارے والد صاحب کا نام یعقوب نبی اللہ ہے۔ آپ نے پوچھا تمھارے سوا ان کے اور لڑکے بھی ہیں؟ تو انھوں نے کہا ہاں ہم بارہ بھائی تھے ہم میں جو سب سے چھوٹا تھا اور ہمارے باپ کی آنکھوں کا تارا تھا وہ تو ہلاک ہو گیا۔ اسی کا ایک بھائی اور ہے اسے باپ نے ہمارے ساتھ نہیں بھیجا بلکہ اپنے پاس ہی روک لیا ہے کہ اس سے ذرا ان کو اطمینان اور تسلی رہے۔ ان باتوں کے بعد آپ نے حکم دیا کہ انھیں سرکاری مہمان سمجھا جائے اور ہر طرح خاطر مدارات کی جائے۔ اور اچھی جگہ ٹھیرایا جائے۔ اب جب انھیں غلہ دیا جانے لگا اور ان کے تھیلے بھر دیئے گئے اور جتنے جانور ان کے ساتھ تھے وہ جتنا غلہ اٹھا سکتے تھے بھر دیا تو فرمایا دیکھو اپنی صداقت کے اظہار کے لئے اپنے اس بھائی کو جسے تم اس مرتبہ اپنے ساتھ نہیں لائے اب کے آؤ تو لیتے آنا۔ دیکھو میں نے تم سے خوش سلوکی کی ہے اور تمھاری بڑی خاطر تواضع کی ہے۔ اس طرح رغبت دلا کر پھر دھمکا بھی دیا کہ اگر دوبارہ کے آنے میں اسے ساتھ نہ لائے تو میں تمھیں ایک دانہ اناج کا نہ دوں گا۔ بلکہ تمھیں اپنے نزدیک بھی آنے نہ دوں گا۔ انھوں نے وعدے کئے کہ ہم انھیں کہہ سن کر لالچ دلا کر ہر طرح پوری کوشش کریں گے کہ اپنے اس بھائی کو بھی لائیں تا کہ بادشاہ کے سامنے ہم جھوٹے نہ پڑیں۔ سدیؒ تو کہتے ہیں کہ آپ نے ان سے رہن بھی لیا۔ کہ جب اسے لاؤ گے تو یہ پاؤ گے۔ لیکن یہ بات کچھ جی کو لگتی نہیں اس لئے کہ آپ نے تو انھیں واپسی کی بڑی رغبت دلائی اور بہت کچھ تمنا ظاہر کی۔ جب بھائی کوچ کی تیاریاں کرنے لگے تو حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے چالاک چاکروں کو اشارہ کیا کہ جو اسباب یہ لائے تھے اور جس کے عوض انھوں نے ہم سے غلہ لیا ہے وہ بھی انھیں واپس کر دو لیکن اس خوبصورتی سے کہ انھیں معلوم تک نہ ہو۔ ان کے کجاووں اور بوروں میں ان کی تمام چیزیں رکھ دو۔ ممکن ہے اس کی وجہ یہ ہو کہ آپ کو خیال ہوا ہو کہ اب گھر میں کیا ہو گا جسے لے کر یہ غلہ لینے کے لئے آئیں اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپ نے اپنے باپ اور بھائی سے اناج کا کچھ معاوضہ لینا مناسب نہ سمجھا ہو اور یہ بھی قرین قیاس ہے کہ آپ نے یہ خیال فرمایا ہو کہ جب یہ اپنا اسباب کھولیں گے اور یہ چیزیں اس میں پائیں گے تو ضروری ہے کہ ہماری یہ چیزیں ہمیں واپس دینے کو آئیں اور اسی بہانے بھائی سے ملاقات ہو جائے گی۔

فَلَمَّا رَجَعُوٓا اِلٰٓى اَبِيْهِمْ قَالُوْا يٰٓاَبَانَا مُنِعَ مِنَّا الْكَيْلُ فَاَرْسِلْ مَعَنَآ اَخَانَا

غرض جب لوٹ کر اپنے باپ (حضرت یعقوبؑ) کے پاس پہنچے کہنے لگے ابا جان ہم سے (مزید) غلہ کی بندش کر دی گئی [illegible]

نَكْتَلْ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ﴿۶﴾ قَالَ هَلْ اٰمَنُكُمْ عَلَيْهِ اِلَّا كَمَآ اَمِنْتُكُمْ عَلٰٓى اَخِيْهِ

تاکہ ہم دوبارہ غلہ لا سکیں اور ہم اس کی پوری حفاظت رکھیں گے۔ (یعقوبؑ) نے فرمایا [illegible]

مِنْ قَبْلُ ؕ فَاللّٰهُ خَيْرٌ حٰفِظًا ۪ وَّهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ﴿۷﴾

اس کے بھائی (یوسف) کے بارہ میں تمہارا اعتبار کر چکا ہوں سو اللہ [illegible] ہے۔

باپ کے لئے ایک اور مرحلہ

بیان ہو رہا ہے کہ باپ کے پاس پہنچ کر انھوں نے کہا کہ اب ہمیں تو غلہ مل نہیں سکتا تاوقتیکہ آپ ہمارے ساتھ ہمارے بھائی کو نہ بھیجیں اگر انھیں ساتھ کردیں تو البتہ مل سکتا ہے۔ آپ بے فکر رہیئے ہم خود اس کی نگہبانی کریں گے۔ نَكْتَلْ کی دوسری قرأت يَكْتَلْ بھی ہے۔

حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا کہ بس وہی تم اس کے ساتھ کرو گے جو اس سے پہلے اس کے بھائی حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ کر چکے ہو کہ پہلے تو لے گئے پھر واپس آکر کوئی بات بنادی حَافِظًا کی دوسری قرأت حِفْظًا بھی ہے آپ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہی بہترین حافظ اور نگہبان ہے۔ اور ہے بھی وہ ارحم الراحمین۔ میرے بڑھاپے پر میری کمزوری پر وہ رحم فرمائے گا اور جو غم و رنج مجھے اپنے بچہ کا ہے وہ دور کر دے گا۔ مجھے اس کی پاک ذات سے امید ہے کہ وہ میرے یوسف کو مجھ سے پھر ملا دے گا اور میری پراگندگی کو دور کر دے گا۔ اس پر کوئی کام مشکل نہیں۔ نہ وہ اپنے بندوں سے اپنے رحم و کرم کو روکتا ہے۔

وَلَمَّا فَتَحُوا مَتَاعَهُمْ وَجَدُوا بِضَاعَتَهُمْ رُدَّتْ إِلَيْهِمْ ۖ قَالُوا يَا أَبَانَا مَا نَبْغِي ۖ هَٰذِهِ

اور (اس گفتگو کے بعد) جب انھوں نے اپنا اسباب کھولا تو (اس میں) ان کو ان کی جمع پونجی (یعنی) ان ہی کو واپس کردی گئی (دیکھ کر) کہنے لگے کہ ابا (لیجئے) اور ہم کو کیا چاہئے

بِضَاعَتُنَا رُدَّتْ إِلَيْنَا ۖ وَنَمِيرُ أَهْلَنَا وَنَحْفَظُ أَخَانَا وَنَزْدَادُ كَيْلَ بَعِيرٍ ۖ ذَٰلِكَ

ہماری جمع پونجی بھی تو ہم ہی کو لوٹادی گئی اور ہم گھر والوں کے واسطے (اور) رسد لائیں گے اور اپنے بھائی کی خوب حفاظت رکھیں گے اور ایک اونٹ کا بوجھ غلہ اور زیادہ لاویں گے

كَيْلٌ يَسِيرٌ ⑧ قَالَ لَنْ أُرْسِلَهُ مَعَكُمْ حَتَّىٰ تُؤْتُونِ مَوْثِقًا مِّنَ اللَّهِ لَتَأْتُنَّنِي

یعقوب (علیہ السلام) نے فرمایا کہ اسوقت تک ہرگز اسکو تمہارے ہمراہ نہ بھیجوں گا جبتک کہ اللہ کی قسم کھا کر مجھ کو پکا قول نہ دو گے کہ تم اسکو ضرور میرے پاس لے آؤ گے

بِهِ إِلَّا أَن يُحَاطَ بِكُمْ ۖ فَلَمَّا آتَوْهُ مَوْثِقَهُمْ قَالَ اللَّهُ عَلَىٰ مَا نَقُولُ وَكِيلٌ ⑨

ہاں اگر کہیں گھر ہی جاؤ تو مجبوری ہے (چنانچہ سب نے اسی طرح قسم کھائی) سو جب وہ قسم کھا کر اپنے باپ کو قول دے چکے تو انھوں نے فرمایا کہ ہم لوگ جو کچھ بات چیت کر رہے ہیں یہ

بیٹوں کا عہد

پہلے بیان ہو چکا ہے کہ بھائیوں کی واپسی کے وقت خدا کے نبی نے ان کا مال متاع ان کے اسباب کے ساتھ پوشیدہ طور پر واپس کر دیا تھا۔ یہاں گھر پہنچ کر جب انھوں نے بجاوے کھولے اور اسباب علیحدہ علیحدہ کیا تو اپنی سب چیزیں جوں کی توں واپس شدہ پائیں۔ تو اپنے والد سے کہنے لگے دیکھئے اب آپ کو اور کیا چاہئے یہ اصل تک تو عزیز مصر نے ہمیں واپس کر دی ہے۔ اور بدلے کا غلہ پورا پورا دیا ہے۔ اب تو آپ بھائی ...... کو ضرور ہمارے ساتھ کر دیجئے۔ تو ہم اپنے خاندان کے لئے غلہ بھی لائیں گے اور بھائی کی وجہ سے ایک اونٹ کا بوجھ اور بھی مل جائے گا۔ کیونکہ عزیز مصر ہر شخص کو ایک اونٹ کا بوجھ ہی دیتے ہیں۔ اور آپ کو انھیں ہمارے ساتھ کرنے میں تامل کیوں ہے۔؟ ہم اس کی دیکھ بھال اور نگہداشت پوری طرح کریں گے۔ یہ ناپ بہت ہی آسان ہے۔ یہ تھا کلام کا تتمہ اور کلام کو اچھا کرنا۔

حضرت یعقوب علیہ السلام ان تمام باتوں کے جواب میں فرماتے ہیں کہ جب تک تم حلفیہ اقرار نہ کرو گے کہ اپنے اس بھائی کو اپنے ہمراہ مجھ تک واپس پہنچا دو گے میں اسے تمہارے ساتھ بھیج نہیں سکتا۔ ہاں یہ اور بات ہے کہ خدا نخواستہ تم سب ہی گھر جاؤ اور نہ چھوٹ نہ سکو۔ چنانچہ بیٹوں نے فوراً عہد و پیمان کر لیا۔ اب حضرت یعقوب نے یہ فرما کر کہ ہماری اس گفتگو کا خدا وکیل ہے اپنے پیارے بچہ کو ان کے ساتھ کر دیا۔ اس لئے کہ قحط کی وجہ سے غلہ کی ضرورت تھی۔ اور بغیر بھیجے چارہ نہ تھا۔

وَقَالَ يَا بَنِيَّ لَا تَدْخُلُوا مِن بَابٍ وَاحِدٍ وَادْخُلُوا مِنْ أَبْوَابٍ مُّتَفَرِّقَةٍ

اور (چلتے وقت) یعقوب (علیہ السلام) نے (ان سے) فرمایا کہ اے میرے بیٹو سب کے سب ایک ہی دروازہ سے مت جانا بلکہ علیحدہ علیحدہ دروازوں سے جانا

وَمَآ أُغْنِي عَنكُم مِّنَ اللَّهِ مِن شَيْءٍ ۖ إِنِ الْحُكْمُ إِلَّا لِلَّهِ ۖ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ ۖ وَعَلَيْهِ

اور خدا کے حکم کو تم پر سے نہیں ٹال سکتا۔ حکم تو بس اللہ ہی کا چلتا ہے (باوجود اس تدبیر ظاہری کے دل سے) اسی پر بھروسہ رکھتا ہوں اور اسی پر

فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُونَ ⑩ وَلَمَّا دَخَلُوا مِنْ حَيْثُ أَمَرَهُمْ أَبُوهُم

اور بھروسہ کرنے والوں کو بھروسہ رکھنا چاہیے۔ اور جب (مصر پہنچ کر) جس طرح ان کے باپ نے کہا تھا (اسی طرح شہر کے) اندر داخل ہوئے تو باپ کا ارمان ان کو

مَّا كَانَ يُغْنِي عَنْهُم مِّنَ اللَّهِ مِن شَيْءٍ إِلَّا حَاجَةً فِي نَفْسِ يَعْقُوبَ

(بچا نہ) سکا ان کے باپ کو ان کو (یہ تدبیر بتلا کر) خدا کا حکم ٹالنا مقصود نہ تھا لیکن یعقوب (علیہ السلام) کے جی میں (بوجہ تدبیر) ایک ارمان (آیا) تھا جس کو

ع ۸ ۱۱

قَضَاهَا ۚ وَإِنَّهُ لَذُو عِلْمٍ لِّمَا عَلَّمْنَاهُ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ⑪

انھوں نے ظاہر کر دیا۔ اور وہ بلاشبہ بڑے عالم تھے بایں وجہ کہ ہم نے ان کو علم دیا تھا لیکن اکثر لوگ اس کا علم نہیں رکھتے۔

بیٹوں کو باپ کی ہدایات

چونکہ نبی خدا حضرت یعقوب علیہ السلام کو اپنے بچوں پر نظر لگ جانے کا خطرہ تھا۔ کیونکہ وہ سب اچھے خوبصورت، تنومند، طاقتور، مضبوط اور قوی نوجوان تھے اس لئے بوقت رخصت ان سے فرماتے ہیں کہ میرے بیٹو! تم سب شہر کے ایک ہی دروازے سے شہر میں نہ جانا بلکہ مختلف دروازوں سے ایک ایک دو دو ہو کر جانا نظر کا لگ جانا حق ہے۔ گھوڑے سوار کو یہ گرا دیتی ہے۔ پھر ساتھ ہی فرماتے ہیں کہ یہ میں جانتا ہوں اور میرا ایمان ہے کہ یہ تدبیر تقدیر میں ہیر پھیر نہیں کر سکتی۔ خدا کی قضا کو کوئی شخص کسی تدبیر سے بدل نہیں سکتا۔ خدا کا چاہا پورا ہو کر ہی رہتا ہے۔ حکم اسی کا چلتا ہے کون ہے جو اس کے ارادہ کو بدل سکے؟ اس کے فرمان کو ٹال سکے؟ اس کی قضا کو لوٹا سکے؟ میرا بھروسہ اسی پر ہے اور مجھ پر ہی کیا موقوف ہے ہر ایک توکل کرنے والے کو اسی پر توکل کرنا چاہیے۔

چنانچہ بیٹوں نے باپ کی حکم برداری کی اور اسی طرح کئی ایک دروازوں میں بٹ گئے۔ اور شہر میں پہنچے۔ اس طرح وہ خدا کی قضا کو لوٹا تو نہیں سکتے تھے۔ ہاں حضرت یعقوب علیہ السلام نے ایک ظاہری تدبیر بتادی تھی کہ اس سے وہ نظر بد سے بچ جائیں۔ وہ ذی علم تھے خدائی علم ان کے پاس تھا۔ ہاں اکثر لوگ ان باتوں کو نہیں جانتے۔

وَلَمَّا دَخَلُوا عَلَىٰ يُوسُفَ آوَىٰ إِلَيْهِ أَخَاهُ ۖ قَالَ

اور جب یہ لوگ (برادران یوسف) یوسف کے پاس پہنچے تو انھوں نے اپنے بھائی کو اپنے ساتھ ملا لیا (اور تنہائی میں ان سے) کہا

إِنِّي أَنَا أَخُوكَ فَلَا تَبْتَئِسْ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ①

کہ میں تیرا بھائی (یوسف) ہوں سو یہ لوگ جو کچھ (بدسلوکی) کرتے رہے ہیں اس کا رنج مت کرنا۔

اظہار

بنیامین جو حضرت یوسف علیہ السلام کے سگے بھائی تھے انھیں لے کر آپ کے دوسرے بھائی جب مصر پہنچے تو آپ نے اپنے سرکاری مہمان خانہ میں ٹھیرایا۔ بڑی عزت و تکریم کی اور صلہ اور انعام و اکرام دیا۔ اپنے بھائی سے تنہائی میں فرمایا کہ میں تمہارا بھائی یوسف ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر یہ انعام و اکرام فرمایا ہے۔ اب تمہیں چاہیے کہ بھائیوں نے جو سلوک میرے ساتھ کیا ہے اس کا رنج نہ کرو اور اس حقیقت کو بھی ان پر نہ کھولو۔ میں کوشش میں ہوں کہ کسی نہ کسی طرح تمہیں اپنے پاس روک لوں۔

فَلَمَّا جَهَّزَهُم بِجَهَازِهِمْ جَعَلَ السِّقَايَةَ فِي رَحْلِ أَخِيهِ ثُمَّ أَذَّنَ مُؤَذِّنٌ

پھر جب یوسف (علیہ السلام) نے ان کا سامان تیار کر دیا تو پانی پینے کا برتن اپنے بھائی کے اسباب میں رکھ دیا پھر ایک پکارنے والے نے پکار کر

أَيَّتُهَا الْعِيرُ إِنَّكُمْ لَسَارِقُونَ ﴿۲﴾ قَالُوا وَأَقْبَلُوا عَلَيْهِم مَّاذَا تَفْقِدُونَ ﴿۳﴾

(اے قافلہ والو۔ تم ضرور چور ہو　وہ ان (تلاش کرنے والوں) کی طرف متوجہ ہوکر کہنے لگے کہ تمہاری کیا چیز گم ہو گئی ہے

قَالُوا نَفْقِدُ صُوَاعَ الْمَلِكِ وَلِمَن جَاءَ بِهِ حِمْلُ بَعِيرٍ وَأَنَا بِهِ زَعِيمٌ ﴿۴﴾

انھوں نے کہا کہ ہم کو بادشاہی پیمانہ نہیں ملتا (وہ غائب ہے) اور جو شخص اس کو (لاکر) حاضر کرے اس کو ایک بار غلہ شتر ملے گا اور میں اس (کے دلوانے) کا ذمہ دار

بھائی کو روکنے کی ایک تدبیر

جب آپ اپنے بھائیوں کو حسب عادت ایک ایک اونٹ غلہ کا دینے لگے اور ان کا اسباب لدنے لگا تو اپنے چالاک ملازموں سے چپکے سے ہدایت کردی کہ چاندی کا شاہی پیالہ بنیامین کے اسباب میں چپکے سے رکھدیں۔ بعض نے کہا ہے یہ پیالہ سونے کا تھا۔ اس میں پانی پیا جاتا تھا۔ اور اسی سے غلہ بھر کے دیا جاتا تھا۔ بلکہ ویسا ہی پیالہ حضرت ابن عباس رضہ کے پاس بھی تھا۔ پس آپ کے ملازمین نے ہوشیاری سے وہ پیالہ آپ کے بھائی حضرت بنیامین کی خورجی میں رکھدیا۔ جب یہ چلنے لگے تو سنا کہ پیچھے سے منادی ندا کرتا آرہا ہے کہ اے قافلہ والو! تم چور ہو۔ ان کے کان کھڑے ہوئے، رک گئے ادھر متوجہ ہوئے۔ اور پوچھا کہ آپ کی کیا چیز کھو گئی ہے؟ جواب ملا کہ شاہی پیمانہ جس سے اناج ناپا جاتا تھا سنو! شاہی اعلان ہے کہ اس کے ڈھونڈ لانے والے کو ایک بوجھ غلہ ملے گا۔ اور میں اس کا ضامن ہوں۔

قَالُوا تَاللَّهِ لَقَدْ عَلِمْتُم مَّا جِئْنَا لِنُفْسِدَ فِي الْأَرْضِ وَمَا كُنَّا سَارِقِينَ ﴿۵﴾ قَالُوا

یہ لوگ کہنے لگے کہ بخدا تم کو خوب معلوم ہے کہ ہم لوگ ملک میں فساد پھیلانے نہیں آئے اور ہم لوگ چوری کرنے والے نہیں۔ ان (ڈھونڈنے والے) لوگوں نے کہا

فَمَا جَزَاؤُهُ إِن كُنتُمْ كَاذِبِينَ ﴿۶﴾ قَالُوا جَزَاؤُهُ مَن وُجِدَ فِي رَحْلِهِ فَهُوَ

اچھا اگر تم جھوٹے نکلے تو اس (چور) کی کیا سزا۔　انھوں نے جواب دیا کہ اس کی سزا یہ ہے کہ جس شخص کے اسباب میں　ملے پس وہی شخص

جَزَاؤُهُ كَذَٰلِكَ نَجْزِي الظَّالِمِينَ ﴿۷﴾ فَبَدَأَ بِأَوْعِيَتِهِمْ قَبْلَ وِعَاءِ أَخِيهِ ثُمَّ

اپنی سزا۔　ہم لوگ ظالموں (یعنی چوروں) کو ایسی ہی سزا دیا کرتے ہیں۔ پھر یوسف (ع) نے اپنے بھائی کے اسباب کے تھیلے سے قبل تلاشی کی ابتدا اول دوسرے بھائیوں

اسْتَخْرَجَهَا مِن وِعَاءِ أَخِيهِ كَذَٰلِكَ كِدْنَا لِيُوسُفَ مَا كَانَ لِيَأْخُذَ أَخَاهُ فِي دِينِ

اس (برتن) کو اپنے بھائی کے (اسباب کے تھیلے) سے برآمد کرلیا ہم نے یوسف (علیہ السلام) کی خاطر سے اس طرح تدبیر فرمائی یوسف اپنے بھائی کو اس بادشاہ (مصر) کے قانون کی رو سے

الْمَلِكِ إِلَّا أَن يَشَاءَ اللَّهُ نَرْفَعُ دَرَجَاتٍ مَّن نَّشَاءُ وَفَوْقَ كُلِّ ذِي عِلْمٍ عَلِيمٌ ﴿۸﴾

نہیں لے سکتے تھے مگر یہ ہے کہ اللہ ہی کو منظور تھا ہم جس کو چاہتے ہیں (علم میں) خاص درجوں تک بڑھا دیتے ہیں اور تمام علم والوں سے بڑھ کر ایک بڑا علم والا ہے۔

برادران یوسف کی براءت

اپنے اوپر چوری کی تہمت سن کر برادران یوسف کے کان کھڑے ہوئے اور کہنے لگے تم ہمیں جان چکے ہو ہمارے عادات وخصائل سے واقف ہو چکے ہو۔ ہم ایسے نہیں کہ کوئی فساد اٹھائیں نہ ایسے ہیں کہ چوریاں کرتے پھریں۔ شاہی ملازموں نے کہا اچھا اگر جام و پیمانے کا چور تم میں سے ہی کوئی ہو اور تم جھوٹے پڑو تو اس کی سزا کیا ہونی چاہئے؟ جواب دیا کہ دین ابراہیمی کے مطابق اس کی سزا یہ ہے کہ وہ اس شخص کے سپرد کر دیا جائے جس کا مال اس نے چرایا ہے۔ ہماری شریعت کا یہی فیصلہ ہے۔ اب حضرت یوسف علیہ السلام کا مطلب پورا ہو گیا۔ آپ نے حکم دیا کہ ان کی تلاشی لی جائے چنانچہ پہلے بھائیوں کے اسباب کی تلاشی لی گئی حالانکہ معلوم تھا کہ ان کے برتن خالی ہیں لیکن صرف اس لئے کہ انھیں

اور دوسرے لوگوں کو کوئی شبہ نہ ہو آپ نے یہ کام کیا۔ جب بھائیوں کی تلاشی ہو چکی اور جام نہ ملا تو اب بنیامین کے اسباب کی تلاشی شروع ہوئی چونکہ ان کے اسباب میں رکھوایا تھا اس لئے اس میں سے نکلنا ہی تھا۔ نکلتے ہی حکم دیا کہ انھیں روک لیا جائے۔

یہ تھی وہ ترکیب جو جناب باری نے اپنی حکمت اور حضرت یوسف کی اور بنیامین وغیرہ کی مصلحت کے لئے حضرت یوسف صدیق علیہ السلام کو سکھائی تھی کیونکہ شاہ مصر کے قانون کے مطابق تو باوجود چہیتے ہونے کے بنیامین کو حضرت یوسف ؑ اپنے پاس نہیں رکھ سکتے تھے۔ لیکن چونکہ بھائی خود یہی فیصلہ کر چکے تھے۔ اس لئے یہی فیصلہ حضرت یوسف ؑ نے جاری کر دیا آپ کو معلوم تھا کہ شرع ابراہیمی کا فیصلہ چور کی بابت کیا ہے۔ اسی لئے بھائیوں سے پہلے قبول والیا تھا جس کے درجے خدا بڑھانا چاہے بڑھا دیتا ہے جیسے فرمان ہے تم میں سے ایمانداروں کے درجے ہم بلند کریں گے الخ ہر عالم سے بالا کوئی اور عالم بھی ہے یہاں تک کہ خدا سب سے بڑا عالم ہے۔ اسی سے علم کی ابتداء ہے۔ اور اسی کی طرف علم کی انتہا ہے۔ حضرت عبداللہ ؓ کی قرأت میں فَوْقَ كُلِّ عَالِمٍ عَلِيمٌ ہے۔

قَالُوٓا۟ إِن يَسْرِقْ فَقَدْ سَرَقَ أَخٌ لَّهُۥ مِن قَبْلُ ۚ فَأَسَرَّهَا

کہنے لگے کہ (صاحب) اگر اس نے چوری کی ہو تو (تعجب نہیں کیونکہ) اس کا ایک بھائی (تھا وہ) بھی (اسی طرح) اسکے پہلے چوری کر چکا ہے۔ پس یوسف (علیہ السلام) نے

يُوسُفُ فِى نَفْسِهِۦ وَلَمْ يُبْدِهَا لَهُمْ ۚ قَالَ أَنتُمْ شَرٌّ مَّكَانًا ۖ

اس بات کو (جو آگے آتی ہے) اپنے دل میں پوشیدہ رکھا اور اس کو ان کے سامنے (زبان سے) ظاہر نہیں کیا یعنی (دل میں) یوں کہا کہ اس (چوری) کے درجہ میں تم تو اور بھی زیادہ برے ہو

وَٱللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا تَصِفُونَ ⑨

اور جو کچھ تم بیان کرتے ہو اس (کی حقیقت) کا اللہ ہی کو خوب علم ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام کا ضبط

بھائی کے برتن میں سے جام نکلتا دیکھ کر بات بنا دی کہ دیکھو اس نے چوری کی تھی اور یہی کیا اس کے بھائی یوسف نے بھی ایک مرتبہ اس سے پہلے چوری کی تھی۔ وہ واقعہ یہ تھا کہ اپنے نانا کا بت چپکے سے اٹھا لائے تھے۔ اور راستے میں توڑ دیا تھا۔ یہ بھی مروی ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کی ایک بڑی بہن تھیں جن کے پاس اپنے والد حضرت اسحاق علیہ السلام کا ایک پٹکا تھا۔ جو خاندان کے بڑے آدمی کے پاس رہا کرتا تھا حضرت یوسف علیہ السلام پیدا ہوتے ہی اپنی ان پھوپھی صاحبہ کی پرورش میں تھے۔ انھیں حضرت یوسف ؑ سے کمال درجہ کی محبت تھی۔ جب آپ کچھ بڑے ہو گئے تو حضرت یعقوب علیہ السلام نے آپ کو لے جانا چاہا، بہن صاحبہ سے درخواست کی۔ لیکن بہن نے جدائی کو ناقابل برداشت بیان کر کے انکار کر دیا۔ ادھر آپ کے والد صاحب حضرت یعقوب ؑ کے شوق کی بھی انتہا نہ تھی مصر ہو گئے۔ آخر بہن صاحبہ نے فرمایا۔ اچھا کچھ دنوں رہنے دو پھر لے جانا۔ اسی اثنا میں ایک دن انھوں نے وہی کمر پٹہ حضرت یوسف ؑ کے کپڑوں کے نیچے چھپا دیا۔ پھر تلاش شروع کی۔ گھر بھر چھان مارا نہ ملا، شور مچا۔ آخر یہ ٹھیری کہ گھر میں جو لوگ ہیں ان کی تلاشیاں لی جائیں۔ چنانچہ لی گئیں کسی کے پاس ہو تو نکلے آخر حضرت یوسف علیہ السلام کی تلاشی لی گئی۔ ان کے پاس سے برآمد ہوا۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کو خبر دی گئی اور ملت ابراہیمی کے قانون کے مطابق آپ اپنی پھوپھی کی تحویل میں کر دیئے گئے اور پھوپھی نے اس طرح اپنے شوق کو پورا کیا۔ انتقال کے وقت تک حضرت یوسف علیہ السلام کو نہ چھوڑا۔ اسی بات کا طعنہ آج بھائی دے رہے ہیں۔ جس کے جواب میں حضرت یوسف علیہ السلام نے چپکے سے اپنے دل میں کہا کہ تم بڑے خانہ خراب لوگ ہو۔ اس کے بھائی کی چوری کا حال خدا خوب جانتا ہے۔

قَالُوا۟ يَٰٓأَيُّهَا ٱلْعَزِيزُ إِنَّ لَهُۥٓ أَبًا شَيْخًا كَبِيرًا فَخُذْ أَحَدَنَا مَكَانَهُۥٓ ۖ

کہنے لگے کہ اے عزیز اس (بنیامین) کا ایک بہت بوڑھا باپ ہے سو (آپ ایسا کیجئے کہ) اس کی جگہ ہم میں سے کسی ایک کو رکھ لیجئے ہم آپ کو [illegible] دیکھتے ہیں

اِنَّا نَرٰىكَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ ۝۱۰ قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اَنْ نَّاْخُذَ اِلَّا مَنْ

ہم آپ کو نیک مزاج دیکھتے ہیں۔ یوسف (ع) نے کہا کہ ایسی (بے انصافی کی) بات سے خدا پناہ ہے کہ جس کے پاس ہم نے اپنی چیز پائی ہے اس کے سوا ۹

وَّجَدْنَا مَتَاعَنَا عِنْدَهٗۤ ۙ اِنَّاۤ اِذًا لَّظٰلِمُوْنَ ۝۱۱ ع ۱۱ / ۳

دوسرے کو پکڑ کے رکھ لیں اس حالت میں تو ہم بڑے بے انصاف سمجھے جاویں گے۔

معذرتیں

جب بنیامین کے پاس سے شاہی مال برآمد ہوا اور ان کے اپنے اقرار کے مطابق وہ شاہی قیدی ٹھہر چکے تو اب انہیں رنج ہونے لگا۔ عزیز مصر کو خوش کرنے لگے۔ اور اسے رحم دلانے کے لئے کہا کہ ان کے والد ان کے بڑے ہی دلدادہ ہیں۔ ضعیف اور بوڑھے شخص ہیں۔ ان کا ایک سگا بھائی پہلے ہی گم ہو چکا ہے۔ جس کے صدمہ سے وہ پہلے ہی سے نڈھال ہیں۔ اب جو یہ سنیں گے تو ڈر ہے کہ زندہ نہ بچ سکیں گے آپ ہم میں سے کسی کو ان کے قائم مقام اپنے پاس رکھ لیں اور اسے چھوڑ دیں آپ بڑے محسن ہیں اتنی عرض ہماری قبول فرمالیں۔ حضرت یوسف نے جواب دیا کہ بھلا یہ سنگدلی اور ظلم کیسے ہو سکتا ہے کہ کرے کوئی بھرے کوئی۔ چور کو روکا جائے گا نہ کہ خطا کو۔ ناکردہ گناہ کی سزا دینا اور گنہگار کو چھوڑ دینا یہ تو صریح ناانصافی اور بدسلوکی ہے۔

فَلَمَّا اسْتَيْـَٔسُوْا مِنْهُ خَلَصُوْا نَجِيًّا ؕ قَالَ كَبِيْرُهُمْ اَلَمْ تَعْلَمُوْۤا اَنَّ اَبَاكُمْ

پھر جب وہ یوسف (ع) سے بالکل ناامید ہو گئے (کہ بنیامین کو دیں گے) تو (اس جگہ سے) علیحدہ ہو کر باہم مشورہ کرنے لگے ان سب میں جو بڑا تھا اس نے کہا کیا تم کو...

قَدْ اَخَذَ عَلَيْكُمْ مَّوْثِقًا مِّنَ اللّٰهِ وَ مِنْ قَبْلُ مَا فَرَّطْتُّمْ فِيْ

ہم تم سے خدا کی قسم کھلا کر پکا قول لے چکے ہیں اور اس سے پہلے یوسف کے بارے میں کس قدر کوتاہی

يُوْسُفَ ۚ فَلَنْ اَبْرَحَ الْاَرْضَ حَتّٰى يَاْذَنَ لِيْۤ اَبِيْۤ اَوْ يَحْكُمَ اللّٰهُ

کر ہی چکے ہو سو میں تو اس زمین سے ٹلتا نہیں تاوقتیکہ میرے باپ مجھ کو (حاضری کی) اجازت نہ دیں یا اللہ تعالیٰ اس مشکل کو

لِيْ ۚ وَ هُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ ۝۱ اِرْجِعُوْۤا اِلٰۤى اَبِيْكُمْ فَقُوْلُوْا يٰۤاَبَانَاۤ اِنَّ

سلجھا دے اور وہی خوب سلجھانے والا ہے۔ تم واپس اپنے باپ کے پاس جاؤ اور (جاکر ان سے) کہو کہ اے ابا آپ کے

ابْنَكَ سَرَقَ ۚ وَ مَا شَهِدْنَاۤ اِلَّا بِمَا عَلِمْنَا وَ مَا كُنَّا لِلْغَيْبِ حٰفِظِيْنَ ۝۲

صاحبزادے (بنیامین) نے چوری کی (اسلئے گرفتار ہوئے) اور ہم تو وہی بیان کرتے ہیں جو ہم کو (مشاہدہ سے) معلوم ہوا ہے اور ہم غیب کی باتوں کے تو حافظ تھے نہیں

وَ سْـَٔلِ الْقَرْيَةَ الَّتِيْ كُنَّا فِيْهَا وَ الْعِيْرَ الَّتِيْۤ اَقْبَلْنَا فِيْهَا ؕ وَ اِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ۝۳

اور اس بستی (یعنی مصر) والوں سے پوچھ لیجئے جہاں ہم (اس وقت) موجود تھے اور اس قافلہ والوں سے پوچھ لیجئے جن میں ہم شامل ہو کر (یہاں) آئے ہیں اور یقین جانئے

پریشانی اور گھبراہٹ

جب برادران یوسف اپنے بھائی کی رہائی سے مایوس ہو گئے۔ انہیں اس بات نے شش و پنج میں ڈال دیا۔ کہ ہم والد سے سخت عہد و پیمان کر کے آئے ہیں کہ بنیامین کو آپ کی حضور میں پہنچا دیں گے۔ اب یہاں سے یہ کسی طرح چھوٹ نہیں سکتے۔ الزام ثابت ہو چکا۔ ہماری اپنی قرارداد کے مطابق وہ شاہی قیدی ٹھہر چکے اب بتاؤ کیا کیا جائے۔ اس آپس کے مشورے میں بڑے بھائی نے اپنا خیال ان لفظوں میں ظاہر کیا کہ تمہیں معلوم ہے کہ اس زبردست ٹھوس وعدہ کے بعد جو ہم ابا جان سے کر کے آئے ہیں اب انہیں منہ دکھانے کے قابل نہیں رہے نہ یہ ہمارے بس کی بات ہے کہ کسی طرح بنیامین کو شاہی قید سے آزاد کر لیں پھر اس وقت ہمیں اپنا پہلا قصور اور نادم کر رہا ہے۔ جو حضرت یوسف کے بارہ میں ہم سے

اس سے پہلے سرزد ہو چکا ہے۔ پس اب میں تو یہیں رُک جاتا ہوں۔ یہاں تک کہ یا تو والد صاحب میرا قصور معاف فرما کر مجھے اپنے پاس حاضر ہونے کی اجازت دیں یا اللہ تعالیٰ مجھے کوئی فیصلہ سمجھا دے کہ میں یا تو لڑ بھڑ کر اپنے بھائی کو لے کر جاؤں یا خدا تعالیٰ کوئی اور صورت بنا دے کہا گیا ہے کہ ان کا نام روبیل تھا یا یہودا تھا۔ جب حضرت یوسفؑ کو دوسرے بھائیوں نے قتل کرنا چاہا تھا تو انھوں نے بھائیوں کو اس سے باز رکھا تھا۔ اب یہ اپنے اور بھائیوں کو مشورہ دیتے ہیں کہ تم اباجی کے پاس جاؤ۔ انھیں حقیقتِ حال سے مطلع کرو۔ ان سے کہو کہ ہمیں کیا خبر تھی کہ یہ چوری کر لیں گے اور چوری کا مال ان کے پاس موجود ہے۔ ہم سے تو مسئلہ کی صورت پوچھی گئی ہم نے بیان کر دی۔ آپ کو ہماری بات کا یقین نہ ہو تو اہلِ مصر سے دریافت فرما لیجئے۔ جس قافلہ کے ساتھ ہم آئے ہیں اس سے پوچھ لیجئے۔ کہ ہم نے صداقت، امانت، حفاظت میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی اور ہم جو کچھ عرض کر رہے ہیں وہ بالکل راستی پر مبنی ہے۔

قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا ۗ فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ ۗ عَسَى اللّٰهُ اَنْ

یعقوب (ع) فرمانے لگے بلکہ تم نے اپنے دل سے ایک بات بنالی ہے۔ سو صبر ہی کروں گا۔ جس میں شکایت کا نام نہ ہوگا (مجھ کو اللہ سے امید ہے کہ وہ ان

يَّاْتِيَنِيْ بِهِمْ جَمِيْعًا ۗ اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ﴿۸۳﴾ وَتَوَلّٰى عَنْهُمْ وَقَالَ

سب کو مجھ تک پہنچا دے گا (کیونکہ) وہ خوب واقف ہے بڑی حکمت والا ہے اور ان سے دوسری طرف رُخ کر لیا اور کہنے لگے

يٰاَسَفٰى عَلٰى يُوْسُفَ وَابْيَضَّتْ عَيْنٰهُ مِنَ الْحُزْنِ فَهُوَ كَظِيْمٌ ﴿۸۴﴾ قَالُوْا

ہائے یوسف افسوس اور غم سے (رونے روتے) ان کی آنکھیں سفید پڑ گئیں اور وہ (غم سے جی ہی جی میں) گھٹا کرتے تھے بیٹے کہنے لگے

تَاللّٰهِ تَفْتَؤُا تَذْكُرُ يُوْسُفَ حَتّٰى تَكُوْنَ حَرَضًا اَوْ تَكُوْنَ مِنَ الْهٰلِكِيْنَ ﴿۸۵﴾

بخدا (معلوم ہوتا ہے) تم سدا کے سدا یوسف کی یادگاری میں لگے رہو گے یہاں تک کہ گھل گھل کر دم بلب ہو جاؤ گے یا یہ کہ بالکل مر ہی جاؤ گے

قَالَ اِنَّمَاۤ اَشْكُوْا بَثِّيْ وَحُزْنِيْۤ اِلَى اللّٰهِ وَاَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۸۶﴾

یعقوب (علیہ السلام) نے فرمایا کہ میں تو اپنے رنج و غم کی صرف اللہ سے شکایت کرتا ہوں اور اللہ کی باتوں کو جتنا میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے۔

یعقوب علیہ السلام کا بے مثال صبر

بھائیوں کی زبانی یہ خبر سُن کر حضرت یعقوب علیہ السلام نے وہی فرمایا جو اس سے پہلے اس وقت فرمایا تھا۔ جب انھوں نے پیراہنِ یوسف خون آلود پیش کر کے اپنی گھڑی ہوئی کہانی سُنائی تھی کہ صبر ہی بہتر ہے۔ آپ سمجھے کہ اسی کی طرح یہ بات بھی ان کی اپنی بنائی ہوئی ہے۔ بیٹوں سے یہ فرما کر اب اپنی امید ظاہر کی۔ جو خدا سے تھی کہ بہت ممکن ہے کہ بہت جلد اللہ تعالیٰ میرے تینوں بچوں کو مجھ سے ملا دے۔ یعنی حضرت یوسف ؑ کو بنیامین کو اور آپ کے بڑے صاحبزادے روبیل کو جو مصر میں ٹھیر گئے تھے۔ اس امید پر کہ اگر موقع لگ جائے تو بنیامین کو خفیہ طور پر نکال لے جائیں۔ یا ممکن ہے کہ خدائے تعالیٰ انھیں خود حکم دے اور یہ اس کی رضامندی کے ساتھ واپس لوٹیں۔ فرماتے ہیں کہ خدائے تعالیٰ علیم ہے، میری حالت کو خوب جانتا ہے، حکیم ہے اس کی تقدیر اور اس کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں ہوتا۔ اب آپ کے اس نئے رنج نے پرانا رنج بھی تازہ کر دیا۔ اور حضرت یوسف ؑ کی یاد دل میں چٹکیاں لینے لگی۔ حضرت سعید بن جبیر رحمۃ اللہ فرماتے ہیں اِنَّا لِلّٰہِ الخ پڑھنے کی ہدایت صرف اسی امت کو کی گئی ہے۔ اس نعمت سے اگلی اُمتیں مع اپنے نبیوں کے محروم تھیں۔ دیکھئے حضرت یعقوب علیہ السلام بھی ایسے موقع پر یَااَسَفٰی عَلٰی یُوْسُفَ کہتے ہیں۔ آپ کی آنکھیں جاتی رہی تھیں، غم نے آپ کو نابینا کر دیا تھا۔ اور زبان خاموش تھی۔ مخلوق میں سے کسی سے شکایت و شکوہ نہیں کرتے تھے۔ غمگین اور اندوہ گیں رہا کرتے تھے۔ ابن ابی حاتم میں ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے

جناب باری میں عرض کی کہ لوگ تجھ سے یہ کہہ کر دعا مانگتے ہیں کہ اے ابراہیم اور اسحاق اور یعقوب کے خدا ایسا کر۔ کہ ان تینوں ناموں میں چوتھا نام میرا بھی شامل ہو جائے۔ جواب ملا کہ اے داؤد حضرت ابراہیم علیہ السلام آگ میں ڈالے گئے اور صبر کیا، تیری آزمائش ابھی ایسی نہیں ہوئی۔ اسحاق علیہ السلام نے خود اپنی قربانی قبول کرلی اور اپنا گلا کٹوانے بیٹھ گئے۔ تجھ پر یہ بات بھی نہیں آئی۔ یعقوب علیہ السلام سے میں نے ان کے لختِ جگر کو الگ کر دیا۔ اس نے بھی صبر کیا۔ تیرے ساتھ یہ واقعہ بھی نہیں ہوا۔ یہ روایت مرسل ہے اور اس میں نکارت بھی ہے اس میں بیان ہوا ہے کہ ذبیح اللہ حضرت اسحاق تھے۔ لیکن صحیح بات یہ ہے کہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام تھے۔ اس روایت کے راوی علی بن زید بن جدعان اکثر منکر اور غریب روایتیں بیان کر دیا کرتے ہیں۔ واللہ اعلم بہت ممکن ہے کہ احنف بن قیس رحمۃ اللہ علیہ نے یہ روایت بنی اسرائیل سے لی ہو جیسے کعب اور وہب وغیرہ اسرائیلیات کی روایت کرتے ہیں۔ واللہ اعلم۔ بنی اسرائیل کی روایتوں میں یہ بھی ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے حضرت یوسف کو اس موقعہ پر جبکہ بنیامین قید میں تھے ایک خط لکھا تھا جس میں انھیں رحم دلانے کے لئے لکھا تھا کہ ہم مصیبت زدہ لوگ ہیں۔ میرے دادا حضرت ابراہیم آگ میں ڈالے گئے۔ میرے والد حضرت اسحٰق ذبح کے ساتھ آزمائے گئے۔ میں خود فراقِ یوسف میں مبتلا ہوں لیکن یہ روایت بھی سنداً ثابت نہیں۔ بچوں نے باپ کا یہ حال دیکھ کر انھیں سمجھانا شروع کیا کہ اباجی آپ تو اسی کی یاد میں خود کو گھلا دیں گے بلکہ ہمیں تو ڈر ہے کہ اگر آپ کا یہی حال کچھ دنوں اور رہا تو کہیں زندگی سے ہاتھ نہ دھو بیٹھیں۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے انھیں جواب دیا کہ میں تم سے تو کچھ نہیں کہہ رہا ہوں۔ میں تو اپنے رب کے سامنے اپنا دکھ رو رہا ہوں اور اس کی ذات سے بہت کچھ امیدوار ہوں۔ وہ بھلائیوں والا ہے۔ مجھے یوسف کا خواب یاد ہے جس کی تعبیر ہو کر رہے گی۔ ابن ابی حاتم میں ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے ایک مخلص دوست نے ایک مرتبہ آپ سے پوچھا کہ آپ کی بینائی کیسے جاتی رہی؟ اور آپ کی کمر کیسے کبڑی ہو گئی؟ آپ نے فرمایا کہ یوسف کو رو رو کر آنکھیں کھو بیٹھا اور بنیامین کے صدمہ نے کمر توڑ دی۔ اسی وقت حضرت جبرئیل علیہ السلام آئے اور فرمایا اللہ تعالیٰ آپ کو سلام کے بعد کہتا ہے کہ میری شکایتیں دوسروں کے سامنے کرنے سے آپ شرماتے نہیں؟ حضرت یعقوب علیہ السلام نے اسی وقت فرمایا کہ میری پریشانی اور غم کی شکایت اللہ ہی کے سامنے ہے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا۔ آپ کی شکایت کا خدا کو خوب علم ہے۔ یہ حدیث بھی غریب ہے اور اس میں بھی نکارت ہے۔

يٰبَنِيَّ اذْهَبُوْا فَتَحَسَّسُوْا مِنْ يُّوْسُفَ وَاَخِيْهِ وَلَا تَايْـَٔسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ ۭ

اے میرے بیٹو! جاؤ اور یوسف اور ان کے بھائی کو تلاش کرو اور اللہ کی رحمت سے ناامید مت ہو

اِنَّهٗ لَا يَايْـَٔسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۸﴾ فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلَيْهِ قَالُوْا

بیشک اللہ کی رحمت سے وہی لوگ ناامید ہوتے ہیں جو کافر ہیں پھر جب یوسف (ع) کے پاس پہنچے کہنے لگے

يٰٓاَيُّهَا الْعَزِيْزُ مَسَّنَا وَاَهْلَنَا الضُّرُّ وَجِئْنَا بِبِضَاعَةٍ مُّزْجٰىةٍ فَاَوْفِ

اے عزیز! ہم کو اور ہمارے گھر والوں کو قحط کی وجہ سے بڑی تکلیف پہنچ رہی ہے اور ہم کچھ یہ نکمی چیز لائے ہیں سو آپ

لَنَا الْكَيْلَ وَتَصَدَّقْ عَلَيْنَا ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَجْزِي الْمُتَصَدِّقِيْنَ ﴿۹﴾

پورا غلہ دے دیجئے اور ہم کو خیرات (سمجھ کر) دے دیجئے بیشک اللہ تعالیٰ خیرات دینے والوں کو جزا (خیر) دیتا ہے۔

خدا سے مایوسی کفر ہے

حضرت یعقوب علیہ السلام اپنے بیٹوں کو حکم فرما رہے ہیں کہ تم ادھر ادھر جاؤ اور حضرت یوسف اور بنیامین کی تلاش کرو۔ عربی میں تحسس کا لفظ بھلائی کی جستجو کے لئے بولا جاتا ہے۔ اور بری باتوں کے لئے تجسس کا لفظ بولا جاتا ہے۔ ساتھ میں فرماتے ہیں کہ خدا کی ذات سے مایوس نہ ہونا چاہئے اس کی

رحمت سے مایوس وہی ہوتے ہیں جن کے دلوں میں کفر ہوتا ہے۔ تم تلاش بند نہ کرو، اللہ سے نیک امید رکھو اور اپنی کوشش جاری رکھو۔

چنانچہ یہ لوگ پھر مصر پہنچے، حضرت یوسف ؑ کے دربار میں حاضر ہوئے وہاں اپنی خستہ حالی ظاہر کی کہ قحط سالی نے ہمارے خاندان کو ستا رکھا ہے۔ ہمارے پاس کچھ نہیں رہا جس سے غلہ خریدتے۔ اب ردی، واہی، ناقص، بے کار، کھوٹی اور قیمت نہ بننے والی کچھ معمولی سی رکھی رکھائی چیزیں لے کر آپ کے پاس آئے ہیں، گویہ بدلہ نہیں کہا جاسکتا، نہ قیمت بنتی ہے۔ لیکن تاہم ہماری خواہش ہے کہ آپ ہمیں وہی دیجئے جو سچی صحیح اور پوری قیمت پر دیا کرتے ہیں۔ ہمارے بوجھ بھر دیجئے، ہماری خورجیاں پُر کر دیجئے۔ ابن مسعود کی قرأت میں فَاَوْفِ لَنَا الْکَیْلَ کے بدلے فَاَوْقِرْ رِکَابَنَا ہے۔ یعنی ہمارے اونٹ غلہ سے لاد دیجئے۔ اور ہم پر صدقہ کیجئے، ہمارے بھائی کو رہائی دیجئے۔ یا یہ مطلب ہے کہ یہ غلہ ہمیں ہمارے اس مال کے بدلہ نہیں بلکہ بطور خیرات دیجئے۔ کسی شخص نے حضرت سفیان بن عیینہ رحؒ سے سوال کیا کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے بھی کسی نبی پر صدقہ حرام ہوا ہے؟ تو آپ نے یہی آیت پڑھکر استدلال کیا کہ نہیں ہوا۔ حضرت مجاہد رحؒ سے سوال ہوا کہ کیا کسی شخص کا اپنی دعا میں یہ کہنا مکروہ ہے کہ یا اللہ مجھ پر صدقہ کر۔ فرمایا ہاں اس لئے کہ صدقہ وہ کرتا ہے جو طالب ثواب ہو۔

قَالَ هَلْ عَلِمْتُمْ مَّا فَعَلْتُمْ بِيُوسُفَ وَأَخِيهِ إِذْ أَنْتُمْ جَاهِلُونَ ۱۰

یوسف (علیہ السلام) نے فرمایا (کہو) وہ بھی تم کو یاد ہے جو کچھ تم نے یوسف اور اس کے بھائی کے ساتھ (برتاؤ) کیا تھا جب کہ تمہاری جہالت کا زمانہ تھا۔

قَالُوا أَإِنَّكَ لَأَنْتَ يُوسُفُ ۖ قَالَ أَنَا يُوسُفُ وَهَٰذَا أَخِي ۖ قَدْ

کہنے لگے کیا سچ مچ تم ہی یوسف ہو انھوں نے فرمایا (ہاں) میں یوسف ہوں اور یہ (بنیامین) میرا (حقیقی) بھائی ہے ہم پر

مَنَّ اللَّهُ عَلَيْنَا ۖ إِنَّهُ مَنْ يَتَّقِ وَيَصْبِرْ فَإِنَّ اللَّهَ لَا يُضِيعُ

اللہ تعالیٰ نے (احسان کیا واقعی جو شخص گناہوں سے بچتا ہے اور صبر کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ ایسے نیک کام کرنے والوں کا

أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ ۱۱ قَالُوا تَاللَّهِ لَقَدْ آثَرَكَ اللَّهُ عَلَيْنَا وَإِنْ كُنَّا لَخَاطِئِينَ ۱۲

اجر ضائع نہیں کیا کرتا وہ کہنے لگے کہ بخدا کچھ شک نہیں تم کو اللہ تعالیٰ نے ہم پر فضیلت عطا فرمائی اور بیشک ہم (اس میں) خطاوار تھے۔

قَالَ لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ ۖ يَغْفِرُ اللَّهُ لَكُمْ ۖ وَهُوَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ ۱۳

یوسف (علیہ السلام) نے فرمایا کہ تم پر آج کوئی الزام نہیں اللہ تعالیٰ تمہارا قصور معاف کرے اور وہ سب مہربانوں سے زیادہ مہربان ہے۔

داستان کا اختتام

جب بھائی حضرت یوسف ؑ کے پاس اس عاجزی اور بے بسی کی حالت میں پہنچے، اپنے تمام دُکھ رونے لگے اپنے والد کی اور اپنے گھر والوں کی مصیبتیں بیان کیں۔ تو حضرت یوسف ؑ کا دل بھر آیا، نہ رہا گیا۔ اپنے سر سے تاج اُتار دیا اور بھائیوں سے کہا کچھ اپنے کرتوت یاد بھی ہیں کہ تم نے یوسف کے ساتھ کیا کیا؟ اور اس کے بھائی کے ساتھ کیا کیا؟ وہ جہالت کا کرشمہ تھا۔ اسی لئے بعض سلف فرماتے ہیں کہ خدا کا ہر گنہگار جاہل ہے۔ قرآن فرماتا ہے۔ ثُمَّ إِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِينَ عَمِلُوا السُّوءَ بِجَهَالَةٍ۔ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ پہلی دو دفعہ کی ملاقات میں حضرت یوسف ؑ کو خود کو ظاہر کرنے کا حکم خدا نہ تھا۔ اب کی مرتبہ حکم ہو گیا۔ آپ نے معاملہ صاف کر دیا۔ جب تکلیف بڑھ گئی، سختی زیادہ ہو گئی تو اللہ تعالیٰ نے راحت دیدی اور کشادگی عطا فرما دی جیسے ارشاد ہے کہ سختی کے ساتھ آسانی ہے۔ یقیناً سختی کے ساتھ آسانی ہے۔ اب بھائی چونک پڑے، کچھ اس وجہ سے کہ تاج اتارنے کے بعد پیشانی کی نشانی دیکھ لی۔ کچھ اس قسم کے سوالات، کچھ حالات کچھ اگلے واقعات سب سامنے آگئے۔ تاہم اپنا شک دُور کرنے کے لئے پوچھا۔ کہ کیا آپ ہی یوسف ہیں؟ آپ نے اس سوال کے جواب میں صاف کہدیا کہ ہاں میں خود یوسف ہوں اور یہ میرا سگا بھائی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہم پر فضل و کرم کیا۔ بچھڑنے کے بعد ملا دیا۔ تقویٰ اور صبر رائگاں نہیں جاتے۔ نیک کاری بے پھل لائے نہیں رہتی

اب تو بھائیوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کی فضیلت اور بزرگی کا اقرار کر لیا۔ کہ واقعی صورت سیرت دونوں اعتبار سے آپ ہم پر فوقیت رکھتے ہیں۔ ملک و مال کے اعتبار سے بھی اللہ نے آپ کو ہم پر فضیلت دے رکھی ہے۔ اسی طرح بعض کے نزدیک نبوت کے اعتبار سے بھی۔ کیونکہ حضرت یوسف نبی تھے۔ اور یہ بھائی نبی نہ تھے۔ اس اقرار کے بعد اپنی خطا اور غلطی کا بھی اقرار کیا۔ اسی وقت حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا۔ میں آج کے دن کے بعد تمہیں تمہاری یہ خطا یاد بھی نہ دلاؤں گا۔ میں تمہیں کوئی ڈانٹ ڈپٹ کرنا نہیں چاہتا۔ نہ تم پر الزام رکھتا ہوں نہ تم پر اظہارِ خفگی کرتا ہوں۔ بلکہ میری دعا ہے کہ خدا بھی تمہیں معاف فرمائے۔ وہ ارحم الراحمین ہے۔ بھائیوں نے عذر پیش کیا۔ آپ نے قبول فرما لیا۔ اللہ تعالیٰ تمہاری پردہ پوشی کرے۔ اور تم نے جو کیا ہے اسے بخش دے۔

اِذْهَبُوْا بِقَمِيْصِيْ هٰذَا فَاَلْقُوْهُ عَلٰى وَجْهِ اَبِيْ يَاْتِ بَصِيْرًا ۚ وَاْتُوْنِيْ

اب تم میرا یہ کرتا (بھی) لیتے جاؤ اور اس کو میرے باپ کے چہرے پر ڈال دو (اس سے) ان کی آنکھیں روشن ہو جاویں گی۔ ابھرا ہے (باقی)

بِاَهْلِكُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۹۳﴾ وَلَمَّا فَصَلَتِ الْعِيْرُ قَالَ اَبُوْهُمْ اِنِّيْ لَاَجِدُ

گھر والوں کو (بھی) سب کو میرے پاس لے آؤ۔　اور جب قافلہ چلا تو ان کے باپ نے کہنا شروع کیا کہ اگر تم مجھ کو بڑھاپے میں بہکی باتیں

رِيْحَ يُوْسُفَ لَوْلَآ اَنْ تُفَنِّدُوْنِ ﴿۱﴾ قَالُوْا تَاللّٰهِ اِنَّكَ لَفِيْ ضَلٰلِكَ الْقَدِيْمِ ﴿۲﴾

کرنے والا نہ سمجھو تو ایک بات کہوں کہ مجھ کو تو یوسف کی خوشبو آ رہی ہے۔ وہ (پاس والے) کہنے لگے کہ بخدا آپ تو اپنے اسی پرانے غلط خیال میں مبتلا ہیں

بوڑھے باپ کا مداوا

چونکہ خدا کے رسول حضرت یعقوب علیہ السلام اپنے رنج و غم میں روتے روتے نابینا ہو گئے تھے اس لئے حضرت یوسف علیہ السلام اپنے بھائیوں سے کہتے ہیں کہ میرا یہ کرتہ لے کر تم ابا کے پاس جاؤ۔ اسے ان کے منہ پر ڈالتے ہی انشاء اللہ ان کی نگاہ روشن ہو جائے گی۔ پھر انہیں اور اپنے گھر کے تمام اور لوگوں کو یہیں میرے پاس لے آؤ۔ ادھر یہ قافلہ مصر سے نکلا۔ ادھر اللہ تعالیٰ نے حضرت یعقوب کو حضرت یوسف کی خوشبو پہنچا دی تو آپ نے اپنے ان بچوں سے جو آپ کے پاس تھے فرمایا کہ مجھے تو میرے پیارے فرزند یوسف کی خوشبو آ رہی ہے۔ لیکن تم تو مجھے کم عقل بڈھا کہہ میری اس بات کو باور نہیں کرو گے۔ ابھی قافلہ کنعان سے آٹھ دن کے فاصلہ پر تھا۔ جو بحکم خدا ہوا نے حضرت یعقوب تک حضرت یوسف ؑ کے پیراہن کی خوشبو پہنچا دی۔ اس وقت حضرت یوسف ؑ کی گمشدگی کی مدت اسی سال کی ہو چکی تھی اور قافلہ اسی فرسخ آپ سے دور تھا۔ لیکن بھائیوں نے کہا۔ آپ تو یوسف کی محبت میں غلطی میں پڑے ہوئے ہیں۔ نہ وہ آپ کے دل سے دور ہو نہ آپ کو تسلی ہو۔ ان کا یہ کلمہ بڑا سخت تھا۔ کسی لائق اولاد کیلئے زیبا نہیں کہ اپنے باپ سے یہ کہے نہ کسی امتی کو لائق ہے کہ اپنے نبی سے یہ کہے

فَلَمَّآ اَنْ جَآءَ الْبَشِيْرُ اَلْقٰىهُ عَلٰى وَجْهِهٖ فَارْتَدَّ بَصِيْرًا ۚ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ ۚ

پس جب خوشخبری لانے والا آ پہنچا تو (آتے ہی) اس نے وہ کرتا ان کے منہ پر لا کر ڈال دیا بس فوراً ہی (ان کی) آنکھیں کھل گئیں آپ نے (بیٹوں سے) فرمایا کیوں میں نے تم کو کہا نہ تھا

اِنِّيْٓ اَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۳﴾ قَالُوْا يٰٓاَبَانَا اسْتَغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَآ اِنَّا كُنَّا

کہ اللہ کی باتوں کو جتنا میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے۔ سب بیٹوں نے کہا کہ اے ہمارے باپ ہمارے لئے (خدا سے) ہمارے گناہوں کی دعائے مغفرت کیجئے ہم بیشک

خٰطِـِٕيْنَ ﴿۴﴾ قَالَ سَوْفَ اَسْتَغْفِرُ لَكُمْ رَبِّيْ ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴿۵﴾

خطا وار تھے۔　یعقوب (علیہ السلام) نے فرمایا عنقریب تمہارے لئے اپنے رب سے دعائے مغفرت کروں گا۔ بیشک وہ غفور رحیم ہے۔

ف شاید یہ حضرت یوسف علیہ السلام کا معجزہ تھا۔ ف حضرت یعقوب علیہ السلام کا معجزہ تھا اور خدا تعالیٰ کا کرشمۂ قدرت۔ کنعان کے کنوئیں میں یوسف موجود اور یعقوب علیہ السلام کو اطلاع نہ ہو سکی لیکن مصر سے قمیص چلتی ہے اور یعقوب ؑ کو اطلاع دیدی جاتی ہے۔ شاید اس میں یہی مصلحت ملحوظ رہا ہو کہ یعقوب ؑ کو فراقِ یوسف کا غم پہلے ہی سے پہنچایا تھا اب وصالِ یوسف

اعترافِ جرم

کہتے ہیں کہ پیراہن یوسفؑ حضرت یعقوبؑ کے بڑے صاحبزادے یہودا لائے تھے۔ اس لئے کہ انھوں نے ہی پہلے جھوٹ موٹ وہ کرتا پیش کیا تھا جسے خون آلود کر کے لائے تھے۔ اور باپ کو یہ سمجھایا تھا کہ یہ یوسف کا خون ہے۔ اب تلافی کے لئے کرتا بھی یہی لائے کہ برائی کے بدلے بھلائی ہو جائے۔ بُری خبر کے بدلے خوشخبری ہو جائے۔ آتے ہی باپ کے منہ پر ڈالا۔ اسی وقت حضرت یعقوبؑ کی آنکھیں کھل گئیں اور بچوں سے کہنے لگے۔ دیکھو میں تو ہمیشہ تم سے کہا کرتا تھا کہ خدا کی بعض وہ باتیں میں جانتا ہوں جن سے تم محض بے خبر ہو۔ میں تم سے کہا کرتا تھا کہ خدائے تعالیٰ میرے یوسف کو ضرور مجھ سے ملائے گا۔ ابھی تھوڑے دنوں کا ذکر ہے کہ میں نے تم سے کہا تھا کہ مجھے آج میرے یوسف کی خوشبو آرہی ہے۔ اب بیٹے نادم ہو کر اپنی خطا کا اقرار کر کے باپ سے استغفار طلب کرتے ہیں۔ باپ جواب میں فرماتے ہیں کہ مجھے اس سے انکار نہیں۔ اور مجھے اپنے رب سے یہ بھی امید ہے کہ وہ تمھاری خطائیں معاف فرما دے گا۔ اس لئے کہ وہ بخششوں اور مہربانیوں والا ہے۔ توبہ کرنے والوں کی توبہ قبول فرما لیا کرتا ہے۔ میں صبح سحری کے وقت تمھارے لئے استغفار کروں گا۔ ابن جریر میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسجد میں آتے تو سنتے کہ کوئی کہہ رہا ہے کہ خدایا تو نے پکارا میں نے مان لیا، تو نے حکم دیا میں بجا لایا۔ یہ سحر کا وقت ہے۔ پس تو مجھے بخشدے۔ آپ نے کان لگا کر غور کیا تو معلوم ہوا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضؓ کے گھر سے یہ آواز آرہی ہے۔ آپ نے ان سے پوچھا۔ انھوں نے کہا یہی وقت ہے جس کے لئے حضرت یعقوبؑ نے اپنے بیٹوں سے کہا تھا کہ میں تمھارے لئے تھوڑی دیر بعد استغفار کروں گا۔ حدیث میں ہے کہ یہ رات جمعہ کی رات تھی۔ ابن جریر میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے کہ مراد اس سے یہ ہے کہ جب جمعہ کی رات آجائے۔ لیکن یہ حدیث غریب ہے، بلکہ اس کے مرفوع ہونے میں بھی کلام ہے۔ واللہ اعلم۔

فَلَمَّا دَخَلُوا عَلٰى يُوسُفَ اٰوٰى اِلَيْهِ اَبَوَيْهِ وَقَالَ ادْخُلُوا مِصْرَ

پھر جب سب کے سب یوسف (ع) کے پاس پہنچے تو انھوں نے اپنے والدین کو اپنے پاس (تعظیماً) جگہ دی اور کہا سب مصر میں چلیے

اِنْ شَاءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ ﴿۹۹﴾ وَرَفَعَ اَبَوَيْهِ عَلَى الْعَرْشِ وَخَرُّوا لَهٗ

(اور) خدا کو منظور ہے تو (وہاں) امن چین سے رہیے۔ اور اپنے والدین کو تخت (شاہی) پر اونچا بٹھایا اور سب کے سب یوسف (ع) کے آگے

سُجَّدًا ۚ وَقَالَ يٰۤاَبَتِ هٰذَا تَاْوِيْلُ رُءْيَايَ مِنْ قَبْلُ ۫ قَدْ جَعَلَهَا رَبِّيْ

سجدہ میں گر گئے۔ اور یوسف (ع) نے کہا کہ اے میرے باپ یہ ہے میرے خواب کی تعبیر جو پہلے زمانہ میں دیکھا تھا جس کو میرے رب نے

حَقًّا ۭ وَقَدْ اَحْسَنَ بِيْۤ اِذْ اَخْرَجَنِيْ مِنَ السِّجْنِ وَجَآءَ بِكُمْ مِّنَ الْبَدْوِ مِنْۢ بَعْدِ

سچا کر دیا اور خدا نے میرے ساتھ احسان کیا کہ ایک تو اس نے مجھے قید سے نکالا اور دوسرا یہ کہ تم سب کو جنگل سے یہاں لایا (یہ سب کچھ) بعد اس کے ہوا کہ

اَنْ نَّزَغَ الشَّيْطٰنُ بَيْنِيْ وَبَيْنَ اِخْوَتِيْ ۭ اِنَّ رَبِّيْ لَطِيْفٌ لِّمَا يَشَاۗءُ ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ﴿۱۰۰﴾

شیطان نے میرے اور میرے بھائیوں کے درمیان میں فساد ڈلوا دیا تھا۔ بے شبہ میرا رب جو چاہتا ہے اس کی عمدہ تدبیر کرتا ہے۔ بلاشبہ وہ بڑے علم اور حکمت والا ہے

طویل عرصہ کے بعد خواب کی تعبیر

بھائیوں پر حضرت یوسف علیہ السلام نے خود کو ظاہر کر کے فرمایا تھا کہ اباجی

بعض مفسرین نے اس توجیہ کے علاوہ یہ بھی لکھا ہے کہ چونکہ ان بھائیوں نے براہ راست حضرت یوسف علیہ السلام کو تکلیف و اذیت پہنچوائی تھی اس لئے حضرت یعقوب علیہ السلام نے خطا کی معافی اور دعا مغفرت کو حضرت یوسف علیہ السلام کی رائے پر موقوف کر دیا۔ نیز یہ بھی ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے بعجلت ان کو معاف کر دیا لیکن حضرت یعقوب علیہ السلام چاہتے تھے کہ یہ معلوم ہو کہ آیا یہ انفعال اور ندامت حقیقی ہے یا یہ بھی ایک وقتی جذبہ ہے گویا کہ یعقوب علیہ السلام اپنی طویل عمر کی بنا پر انسانی جذبات کی ان گہرائیوں پر نظر رکھنے کے عادی ہو چکے تھے جن پر جوانوں کی نظر نہیں ہوتی ۱۲

انظر شاہ کشمیری ؏

کو اور گھر کے سب لوگوں کو یہیں لے آؤ۔ بھائیوں نے یہی کیا۔ اس معزز قافلہ نے کنعان سے کوچ کیا۔ جب مصر کے قریب پہنچے تو نبی اللہ حضرت یوسف علیہ السلام اپنے والد نبی اللہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے استقبال کے لئے چلے اور حکم شاہی سے شہر کے تمام امیر امراء اور ارکان دولت بھی آپ کے ساتھ تھے۔ یہ بھی منقول ہے کہ خود شاہِ مصر بھی استقبال کے لئے شہر سے باہر آیا تھا۔ اس کے جو جگہ دینے وغیرہ کا ذکر ہے اس کی بابت بعض مفسرین کا قول ہے کہ اس میں عبارت میں تقدیم وتاخیر ہے یعنی آپ نے ان سے فرمایا تم مصر میں چلو انشاء اللہ پُر امن اور بے خطر رہو گے۔ اب شہر میں داخلہ کے بعد آپ نے اپنے والدین کو اپنے پاس جگہ دی۔ اور انھیں اونچے تخت پر بٹھایا لیکن امام ابن جریرؒ نے اس کی تردید کی ہے۔ اور فرمایا ہے کہ اس میں سدیؒ کا قول بالکل ٹھیک ہے۔ کہ جب پہلے ہی ملاقات ہوئی تو آپ نے انھیں اپنے پاس کرلیا۔ اور جب شہر کا دروازہ آیا تو فرمایا اب اطمینان کے ساتھ یہاں چلئے۔ لیکن اس میں بھی ایک بات رہ گئی ہے۔ ایواء اصل میں منزل میں جگہ دینے کو کہتے ہیں جیسے اٰوٰی اِلَیْہِ اَخَاہُ میں ہے اور حدیث میں بھی ہے مَنْ اٰوٰی مُحْدِثًا پس کوئی وجہ نہیں کہ ہم اس کا مطلب یہ بیان نہ کریں کہ ان کے آجانے کے بعد انھیں جگہ دینے کے بعد آپ نے ان سے فرمایا کہ تم امن کے ساتھ مصر میں داخل ہو یعنی یہاں قحط وغیرہ کی مصیبتوں سے محفوظ ہو کر باآرام رہو۔ مشہور ہے کہ قحط سالی کے جو سال باقی تھے وہ حضرت یعقوب علیہ السلام کی تشریف آوری کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے دور کر دیئے۔ جیسے کہ اہل مکہ کی قحط سالی کے باقی سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی وجہ سے ختم ہو گئے تھے۔ جب قحط سالی سے تنگ آکر ابو سفیان نے آپ سے شکایت کی۔ اور بہت روئے، نیز آپ سے دعا کی درخواست کی۔ عبد الرحمٰن کہتے ہیں کہ حضرت یوسفؑ کی والدہ کا تو پہلے ہی انتقال ہو چکا تھا۔ اس وقت آپ کے والد کے ہمراہ آپ کی خالہ آئی تھیں۔ لیکن امام ابن جریر اور امام محمد بن اسحٰقؒ کا قول ہے کہ آپ کی والدہ زندہ تھیں ان کی موت پر کوئی صحیح دلیل نہیں۔ اور قرآن کریم کے ظاہری الفاظ اس بات کو چاہتے ہیں کہ آپ کی والدہ ماجدہ زندہ موجود تھیں۔ یہی بات ٹھیک بھی ہے۔ آپ نے اپنے والدین کو اپنے ساتھ تخت شاہی پر بٹھالیا اس وقت ماں باپ بھی اور گیارہ بھائی کل کے کل آپ کے سامنے سجدہ میں گر پڑے۔ آپ نے فرمایا اباجی لیجئے میرے خواب کی تعبیر ظاہر ہو گئی۔ یہ ہیں گیارہ ستارے اور یہ ہیں سورج چاند جو میرے سامنے سجدے میں ہیں۔ ان کی شرع میں یہ چیز جائز تھی کہ بڑوں کو سلام کے ساتھ سجدہ کرتے تھے۔ بلکہ حضرت آدمؑ سے حضرت عیسیٰؑ تک یہ بات جائز ہی رہی۔ لیکن اس ملت محمدیہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے کسی اور کے لئے سوائے اپنی ذات پاک کے سجدہ کو مطلقاً حرام کر دیا۔ اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اسے اپنے لئے ہی مخصوص کر لیا۔ حضرت قتادہؒ وغیرہ کے قول کا حاصل مضمون یہی ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ حضرت معاذؓ ملک شام گئے۔ وہاں انھوں نے دیکھا کہ شامی لوگ اپنے بڑوں کو سجدہ کرتے ہیں۔ یہ جب لوٹے تو انھوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سجدہ کیا۔ آپ نے پوچھا معاذ یہ کیا بات ہے؟ انھوں نے جواب دیا کہ میں نے اہل شام کو دیکھا کہ وہ اپنے بڑوں اور بزرگوں کو سجدہ کرتے ہیں۔ تو آپ تو اس کے سب سے زیادہ مستحق ہیں۔ آپ نے فرمایا اگر میں کسی کو کسی کے لئے سجدہ کا حکم دیتا تو عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے خاوند کے سامنے سجدہ کرے۔ بسبب اس کے بہت بڑے حق کے جو اس پر ہے۔ اور حدیث میں ہے کہ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے اپنے اسلام کے ابتدائی زمانہ میں راستہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر آپ کے سامنے سجدہ کیا۔ تو آپ نے فرمایا سلمان مجھے سجدہ نہ کرو۔ سجدہ اس خدا کو کرو جو ہمیشہ کی زندگی والا ہے جو کبھی نہ مرے گا۔ الغرض چونکہ اس شریعت میں جائز تھا۔ اس لئے انھوں نے سجدہ کیا۔ تو آپ نے فرمایا لیجئے اباجی میرے خواب کا ظہور ہو گیا۔ میرے رب نے اسے سچا کر دکھایا۔ اس کا انجام ظاہر ہو گیا۔ چنانچہ اور آیت میں قیامت کے دن کے لئے بھی یہی لفظ بولا گیا ہے۔ یَوْمَ یَاْتِیْ تَاْوِیْلُہٗ۔ پس یہ بھی خدا کا مجھ پر ایک احسان عظیم ہے کہ اس نے میرے خواب کو سچا کر دکھایا۔ اور جو میں نے سوتے سوتے دیکھا تھا۔ الحمد للہ مجھے جاگتے میں بھی اس نے دکھا دیا۔ اور احسان اس کا یہ بھی ہے کہ اس نے مجھے قید خانہ سے نجات دی۔ اور تم سب کو صحرا سے یہاں لا کر مجھ سے ملا دیا۔ آپ چونکہ جانوروں کے پالنے والے تھے۔ اس لئے عموماً بادیہ میں ہی قیام رہتا تھا۔ فلسطین

ف اور بہت ممکن ہے کہ ماں باپ اور بھائی نے حضرت یوسف علیہ السلام کے اس اعزاز پر جو انھوں نے اپنے ماں باپ اور بھائیوں کا کیا سجدۂ شکر ادا کیا ہو یا یوسف علیہ السلام کی بے پناہ اقتدار پر ماں باپ نے سجدۂ شکر خدا کے سامنے کیا اور بھائیوں نے بھی ماں باپ کے اتباع میں کر لیا ہو۔ انظر شاہ کشمیری

بھی شام کے جنگلوں میں تھا۔ اکثر اوقات پڑاؤ رہا کرتا تھا۔ کہتے ہیں کہ یہ اولاج میں حسمی کے نیچے رہا کرتے تھے۔ اور مویشی پالتے تھے۔ اونٹ بکریاں وغیرہ ساتھ رہتی تھیں، پھر فرماتے ہیں اس کے بعد کہ شیطان نے ہم میں پھوٹ ڈلوادی تھی۔ اللہ تعالیٰ جس کام کا ارادہ کرتا ہے۔ اس کے ویسے ہی اسباب مہیا کر دیتا ہے۔ اور اسے آسان اور سہل کر دیتا ہے وہ اپنے بندوں کی مصلحتوں کو خوب جانتا ہے۔ اپنے افعال واقوال قضاو قدر مختار و مراد میں وہ باحکمت ہے۔ سلیمان کا قول ہے کہ خواب کے دیکھنے اور اس کی تاویل کے ظاہر ہونے میں چالیس سال کا وقفہ تھا۔ عبداللہ بن شداد فرماتے ہیں، خواب کی تعبیر کے واقع ہونے میں اس سے زیادہ زمانہ لگتا بھی نہیں۔ یہ آخری مدت ہے۔ حضرت حسن سے روایت ہے کہ باپ بیٹے اسّی برس کے بعد ملے۔ تم خیال تو کرو کہ زمین پر حضرت یعقوب علیہ السلام سے زیادہ خدا کا کوئی محبوب بندہ نہ تھا۔ پھر بھی اتنی مدت انھیں فراق یوسف میں گذری ہر وقت آنکھوں سے آنسو جاری رہتے اور دل میں غم کی موجیں اٹھتیں۔ اور روایت میں ہے کہ یہ مدت تراسی ۸۳ سال کی تھی۔ فرماتے ہیں جب حضرت یوسف علیہ السلام کنوئیں میں ڈالے گئے اس وقت آپ کی عمر سترہ سال کی تھی۔ اسّی برس تک آپ باپ کی نظروں سے اوجھل رہے، پھر ملاقات کے بعد تیئیس ۲۳ برس زندہ رہے۔ اور ایک سو بیس برس کی عمر میں انتقال کیا۔ بقول قتادہ رح ترپن ۵۳ برس کے بعد باپ بیٹے ملے۔ ایک قول ہے کہ اٹھارہ سال ایک دوسرے سے دور رہے۔ اور ایک قول ہے کہ چالیس سال کی جدائی رہی۔ اور پھر مصر میں باپ سے ملنے کے بعد سترہ سال زندہ رہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بنو اسرائیل جب مصر پہنچے ہیں۔ ان کی تعداد صرف ترسٹھ تھی۔ اور جب یہاں سے نکلے ہیں اس وقت ان کی تعداد ایک لاکھ ستر ہزار تھی۔ مسروق کہتے ہیں آنے کے وقت یہ مع مرد و عورت تین سو نوے تھے۔ عبداللہ بن شداد کا قول ہے کہ جب یہ لوگ آئے کل چھیاسی ۸۶ تھے۔ یعنی مرد عورت بوڑھے بچے سب ملاکر۔ اور جب نکلے ہیں اس وقت ان کی گنتی چھ لاکھ سے زیادہ تھی۔

رَبِّ قَدْ اٰتَيْتَنِيْ مِنَ الْمُلْكِ وَعَلَّمْتَنِيْ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ ۚ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ

اے میرے پروردگار تو نے مجھ کو سلطنت کا بڑا حصہ دیا اور مجھ کو خوابوں کی تعبیر دینا تعلیم فرمایا (جو کہ علم عظیم ہے) اے آسمانوں اور زمین کے

وَالْاَرْضِ ۣ اَنْتَ وَلِيّٖ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ تَوَفَّنِيْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ ۝

پیدا کرنے والے تو میرا کارساز ہے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی، مجھ کو پوری فرمانبرداری کی حالت میں دنیا سے اٹھا لے اور مجھ کو خاص نیک بندوں میں شامل کر لے۔

شکر علی النعمت

نبوت مل چکی، بادشاہت عطا ہو گئی، مصائب ختم ہوئے، ماں باپ اور بھائی سب سے ملاقات ہو گئی۔ تو اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ جیسے یہ دنیوی نعمتیں تو نے مجھ پر کی ہیں ان نعمتوں کو آخرت میں پوری فرما۔ جب بھی موت آئے تو اسلام پر اور تیری فرمانبرداری پر آئے۔ اور میں نیک لوگوں میں ملا دیا جاؤں۔ اور نبیوں اور رسولوں میں صَلَوٰتُ اللّٰہِ وَسَلَامُہٗ عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْنَ۔ بہت ممکن ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کی یہ دعا بوقت وفات ہو۔ جیسے کہ صحیحین میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے ثابت ہے کہ انتقال کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی انگلی اٹھائی اور یہ دعا کی کہ اے اللہ رفیق علی سے ملا دے۔ تین مرتبہ آپ نے یہی دعا کی۔ ہاں یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کی اس دعا کا مقصود یہ ہے کہ جب بھی وفات آئے اسلام پر آئے۔ اور نیکوں میں مل جاؤں یہ نہیں کہ اسی وقت آپ نے یہ دعا اپنی موت کے لئے کی ہو۔ اس کی بالکل وہی مثال ہے۔ جو کوئی کسی کو دعا دیتے ہوئے کہتا ہے کہ اللہ تجھے اسلام پر موت دے۔ اس سے یہ مراد نہیں ہوتی کہ ابھی ہی تجھے موت آجائے یا جیسے ہم مانگتے ہیں کہ خدایا ہمیں تیرے دین پر ہی موت آئے۔ یا ہماری یہی دعا کہ اللہ میرا اسلام پر خاتمہ کر اور نیک کاروں میں ملا۔ اور اگر یہی مراد ہو کہ واقعی آپ نے اسی وقت موت مانگی۔ تو ممکن ہے کہ یہ بات اس شریعت میں جائز ہو۔ چنانچہ قتادہ رح کا قول ہے کہ جب آپ کے تمام کام ہو گئے، آنکھیں ٹھنڈی ہو گئیں، ملک، مال، عزت آبرو، خاندان برادری بادشاہت سب مل گئے۔ تو آپ کو صالحین کی جماعت میں پہنچنے کا اشتیاق پیدا ہوا۔ ابن عباس رض فرماتے ہیں کسی نبی نے سوائے

حضرت یوسف علیہ السلام کے آپ سے پہلے موت طلب نہیں کی۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں یہی سب سے پہلے اس دعا کے مانگنے والے ہیں ممکن ہے اس سے مرادِ ابن عباس کی یہ ہو کہ اس دعا کو سب سے پہلے کرنے والے یعنی خاتمہ اسلام پر ہونے کی دعا کے سب سے پہلے مانگنے والے آپ ہی تھے۔ جیسے کہ یہ دعا رَبِّ اغْفِرْ لِیْ وَلِوَالِدَیَّ آخر سب سے پہلے حضرت نوح علیہ السلام نے مانگی تھی۔ باوجود اس کے بھی اگر یہی کہا جاوے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے موت کی ہی دعا کی تھی۔ تو ہم کہتے ہیں ممکن ہو سکتا ہے کہ اُن کے دین میں جائز ہو۔ ہمارے ہاں تو سخت ممنوع ہے۔ مسند میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں تم میں کوئی کسی سختی اور مصیبت سے گھبرا کر موت کی آرزو نہ کرے۔ اگر اسے ایسی تمنا کرنی ضروری ہے تو یوں کہے۔ کہ اے اللہ جب تک میری حیات تیرے علم میں میرے لئے بہتر ہے۔ مجھے زندہ رکھ۔ اور جب تیرے علم میں میری موت بہتر ہو۔ مجھے موت دیدے۔ بخاری ؤمسلم کی اسی حدیث میں ہے کہ تم میں سے کوئی کسی سختی کے نازل ہونے کی وجہ سے موت کی تمنا ہرگز نہ کرے اگر وہ نیک ہے تو اس کی زندگی اس کی نیکیاں بڑھائے گی۔ اور اگر وہ بد ہے تو بہت ممکن ہے کہ زندگی میں کسی وقت توبہ کی توفیق ہو جائے۔ بلکہ یوں کہے۔ اے اللہ جب تک میرے لئے حیات بہتر ہے تو مجھے زندہ رکھ۔ مسند احمد میں ہے۔ ہم ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ نے ہمیں نصیحت کی اور ایسی رقت آمیز نصیحت کہ ہمارے دل گرما دیئے۔ اس وقت ہم ..... زیادہ رونے والے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ تھے۔ روتے ہی روتے ان کی زبان سے نکل گیا کہ کاش کہ میں مر جاتا۔ آپ نے فرمایا سعد میرے سامنے موت کی تمنا کرتے ہو؟ تین مرتبہ یہی الفاظ دہرائے۔ پھر فرمایا اے سعد اگر تو جنت کے لئے پیدا کیا گیا ہے تو جس قدر عمر بڑھے گی اور نیکیاں زیادہ ہوں گی۔ تیرے حق میں بہتر ہے۔ مسند میں ہے آپ فرماتے ہیں تم میں سے کوئی ہرگز ہرگز موت کی تمنا نہ کرے۔ نہ اس کی دعا کرے۔ ہاں اگر کوئی ایسا ہو کہ اسے اپنے اعمال کا وثوق اور ان پر یقین ہو۔ سنو! تم میں سے جو مرتا ہے اس کے اعمال منقطع ہو جاتے ہیں۔ مؤمن کے اعمال اس کی نیکیاں ہی بڑھاتی ہیں۔ یہ یاد رہے کہ یہ حکم اس مصیبت میں ہے۔ جو دنیوی ہو۔ اور اسی کی ذات کے متعلق ہو۔ لیکن اگر فتنہ مذہبی ہو مصیبت دینی ہو تو موت کا سوال جائز ہے۔ جیسے کہ فرعون کے جادوگروں نے اس وقت دعا کی تھی۔ جب کہ فرعون انھیں قتل کی دھمکیاں دے رہا تھا کہ خدایا ہم کو صبر کی توفیق دے اور ہمیں اسلام کی حالت میں موت دے۔ اسی طرح حضرت مریم علیہا السلام جب دردِ زہ سے گھبرا کر کھجوروں کے تنے تلے گئیں۔ تو بیساختہ مُنہ سے نکل گیا کہ کاش کہ میں اس سے پہلے ہی مر گئی ہوتی اور آج کل لوگوں کی زبان و دل سے بھلا دی گئی ہوتی۔ یہ آپ نے اس وقت فرمایا جب معلوم ہوا کہ لوگ انھیں زنا کی تہمت لگا رہے ہیں۔ اس لئے کہ آپ خاوند والی نہ تھیں۔ اور حمل ٹھیر گیا تھا۔ پھر بچہ پیدا ہوا تھا۔ اور دنیا نے شور مچایا تھا کہ مریم بڑی بدکار عورت ہے۔ نہ ماں بُری نہ باپ بدکار۔ پس اللہ تعالیٰ نے آپ کی مخلصی کر دی۔ اور اپنے بندے حضرت عیسٰی کو گہوارے میں زبان دی اور مخلوق کو زبردست معجزہ اور ظاہر نشان دکھا دیا صَلَوٰاتُ اللّٰہِ وَسَلَامُہٗ عَلَیْہِ۔ ایک حدیث میں ایک لمبی دعا کا ذکر ہے۔ جس میں یہ جملہ بھی ہے کہ خدایا جب تو کسی قوم کے ساتھ فتنہ کا ارادہ کرے تو مجھے اس فتنہ میں مبتلا کرنے سے پہلے ہی دنیا سے اُٹھا لے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ دو چیزوں کو انسان اپنے حق میں بُری جانتا ہے۔ موت کو بُری جانتا ہے۔ اور موت مؤمن کے لئے فتنہ سے بہتر ہے۔ مال کی کمی کو انسان اپنے لئے بُرائی خیال کرتا ہے۔ حالانکہ مال کی کمی حساب کی کمی ہے۔ الغرض دینی فتنوں کے وقت طلبِ موت جائز ہے۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت کے آخری زمانہ میں جب دیکھا کہ لوگوں کی شرارتیں کسی طرح ختم نہیں ہوتیں۔ اور کسی طرح اتفاق نصیب نہیں ہوتا۔ تو دعا کی کہ اے اللہ العالمین مجھے اب تو اُٹھا لے۔ یہ لوگ مجھ سے اور میں ان سے تنگ آ چکا ہوں۔ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ پر بھی جب فتنوں کی زیادتی ہوئی۔ اور دین کا سنبھالنا مشکل ہو گیا۔ اور امیر خراسان کے ساتھ بڑے معرکے پیش آئے۔ تو آپ نے جناب باری میں دعا کی کہ خدایا اب مجھے اپنے پاس بلا لے۔ ایک حدیث میں ہے۔ کہ فتنوں کے زمانوں میں انسان قبر کو دیکھ کر کہے گا کہ کاش کہ میں اس جگہ ہوتا کیونکہ فتنوں، بلاؤں، زلزلوں اور سختیوں نے ہر ایک مفتون کو فتنے میں ڈال رکھا ہوگا ابن جریر میں ہے کہ جب حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے ان بیٹوں کے لئے جن سے بہت قصور سرزد ہو چکے تھے استغفار کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کا استغفار قبول کیا اور انھیں بخش دیا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب سارا خاندان مصر میں جمع ہو گیا۔ تو برادرانِ یوسف

نے ایک روز آپس میں کہا کہ ہم نے ابا جی کو جتنا ستایا ہے ظاہر ہے۔ ہم نے بھائی یوسف پر جو ظلم توڑے ہیں ظاہر ہے۔ اب گو یہ دونوں بزرگ ہمیں کچھ نہ کہیں اور ہماری خطاسے درگزر فرما جائیں۔ لیکن کچھ خیال بھی ہے کہ خدا کے ہاں ہماری کیسی درگت بنے گی؟ آخر یہ ٹھیری کہ آؤ ابا جی کے پاس چلیں اور ان سے التجا کریں۔ چنانچہ سب مل کر آپ کے پاس آئے۔ اس وقت حضرت یوسف علیہ السلام بھی باپ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ آتے ہی انھوں نے بیک زبان کہا کہ حضور ہم آپ کے پاس ایک ایسے اہم امر کے لئے آج آئے ہیں کہ اس سے پہلے کبھی ایسے کام کے لئے آپ کے پاس نہیں آئے تھے۔ ابا جی اور اے بھائی صاحب! ہم اس وقت ایسی مصیبت میں مبتلا ہیں اور ہمارے دل اس قدر۔۔ رہے ہیں کہ آج سے پہلے ہماری ایسی حالت کبھی نہیں ہوئی۔ الغرض کچھ اس طرح نرمی اور لجاجت کی کہ دونوں بزرگوں کا دل بھر آیا۔ ظاہر ہے کہ انبیاء کے دلوں میں تمام مخلوق سے زیادہ رحم اور نرمی ہوتی ہے۔ پوچھا کہ آخر تم کیا کہتے ہو۔ اور ایسی تم پر کیا بپتا پڑی ہے؟ سب نے کہا آپ کو خوب معلوم ہے کہ ہم نے آپ کو کس قدر ستایا، ہم نے بھائی پر کیسے ظلم وستم ڈھائے؟ دونوں نے کہا ہاں معلوم ہے پھر؟ کہا کیا یہ درست ہے کہ آپ دونوں نے ہماری تقصیر معاف فرما دی؟ کہا ہاں بالکل درست ہے۔ ہم دل سے معاف کر چکے تب لڑکوں نے کہا آپ کا معاف کر دینا بھی بے سود ہے۔ جب تک کہ اللہ تعالیٰ ہمیں معاف نہ کر دے۔ پوچھا اچھا پھر مجھ سے کیا چاہتے ہو؟ جواب دیا کہ یہی کہ آپ ہمارے لئے اللہ سے بخشش طلب فرمائیں یہاں تک کہ بذریعہ وحی آپ کو معلوم ہو جائے کہ خدا نے ہمیں بخش دیا تو البتہ ہماری آنکھوں میں نور اور دل میں سرور آسکتا ہے۔ ورنہ ہم تو دونوں جہان سے گئے

اسی وقت آپ کھڑے ہو گئے قبلہ کی طرف متوجہ ہوئے۔ حضرت یوسف علیہ السلام آپ کے پیچھے کھڑے ہوئے اور بہت خشوع خضوع سے جناب باری میں دعائیں شروع کیں۔ حضرت یعقوبؑ دعا کرتے تھے حضرت یوسفؑ آمین کہتے تھے۔ کہتے ہیں کہ بیس سال تک دعا مقبول نہ ہوئی۔ آخر بیس سال تک جب کہ بھائیوں کا خون خوفِ خداوندی سے خشک ہونے لگا۔ تب وحی آئی اور قبولیتِ دعا اور بخشش فرزندان کی بشارت سنائی گئی۔ بلکہ یہ بھی فرمایا گیا کہ اللہ کا وعدہ ہے کہ تیرے بعد نبوت بھی انھیں ملے گی۔ یہ قول حضرت انس رضؓ کا ہے۔ اور اس میں دو راوی ضعیف ہیں۔ یزید رقاشی۔ صالح مری۔ سدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنی موت کے وقت حضرت یوسف علیہ السلام کو وصیت کی کہ مجھے ابراہیم واسحاق کی جگہ میں دفن کرنا۔ چنانچہ بعد از انتقال آپ نے یہ وصیت پوری کی۔ اور ملک شام کی زمین میں آپ کو آپ کے باپ دادا کے پاس دفن کیا۔ عَلَيْهِمُ الصَّلٰوٰتُ وَالسَّلَامُ۔

ذٰلِكَ مِنْ أَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوحِيهِ إِلَيْكَ ۚ وَمَا كُنتَ لَدَيْهِمْ إِذْ أَجْمَعُوٓا

(اے محمد) یہ قصہ غیب کی خبروں میں سے ہے جو ہم نے وحی کے ذریعہ تم کو بتایا کیونکہ تم یوسف (ع) کے بھائیوں کے پاس اس وقت موجود نہ تھے جبکہ انھوں نے اپنا ارادہ

أَمْرَهُمْ وَهُمْ يَمْكُرُونَ (۹) وَمَآ أَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِينَ (۱۰)

پختہ کر لیا تھا اور وہ تدبیریں کر رہے تھے اور اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے گو آپ کا کیسا ہی جی چاہتا ہو

۱۱ ع ۱۱ ۵ وَمَا تَسْـَٔلُهُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ ۚ إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِينَ (۱۱)

اور آپ ان سے اس پر کچھ معاوضہ تو چاہتے نہیں یہ (قرآن) تو صرف تمام جہان والوں کے لئے ایک نصیحت ہے

ایک حقیقت حضرت یوسف علیہ السلام کا تمام و کمال قصہ بیان فرما کر کہ کس طرح بھائیوں نے ان کے ساتھ برائی کی۔ اور کس طرح ان کی جان تلف کرنی چاہی۔ اور خدا نے انھیں کس طرح بچایا۔ اور کس طرح اوج و ترقی پر پہنچایا۔ اب اپنے نبیؐ سے فرماتا ہے کہ یہ اور اس جیسی اور چیزیں سب ہماری طرف سے تمھیں دی جاتی ہیں۔ تاکہ لوگ ان سے نصیحت حاصل کریں۔ اور آپ کے مخالفین کی بھی آنکھیں کھلیں۔ اور ان پر ہماری حجت قائم ہو جائے۔

ظاہر ہے کہ تو اس وقت ان کے پاس نہیں تھا۔ جب کہ برادرانِ یوسف یوسفؑ کو کنوئیں میں ڈالنے کی تجویز کر رہے تھے۔

صرف ہمارے بتلانے، سکھانے سے تجھے یہ واقعات معلوم ہوئے۔ جیسے حضرت مریمؑ کے قصہ کو بیان فرماتے ہوئے ارشاد ہوا ہے کہ جب وہ قلمیں ڈال رہے تھے کہ مریم کو کون پالے تو اس وقت ان کے پاس نہ تھا۔ آپ حضرت موسیٰؑ کے قصہ میں بھی اس قسم کا ارشاد فرمایا ہے کہ بجانب مغربی جب ہم حضرت موسیٰ کو اپنی باتیں سمجھا رہے تھے تو وہاں نہ تھا۔ اسی طرح اہل مدین کا معاملہ بھی تجھ سے پوشیدہ ہی تھا۔ ملاءِ اعلیٰ کی آپس کی گفتگو میں تو موجود نہ تھا۔ یہ سب ہماری طرف سے بذریعہ وحی تجھے بتلایا گیا۔ یہ کھلی دلیل ہے تیری رسالت و نبوت کی کہ گذشتہ واقعات تو اس طرح کھول کھول کر لوگوں کے سامنے بیان کرتا ہے کہ گویا تو نے بچشم خود دیکھے ہیں اور تیرے سامنے ہی گذرے ہیں۔ پھر یہ واقعات نصیحت و عبرت حکمت و موعظت سے پُر ہیں۔ جن سے انسانوں کی دین و دنیا سنور سکتی ہے باوجود اس کے بھی اکثر لوگ ایمان سے کورے رہ جاتے ہیں گو تو لاکھ چاہے کہ یہ مؤمن بن جائیں۔ اور آیت میں ہے وَاِنْ تُطِعْ اَكْثَرَ مَنْ فِي الْاَرْضِ يُضِلُّوْكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ۔ اگر تو انسانوں کی اکثریت کی اطاعت کرے گا۔ تو وہ تجھے راہِ خدا سے بہکا اور بھٹکا دینگے بہت سے واقعات کے بیان کے بعد ہر ایک واقعہ کے ساتھ قرآن نے فرمایا ہے کہ گو اس میں بڑا زبردست نشان ہے۔ لیکن پھر بھی اکثر لوگ ماننے والے نہیں آپ جو کچھ بھی جفاکشی کر رہے ہیں اور مخلوقِ خدا کو راہِ خدا دکھا رہے ہیں۔ اس میں آپ کا اپنا دنیوی نفع ہرگز مقصود نہیں۔ آپ ان سے کوئی اجرت اور کوئی بدلہ نہیں چاہتے۔ بلکہ یہ صرف خدا کی رضاجوئی کے لئے مخلوق کے نفع کے لئے ہے یہ تو تمام جہان کے لئے سراسر ذکر ہے۔ وہ راہِ راست پائیں۔ نصیحت حاصل کریں۔ عبرت پکڑیں۔ ہدایت و نجات پائیں۔

وَكَاَيِّنْ مِّنْ اٰيَةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يَمُرُّوْنَ عَلَيْهَا وَهُمْ عَنْهَا مُعْرِضُوْنَ (۱)

اور بہت سی نشانیاں ہیں آسمانوں میں اور زمین میں جن پر ان کا گذر ہوتا رہتا ہے اور وہ ان کی طرف اصلا توجہ نہیں کرتے

وَمَا يُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا وَهُمْ مُّشْرِكُوْنَ (۲) اَفَاَمِنُوْٓا اَنْ تَاْتِيَهُمْ

اور اکثر لوگ جو خدا کو مانتے بھی ہیں تو اس طرح کہ شرک بھی کرتے جاتے ہیں۔ سو کیا پھر بھی اس بات سے مطمئن ہوئے بیٹھے ہیں کہ ان پر

غَاشِيَةٌ مِّنْ عَذَابِ اللّٰهِ اَوْ تَاْتِيَهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ (۳)

خدا کے عذاب کی کوئی ایسی آفت آ پڑے جو ان کو محیط ہو جاوے یا ان پر اچانک قیامت آ جاوے اور ان کو (پہلے سے) خبر بھی نہ ہو۔

کس بات کے منتظر ہیں

بیان ہو رہا ہے کہ قدرت کی بہت سی نشانیاں وحدانیت کی بہت سی گواہیاں دن رات ان کے سامنے ہیں۔ پھر بھی اکثر لوگ نہایت بے پرواہی اور سبک سری کے ساتھ ان میں کبھی غور و فکر نہیں کرتے۔ کیا یہ اتنا وسیع آسمان کیا یہ اس قدر پھیلی ہوئی زمین، کیا یہ روشن ستارے، یہ گردش والا سورج چاند، یہ درخت اور یہ پہاڑ، یہ کھیتیاں اور سبزیاں، یہ تلاطم برپا کرنے والے سمندر اور یہ بہ زور چلنے والی ہوائیں، یہ مختلف قسم کے رنگا رنگ میوے، یہ الگ الگ غلے اور قدرت کی بیشمار نشانیاں ایک عقلمند کو اس قدر بھی کام نہیں آ سکتیں؟ کہ وہ ان سے اپنے خدا کی جو واحد ہے

ف معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب نہیں تھا افسوس کہ اتنی وضاحت اور قرآن مجید کے اتنے واضح بیانات کے باوجود جن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کی نفی ہوتی ہے بعض گمراہ فرقے آپ کے لئے علم غیب ثابت کرتے ہیں خوب یاد رکھنا چاہیئے کہ ایک ہے "علم غیب" اور ایک ہے "اطلاع بالغیب"۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم غیب کی اطلاع تو دیتے تھے مثلاً آپ نے قیامت وغیرہ کے متعلق بتایا اور یہ بھی خدا تعالیٰ کے حکم پر آپ اطلاع دیتے تھے لیکن آپ کو غیب کا علم قطعاً نہیں تھا۔ تو اہل سنت والجماعت آپؐ کے لئے اطلاع بالغیب تو ثابت کرتے ہیں لیکن علم بالغیب آپ کے لئے ثابت نہیں کرتے ۱۲ انظر شاہ

ف واقعہ کے کسی اہم جز میں عدم موجودگی سے کل واقعہ میں عدم موجودگی ثابت ہو جاتی ہے اس لئے ایسے مواقع پر یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت تو موجود نہ تھے جب کہ یوسف علیہ السلام کو کنوئیں میں ڈالا جا رہا تھا اور پھر بعد میں تمام مواقع پر موجود رہے۔ ایسا سمجھنا قطعاً غلط ہوگا ۱۲ انظر شاہ کشمیری +

جو صمد ہے، جو فرد ہے، جو واحد ہے، جو لاشریک ہے، جو قادر و قیوم ہے، جو باقی اور کافی ہے۔ ذات کو پہچان لیں اور اس کے ناموں اور صفتوں کے قائل ہو جائیں؟ بلکہ ان میں کی اکثریت کی ذہنیت تو یہاں تک بگڑ چکی ہے کہ خدا پر ایمان ہے، پھر شرک سے دست برداری نہیں۔ آسمان و زمین پہاڑ اور درخت کا انسان اور جن کا خالق اللہ کو مانتے ہیں لیکن پھر بھی اس کے سوا دوسروں کو اس کے ساتھ اس کا شریک ٹھیراتے ہیں یہ مشرکین حج کو آتے ہیں احرام باندھکر لبیک ... پکارتے ہوئے کہتے ہیں کہ خدایا تیرا کوئی شریک نہیں، جو بھی شریک ہیں ان کا خود کا مالک بھی تو ہی ہے۔ اور ان کی ملکیت کا مالک بھی تو ہی ہے۔ صحیح مسلم شریف میں ہے کہ جب وہ اتنا کہتے کہ ہم حاضر ہیں خدایا تیرا کوئی شریک نہیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے بس بس۔ یعنی اب آگے کچھ نہ کہو۔ فی الواقع شرک ظلم عظیم ہے کہ خدا کے ساتھ دوسروں کی بھی عبادت کی جائے۔

صحیحین میں ہے کہ ابن مسعود رضؓ نے رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ سب سے بڑا گناہ کیا ہے۔؟ آپ نے جواب دیا کہ تیرا خدا کے ساتھ شریک ٹھیرانا۔ حالانکہ اسی اکیلے نے تجھے پیدا کیا ہے۔ اسی طرح اس آیت کے تحت میں منافقین بھی داخل ہیں۔ ان کے عمل اخلاص سے خالی ہوتے ہیں بلکہ وہ ریاکار ہوتے ہیں اور ریاکاری بھی شرک ہے۔ قرآن کا فرمان ہے اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ الخ منافق خدا کو دھوکا دینا چاہتا ہے حالانکہ خدا کی طرف سے خود دھوکہ میں ہے۔ یہ نماز کو سستی اور کاہلی سے ادا کرتے ہیں صرف لوگوں کو دکھانا مقصود ہوتا ہے۔ ذکر اللہ برائے نام ہوتا ہے۔ یہ بھی یاد رہے کہ بعض شرک بہت ہلکا اور پوشیدہ ہوتا ہے۔ خود کرنے والے کو بھی پتہ نہیں چلتا۔ چنانچہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ ایک بیمار کے پاس گئے۔ اس کے بازو پر ایک دھاگا بندھا ہوا دیکھ کر آپ نے اسے توڑ دیا[ف] اور یہی آیت پڑھی کہ ایماندار ہوتے ہوئے بھی مشرک ہوئے جاتے ہو؟ حدیث شریف میں ہے کہ خدا کے سوا دوسرے کے نام کی جس نے قسم کھائی وہ مشرک ہو گیا[ف] ملاحظہ ہو ترمذی شریف۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ جھاڑ پھونک ڈورے دھاگے اور جھوٹے تعویذ شرک ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو توکل کے باعث سب سختیوں سے دور کر دیتا ہے (ابوداؤد وغیرہ) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی بیوی فرماتی ہیں کہ حضرت عبداللہ کی عادت تھی۔ جب کبھی باہر سے آتے زور سے کھنکھارتے کہ گھر والے سمجھ جائیں۔ اور آپ انھیں کسی ایسی حالت میں نہ دیکھ پائیں کہ جو انہیں برا لگے۔ ایک دن اسی طرح آپ آئے اس وقت میرے پاس ایک بڑھیا تھی جو بوجہ بیماری کے مجھ پر دم کرنے آئی تھی۔ میں نے آپ کی کھنکھار کی آواز سنتے ہی اسے چارپائی کے نیچے چھپا دیا۔ آپ آئے میرے پاس میری چارپائی پر بیٹھ گئے۔ اور میرے گلے میں دھاگا دیکھ کر پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ میں نے کہا اس میں دم کرا کر میں نے باندھ لیا ہے آپ نے اسے پکڑ کر توڑ دیا۔ اور فرمایا عبداللہ کا گھر شرک سے بے نیاز ہے خود میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جھاڑ پھونک تعویذات اور ڈورے دھاگے شرک ہیں۔ میں نے کہا۔ یہ آپ کیسے فرماتے ہیں۔ میری آنکھ دکھ رہی تھی۔ میں فلاں یہودی کے پاس جایا کرتی تھی وہ دم کر دیتا تھا تو سکون ہو جاتا تھا۔ آپ نے فرمایا تیری آنکھ میں شیطان چوکا مار کرتا تھا۔ اور اس کی پھونک سے وہ رک جاتا تھا۔ تجھے یہ کافی تھا کہ وہ کہتی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سکھایا ہے۔ اَذْهِبِ الْبَاْسَ رَبَّ النَّاسِ اِشْفِ وَاَنْتَ الشَّافِيْ لَا شِفَاۤءَ اِلَّا شِفَاۤؤُكَ شِفَاۤءً لَّا يُغَادِرُ سَقَمًا (مسند احمد) مسند احمد کی اور حدیث میں عیسی بن عبدالرحمن سے روایت ہے کہ عبداللہ بن حکیم بیمار پڑے۔ ہم ان کی عیادت کے لئے گئے۔ ان سے کہا گیا کہ آپ کوئی ڈورا دھاگا لٹکا لیں۔ تو اچھا ہو۔ آپ نے فرمایا میں ڈورا دھاگا لٹکاؤں؟ حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے جو شخص جو چیز لٹکائے وہ اسی کے حوالہ کر دیا جاتا ہے۔ مسند میں ہے جو شخص کوئی ڈورا دھاگا لٹکائے۔ اس نے شرک کیا۔ ایک روایت میں ہے۔ جو شخص ایسی کوئی چیز لٹکائے اللہ اس کا کام پورا نہ کرے۔ اور جو شخص اسے لٹکائے اللہ اسے لٹکا ہوا ہی رکھے ایک حدیث قدسی میں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں تمام شریکوں سے ...... بے نیاز و بے پرواہ ہوں جو شخص اپنے کسی کام میں میرا کوئی شریک ٹھیرائے میں اسے اور اس کے شرک کو چھوڑ دیتا ہوں (مسلم) مسند میں ہے کہ قیامت کے دن جب کہ اول آخر سب جمع ہوں گے۔ خدا کی طرف سے ایک منادی ندا کرے گا کہ جس نے

ف اس مریض نے یہ دھاگا جادو ٹونے کی نیت سے باندھا تھا ۱۲ عا ف یہ شدید تنبیہ ہے جیسا کہ احادیث میں ہے کہ جس نے نماز چھوڑ دی وہ کافر ہو گیا۔ مطلب یہ ہے کہ کافروں اور مشرکوں کا سا عمل کیا۔ یہ مطلب نہیں کہ مسلمان نہیں رہا ۱۲ انظر شاہ کشمیری +

اپنے عمل میں شرک کیا ہے وہ اس کا ثواب اپنے شریک سے طلب کرلے۔ اللہ تعالیٰ تمام شرکا سے بڑھکر شرک سے بے نیاز ہے۔ مسند میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ مجھے تم پر سب سے زیادہ ڈر چھوٹے شرک کا ہے۔ لوگوں نے پوچھا وہ کیا ہے؟ فرمایا ریاکاری۔ قیامت کے دن لوگوں کو جزائے اعمال دی جائے گی۔ اس وقت اللہ تبارک وتعالیٰ فرمائے گا کہ اے ریاکارو! تم جاؤ اور جن کے دکھانے سنانے کے لئے تم نے عمل کئے تھے۔ ان ہی سے اپنا اجر طلب کرو اور دیکھو کہ وہ دیتے ہیں یا نہیں؟ مسند میں ہے آپ فرماتے ہیں جو شخص کوئی بدشگونی لیکر اپنے کام سے لوٹ جائے وہ مشرک ہوگیا۔ صحابہؓ نے دریافت کیا۔ حضور پھر اس کا کفارہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا یہ کہنا اَللّٰھُمَّ لَا خَیْرَ اِلَّا خَیْرُكَ وَلَا طَیْرَ اِلَّا طَیْرُكَ وَلَآ اِلٰہَ غَیْرُكَ۔ یعنی اے اللہ سب بھلائیاں سب نیک شگون تیرے ہی ہاتھ میں ہیں تیرے سوا کوئی بھلائیوں اور نیک شگون والا نہیں۔ مسند احمد میں ہے کہ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک خطبہ میں فرمایا کہ لوگو شرک سے بچو وہ تو چیونٹی کی چال سے زیادہ پوشیدہ چیز ہے۔[ف] اس پر حضرت عبد اللہ بن حرب اور حضرت قیس بن مضارب کھڑے ہوگئے اور کہا یا تو آپ اس کی دلیل پیش کیجئے یا ہم جائیں اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے آپ کی شکایت کریں۔ آپ نے فرمایا۔ لو دلیل لو ہمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن خطبہ سنایا اور فرمایا لوگو! شرک سے بچو۔ وہ تو چیونٹی کی چال سے بھی زیادہ پوشیدہ ہے۔ پس کسی نے آپ سے پوچھا کہ پھر اس سے تحفظ کیسے ہو سکتا ہے۔ فرمایا یہ دعا پڑھا کرو۔ اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَعُوْذُ بِكَ اَنْ نُّشْرِكَ بِكَ شَیْئًا نَّعْلَمُہٗ وَنَسْتَغْفِرُكَ لِمَا لَا نَعْلَمُ۔ ایک اور روایت میں ہے کہ یہ سوال کرنے والے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے۔ آپ نے پوچھا تھا کہ یا رسول اللہ شرک تو یہی ہے کہ خدا کے ساتھ دوسرے کو پکارا جائے۔ اس حدیث میں دعا کے الفاظ یہ ہیں اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ اَنْ اُشْرِكَ بِكَ وَاَنَا اَعْلَمُ وَاَسْتَغْفِرُكَ مِمَّا لَا اَعْلَمُ (مسند ابو یعلی) ابو داؤد وغیرہ میں ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ مجھے کوئی ایسی دعا سکھائیے جسے میں صبح شام اور سوتے وقت پڑھا کروں تو آپ نے فرمایا یہ دعا پڑھو اَللّٰھُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ عَالِمَ الْغَیْبِ وَالشَّھَادَۃِ رَبَّ كُلِّ شَیْءٍ وَّمَلِیْكَہٗ۔ اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ نَفْسِیْ وَمِنْ شَرِّ الشَّیْطٰنِ وَشِرْكِہٖ۔ اور روایت میں ہے کہ مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا پڑھنی سکھائی۔ اس کے آخر میں یہ الفاظ ہیں۔ وَاَنْ اَقْتَرِفَ عَلٰی نَفْسِیْ سُوْٓءًا اَوْ اَجُرَّہٗ اِلٰی مُسْلِمٍ۔ فرمان ہے کہ کیا ان مشرکوں کو اس بات کا خوف جاتا رہا کہ اگر منظور خدا ہو تو چو طرف سے عذاب خدا انھیں اس طرح آگھیرے کہ انھیں پتہ بھی نہ چلے۔ جیسے ارشاد ہے اَفَاَمِنَ الَّذِیْنَ مَكَرُوا السَّیِّاٰتِ الخ یعنی مکاریاں اور برائیاں کرنے والے کیا اس بات سے نڈر ہوگئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ انھیں زمین میں دھنسا دے یا ایسی جگہ عذاب لا دے کہ انھیں شعور بھی نہ ہو۔ یا انھیں لیٹے بیٹھے ہی پکڑ لے یا ہوشیار کر کے تھام لے۔ خدا کسی بات میں عاجز نہیں یہ تو صرف اس کی رحمت و رأفت ہے کہ گناہ کریں اور پنپیں۔ اور فرمان خدا ہے کہ بستیوں کے گنہگار اس بات سے بے خوف ہوگئے ہیں کہ ان کے پاس راتوں کو ان کے سوتے ہوئے ہی عذاب آجائیں یا دن دہاڑے بلکہ ہنستے کھیلتے ہوئے عذاب آپہنچے۔ اللہ کے مکر سے بےخوف نہ ہونا چاہیے۔ ایسے لوگ سخت نقصان اٹھاتے ہیں۔

قُلْ ھٰذِہٖ سَبِیْلِیْٓ اَدْعُوْٓا اِلَی اللّٰہِ ۣ عَلٰی بَصِیْرَۃٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِیْ ۭ

آپ فرما دیجئے کہ یہ میرا طریق ہے میں (لوگوں کو توحید) خدا کی طرف اس طور پر بلاتا ہوں کہ میں بھی اس پر قائم ہوں اور میرے ساتھ والے بھی

وَسُبْحٰنَ اللّٰہِ وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ۝

اور اللہ (شرک سے) پاک ہے اور میں مشرکین میں سے نہیں ہوں۔

رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا پسندیدہ راستہ

اللہ تعالیٰ اپنے رسول کو جنہیں تمام جن و انس کی طرف بھیجا ہے حکم دیتا ہے کہ لوگوں کو خبر کر دو کہ میرا مسلک، میرا طریق، میری سنت یہ ہے کہ خدا کی وحدانیت

ف: یعنی بڑے بڑے علماء اور زیرک بھی ایسی حرکت کر جاتے ہیں جس کا ڈانڈا شرک سے ملتا ہے عوام تو شرک خفی کو کیا پہچان سکیں گے ۱۲ الفرشاہ

نفق: النبی علیہ السلام

کی دعوت عام کر دوں، پورے یقین، دلیل اور بصیرت کے ساتھ میں اس طرف سب کو بلا رہا ہوں، میرے جتنے پیرو ہیں وہ بھی اسی طرف سب کو بلا رہے ہیں، نقلی شرعی اور عقلی دلیلوں کے ساتھ اس طرف دعوت دیتے ہیں ہم سب کی پاکیزگی بیان کرتے ہیں، اسکی تعظیم تقدیس تسبیح تہلیل بیان کرتے ہیں اسے شریک سے نظیر سے عدیل سے وزیر سے مشیر سے اور ہر طرح کی کمی اور کمزوری سے پاک مانتے ہیں، نہ اس کی اولاد مانیں نہ بیوی نہ ساتھی نہ ہم جنس۔ وہ ان تمام بری باتوں سے پاک و بلند و بالا ہے آسمان اور زمین اور ان کی ساری مخلوق اسکی حمد و تسبیح کر رہی ہے، لیکن لوگ ان کی تسبیح سمجھتے نہیں۔ اللہ بڑا ہی حلیم اور غفور ہے۔

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ مِّنْ اَهْلِ الْقُرٰى ۭ اَفَلَمْ

اور ہم نے آپ سے پہلے مختلف بستی والوں میں جتنے (رسول) بھیجے سب آدمی ہی تھے (کوئی بھی فرشتہ نہ تھا) اور یہ لوگ جو بے فکر ہیں) تو کیا یہ لوگ

يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ

ملک میں (کہیں) چلے پھرے نہیں کہ اپنی آنکھوں سے) دیکھ لیتے کہ ان لوگوں کا کیسا (برا) انجام ہوا جو ان سے پہلے (کافر)

قَبْلِهِمْ ۭ وَلَدَارُ الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ اتَّقَوْا ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ⑤

ہو گزرے ہیں۔ اور البتہ عالم آخرت ان لوگوں کے لئے نہایت بہبودی کی چیز ہے جو احتیاط رکھتے ہیں۔ سو کیا تم اتنا بھی نہیں سمجھتے۔

چل پھر کر دیکھو دنیا ایک عبرت کدہ ہے

بیان فرماتا ہے کہ رسول اور نبی مرد ہی بنتے رہے نہ کہ عورتیں جمہور اہل اسلام کا یہی قول ہے۔ نبوت عورتوں کو کبھی نہیں ملی۔ اس آیت کریمہ کا سیاق بھی اسی پر دلالت کرتا ہے۔ لیکن بعض کا قول[ع] ہے کہ خلیل اللہ علیہ السلام کی بیوی حضرت سارہ موسیٰ علیہ السلام کی والدہ اور عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ مریم بھی نبیہ تھیں۔ ملائکہ نے حضرت سارہ کو ان کے لڑکے اسحاق اور پوتے یعقوب کی بشارت دی موسیٰ کی ماں کی طرف انہیں دودھ پلانے کی وحی ہوئی۔ مریم کو حضرت عیسیٰ کی بشارت فرشتے نے دی۔ فرشتوں نے مریم سے کہا کہ اللہ نے تجھے پسندیدہ پاک اور برگزیدہ کر لیا ہے تمام جہان کی عورتوں پر اے مریم اپنے رب کی فرمانبرداری کرتی رہ۔ اس کے لئے سجدے کر اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کر۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اتنا تو ہم مانتے ہیں جتنا قرآن نے بیان فرمایا۔ لیکن اس سے ان کی نبوت ثابت نہیں ہوتی۔ صرف اتنا فرمان یا اتنی بشارت یا اتنا حکم کسی کی نبوت کے لئے دلیل نہیں۔ اہل سنت والجماعت میں سب کا مذہب یہ ہے کہ عورتوں میں سے کوئی نبی نہیں ہوئی۔ ان میں صدیقات ہیں، جیسے کہ سب سے اشرف و افضل عورت حضرت مریم کی نسبت قرآن نے فرمایا ہے۔ وَاُمُّهٗ صِدِّيْقَةٌ ۔ پس اگر وہ نبیہ ہوتیں تو اس مقام میں وہی مرتبہ بیان کیا جاتا۔ آیت کا مطلب یہ ہے کہ زمین کے رہنے والے انسان ہی نبی ہوتے ہیں نہ کہ آسمان سے کوئی فرشتہ اترتا تھا۔ چنانچہ اور آیت میں ہے۔ وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّآ اِنَّهُمْ لَيَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَيَمْشُوْنَ فِي الْاَسْوَاقِ ۔ یعنی تجھ سے پہلے جتنے رسول ہم نے بھیجے وہ سب کھانا بھی کھاتے تھے۔ اور بازاروں میں آمد و رفت بھی رکھتے تھے وہ ایسے نہ تھے کہ کھانا کھانے سے پاک ہوں نہ ایسے تھے کہ کبھی مرنے والے ہی نہ ہوں ہم نے ان سے اپنے وعدے پورے کئے۔ انہیں اور ان کے ساتھ جنہیں ہم نے چاہا نجات دی اور مسرف لوگوں کو ہلاک کر دیا۔ اسی طرح اور آیت میں ہے قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ الخ یعنی میں کوئی پہلا رسول تو نہیں الخ یاد رہے کہ اہل قریٰ سے مراد اہل شہر ہیں۔ نہ کہ بادیہ نشین وہ تو بڑے سخت طبع اور بد اخلاق ہوتے ہیں۔ مشہور و معروف ہے کہ شہری نرم طبع اور خوش خلق ہوتے ہیں۔ اسی طرح بستیوں سے دور والے پرے کنارے رہنے والے بھی عموماً ایسے ہی ٹیڑھے ترچھے ہوتے ہیں۔ قرآن فرماتا ہے اَلْاَعْرَابُ اَشَدُّ كُفْرًا وَّنِفَاقًا الخ جنگلوں کے رہنے والے بدو کفر و نفاق میں بہت سخت

[ع] جیسا کہ ابن حزم اندلسی کی بھی یہی رائے ہے۔

ہیں قتادہ بھی یہی مطلب بیان فرماتے ہیں۔ کیونکہ شہریوں میں علم و عمل زیادہ ہوتا ہے ایک حدیث میں ہے کہ بادیہ نشین اعراب میں سے کسی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ہدیہ پیش کیا۔ آپ نے اسے بدلہ دیا لیکن اس نے اسے بہت کم سمجھا آپ نے اور دیا اور دیا یہاں تک کہ اسے خوش کر دیا پھر فرمایا کہ میرا تو جی چاہتا ہے کہ سوائے قریش اور انصاری اور ثقفی اور دوسی لوگوں کے اوروں کا تحفہ قبول ہی نہ کروں۔ ایک حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ وہ مومن جو لوگوں سے ملے جلے اور ان کی ایذاؤں پر صبر کرے وہ اس سے بہتر ہے جو نہ ان سے خلط ملط ہو نہ ان کی ایذاؤں پر صبر کرے یہ جھٹلانے والے کیا ملک میں چلتے پھرتے نہیں؟ کہ پہلے تکذیب کرنے والوں کی حالت کو دیکھیں۔ اور ان کے انجام پر غور کریں جیسے فرمان ہے۔ اَفَلَمْ یَسِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَتَکُوْنَ لَھُمْ قُلُوْبٌ یَّعْقِلُوْنَ بِھَا الخ یعنی کیا انہوں نے زمین کی سیر نہیں کی کہ ان کے دل سمجھدار ہوتے ان کے کان سن لیتے، ان کی آنکھیں دیکھ لیتیں کہ ان جیسے گنہگاروں کا کیا حشر ہوتا رہا ہے؟ وہ نجات سے محروم رہتے ہیں۔ عذاب الٰہی انھیں غارت کر دیتا ہے عالم آخرت ان کے لئے بہت ہی بہتر ہے جو احتیاط سے زندگی گذار دیتے ہیں۔ یہاں بھی نجات پاتے ہیں اور وہاں بھی! اور وہاں کی نجات یہاں کی نجات سے بہت ہی بہتر ہے۔ وعدۂ خداوندی ہے اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا الخ ہم اپنے رسولوں کی اور ان پر ایمان لانے والوں کی اس دنیا میں بھی مدد فرماتے ہیں۔ اور قیامت کے دن بھی اس کی امداد کریں گے۔ اس دن گواہ کھڑے ہوں گے۔ ظالموں کے عذر بے سود رہیں گے، ان پر لعنت برسے گی۔ اور ان کے لئے بُرا گھر ہوگا۔ گھر کی اضافت آخرت کیطرف کی۔ صلوٰۃ اولیٰ اور مسجد جامع اور عام اول اور بارحۃ الاولیٰ اور یوم الخمیس میں ایسی ہی اضافت ہے۔ عربی شعروں میں بھی یہ اضافت بکثرت آئی ہے۔

حَتّٰٓی اِذَا اسْتَایْئَسَ الرُّسُلُ وَظَنُّوْٓا اَنَّھُمْ قَدْ کُذِبُوْا جَآءَھُمْ

یہاں تک کہ پیغمبر (اس بات سے) مایوس ہو گئے اور ان پیغمبروں کو گمان غالب ہو گیا کہ ہمارے فہم نے غلطی کی ان کو ہماری مدد

نَصْرُنَا ۙ فَنُجِّیَ مَنْ نَّشَآءُ ؕ وَلَا یُرَدُّ بَاْسُنَا عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِیْنَ ﴿۱۱۰﴾

پہنچی پھر (اس عذاب سے) ہم نے جس کو چاہا وہ بچا لیا گیا اور ہمارا عذاب مجرم لوگوں سے نہیں ہٹتا۔

بروقت امداد۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اس کی مدد اس کے رسولوں پر پورے موقعہ پر اترتی ہے۔ مصائب کے جھٹکے جب زوروں پر ہوتے ہیں مخالفت جب شباب پر ہوتی ہے، اختلاف جب بڑھ جاتا ہے، دشمنی جب پوری ہو جاتی ہے، انبیاء اللہ کو جب ہر طرف سے گھیر لیا جاتا ہے۔ معاً خدا کی مدد آ پہنچی ہے۔ کُذِبُوْا اور کُذِّبُوْا دونوں قرأتیں ہیں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی قرأت ذال کی تشدید سے ہے چنانچہ بخاری شریف میں ہے۔ کہ حضرت عروہ بن زبیر نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھ کہ یہ لفظ کُذِبُوْا ہے یا کُذِّبُوْا ہے؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کُذِّبُوْا ہے۔ انہوں نے کہا پھر تو یہ معنی ہوئے کہ رسولوں نے گمان کیا کہ وہ جھٹلا گئے تو یہ گمان کی کونسی بات تھی یہ تو یقینی بات تھی کہ وہ جھٹلائے جاتے تھے آپ نے فرمایا بیشک یہ یقینی بات تھی کہ وہ کفار کی طرف سے جھٹلائے جاتے تھے لیکن وہ وقت بھی آیا کہ ایماندار امتی بھی ایسے زلزلے میں ڈالے گئے۔ اور اس طرح ان کی مدد میں تاخیر ہوئی کہ رسولوں کے دل میں یہ خیال گذرا کہ غالباً اب تو ہماری جماعت بھی ہمیں جھٹلانے لگی ہو گی۔ اب مددِ خدا آگئی اور انھیں علیحدہ اتم! تنا ترخیال کرو کہ کُذِبُوْا کیسے ٹھیک ہو سکتا ہے معاذ اللہ کیا انبیاء علیہم السلام خدا کی نسبت یہ بدگمانی کر سکتے ہیں کہ انھیں رب کی طرف جھوٹ کہا گیا؟ ابن عباس کی قرأت میں کُذِبُوْا ہے۔ آپ اس دلیل میں یہ آیت حَتّٰی یَقُوْلَ الرَّسُوْلُ الخ پڑھ دیتے تھے۔ یہاں تک کہ انبیاء اور ایماندار کہنے لگے کہ خدا کی مدد کہاں ہے یاد رکھو مددِ خدا بالکل قریب ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس کا سختی سے انکار کرتی تھیں اور فرمایا

؁ عبرت انگیز مناظر دیکھنے اور عبرت کدہ عالم میں چلنے پھرنے سے قلب و دماغ عبرت حاصل کرتے ہیں اور اس طرح ایک گمراہ کو ہدایت اور حقائق میں غور و فکر کا موقع مل جاتا ہے ۱۲۔

کرتی تھیں کہ جناب رسول خدا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے خدا تعالیٰ نے جتنے وعدے کئے، آپکو یقین کامل تھا کہ وہ سب یقینی اور حتمی ہیں اور سب پورے ہو کر ہی رہیں گے۔ آخر دم تک کبھی خدانخواستہ آپکے دل میں یہ وہم بھی پیدا نہیں ہوا کہ کوئی وعدہ خداوندی غلط ثابت ہو گا یا کہ ممکن ہے کہ غلط ہو جائے یا پورا نہ ہو۔ ہاں انبیاء علیہم السلام پر برابر بلائیں اور آزمائشیں آتی رہیں یہاں تک کہ انکے دل میں یہ خطرہ پیدا ہونے لگا کہ کہیں میرے ماننے والے بھی مجھ سے بدگمان ہو کر مجھے جھٹلا نہ رہے ہوں۔ ایک شخص قاسم بن محمد کے پاس آ کر کہتا ہے کہ محمد بن کعب قرظی کُذِبُوْا پڑھتے ہیں، تو آپ نے فرمایا کہ ان سے کہہ دو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ صدیقہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے سنا ہے وہ کُذِّبُوْا پڑھتی تھیں یعنی ان کے ماننے والوں نے انھیں جھٹلایا پس ایک قرأت تو تشدید کے ساتھ ہے۔ دوسری تخفیف کے ساتھ ہے۔ پھر اس کی تفسیر میں ابن عباس سے تو وہ منقول ہے جو اوپر گذر چکا۔ ابن مسعودؓ سے نقل ہے کہ آپ نے یہ آیت اسی طرح پڑھکر فرمایا یہی وہ ہے جو تو برا جانتا ہے یہ روایت اس روایت کے خلاف ہے جسے ان دونوں بزرگوں سے اوروں نے روایت کی ہے۔ ان میں ہے کہ ابن عباسؓ نے فرمایا جب رسول ناامید ہو گئے کہ ان کی قوم ان کی مانے گی اور قوم نے یہ سمجھ لیا کہ نبیوں نے ان سے جھوٹ کہا۔ اسی وقت اللہ کی مدد آپہنچی اور جسے خدا نے چاہا نجات بخشی۔ اسی طرح کی تفسیر اوروں سے بھی منقول ہے۔ ایک نوجوان قریشی نے حضرت سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ حضرت ہمیں بتلائیے اس لفظ کو کیا پڑھیں۔ مجھ سے تو اس لفظ کی قرأت کیوجہ سے ممکن ہے کہ اس سورت کا پڑھنا ہی چھوٹ جائے۔ آپنے فرمایا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ انبیاء اس سے مایوس ہو گئے کہ ان کی قوم ان کی مان کر دے گی۔ اور قوم والے سمجھ بیٹھے کہ نبیوں نے غلط کہا ہے۔ یہ سن کر حضرت ضحاک بن مزاحم بہت ہی خوش ہوئے۔ اور فرمایا کہ آج جیسا جواب کسی ذی علم کا میں نے نہیں سنا۔ اگر میں یہاں سے یمن پہنچکر بھی ایسے جواب کو سنتا تو میرے لئے بھی بہت آسان جانتا۔ مسلم بن یسار نے بھی آپ کا یہ جواب سن کر اٹھے اور آپ سے معانقہ کیا۔ اور کہا۔ خدا نے تعالیٰ آپ کی پریشانیوں کو بھی اسی طرح دور کر دے جس طرح آپ نے ہماری پریشانی دور فرمائی بہت سے اور مفسرین نے بھی یہی مطلب بیان کیا ہے۔ بلکہ مجاہدؒ کی تو قرأت ذال کے زبر سے ہے یعنی کَذَبُوْا ہاں بعض مفسرین وَظَنُّوْا کا فاعل مومنوں کو بتلاتے ہیں اور بعض کافروں کو یعنی کافروں نے یا یہ کہ بعض مومنوں نے یہ گمان کیا کہ رسولوں سے جو وعدہ مدد کا تھا۔ اس میں وہ جھوٹے ثابت ہوئے۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ تو فرماتے ہیں۔ رسول ناامید ہو گئے یعنی اپنی قوم کے ایمان سے اور نصرت خدا میں دیر دیکھکر ان کی قوم گمان کرنے لگی۔ کہ ان سے جھوٹا وعدہ کیا گیا تھا۔ پس یہ دونوں روایتیں تو ان دونوں بزرگ صحابیوں سے منقول ہیں اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس کا صاف انکار کرتی ہیں۔ ابن جریرؒ بھی قول صدیقہؓ کی طرفداری کرتے اور دوسرے قول کی تردید کرتے ہیں اور اسے ناپسند کر کے رد کر دیتے ہیں۔ واللہ اعلم۔

لَقَدْ كَانَ فِي قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ ۗ مَا كَانَ حَدِيثًا يُفْتَرَىٰ وَلَٰكِن

ان (انبیاء و امم سابقین) کے قصہ میں سمجھدار لوگوں کے لئے (بڑی) عبرت ہے یہ قرآن (جس میں یہ قصے ہیں) کوئی تراشی ہوئی بات تو ہے نہیں (کہ اس سے عبرت نہ ہوتی) بلکہ

تَصْدِيقَ الَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيلَ كُلِّ شَيْءٍ وَهُدًى وَرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ﴿١١١﴾ ع

اس سے پہلے جو (آسمانی) کتابیں ہو چکی ہیں یہ انکی تصدیق کرنیوالا ہے اور ہر (ضروری) بات کی تفصیل کرنیوالا ہے اور ایمان والوں کے لئے ذریعہ ہدایت اور رحمت ہے

عبرت انگیز واقعات

نبیوں کے واقعات مسلمانوں کی نجات کافروں کی ہلاکت کے قصے عقلمندوں کے لئے بڑی عبرت و نصیحت والے ہیں۔ یہ قرآن بناوٹی نہیں، بلکہ آسمانی کتابوں کی سچائی کی دلیل ہے ان میں جو حقیقی باتیں خدا کی ہیں انکی تصدیق کرتا ہے۔ اور جو تحریف و تبدیلی ہوئی ہے۔ اسے چھانٹ دیتا ہے جو باتیں ان

نوٹ: یعنی دور دراز کا سفر اور سخت تکلیف اٹھانے کے بعد میں سمجھتا کہ میں نے سستا سودا کیا ہے ... اور جو بات حاصل ہوئی وہ اتنی اعلیٰ اور ارفع ہے کہ اس کے مقابل میں اس تکلیف کی کوئی بھی حیثیت نہیں جو اس راہ میں پیش آئی ۱۲ منظر شاہ ؒ

کی باقی رکھنے کی تھیں انھیں اور جو احکام منسوخ ہو گئے انھیں بیان کرتا ہے ہر ایک حلال و حرام، پسندیدہ و مکروہ کو کھول، کھول کر بیان کرتا ہے۔ طاعات، واجبات مستحبات، محرمات، مکروہات وغیرہ کو بیان فرماتا ہے۔ اجمالی اور تفصیلی خبریں دیتا ہے، خدائے تعالیٰ جل وعلا کے صفات بیان فرماتا ہے، اور بندوں نے جو غلطیاں اپنے خالق کے بارے میں کی ہیں انکی اصلاح کرتا ہے مخلوق کو اس سے روکتا ہے کہ وہ خدا کی کوئی صفت اس کی مخلوق میں ثابت کریں۔ پس یہ قرآن مومنوں کیلئے ہدایت و رحمت ہے۔ ان کے دل ضلالت سے ہدایت اور جھوٹ سے سچ اور برائی سے بھلائی کی راہ پاتے ہیں۔ اور رب العباد سے دنیا اور آخرت کی بھلائی حاصل کر لیتے ہیں۔ ہماری بھی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی دنیا و آخرت میں ایسے ہی مومنوں کا ساتھ دے۔ اور قیامت کے دن جبکہ بہت سے چہرے سفید ہوں گے۔ اور بہت سے منہ کالے ہو جائیں گے ہمیں مومنوں کے ساتھ نورانی چہروں میں شامل رکھے آمین۔ (الحمد للہ سورہ یوسف کی تفسیر ختم ہو گئی۔ اللہ کا شکر ہے وہی تعریفوں کے لائق ہے اور اسی سے ہم مدد چاہتے ہیں)۔

تفسیر سورہ رعد مکیہ

ثلث واربعون آیۃ وست رکوعات	بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ	سورۃ الرعد مکیۃ وہی
حروفہا [illegible]	شروع کرتا ہوں میں اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں	کلماتہا ۸۶۳

الٓمّٓرٰ ۚ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ ۗ وَالَّذِيْٓ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ

المرا۔ یہ (جو آپ سن رہے ہیں) آیتیں ہیں ایک بڑی کتاب (یعنی قرآن) کی اور جو کچھ آپ پر آپکے رب کی طرف سے نازل کیا جاتا ہے وہ بالکل

الْحَقُّ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُوْنَ ①

سچ ہے اور لیکن بہت سے آدمی ایمان نہیں لاتے۔

سچی کتاب سورتوں کے شروع میں جو حروف مقطعات آتے ہیں ان کی پوری تشریح سورہ بقرہ کی تفسیر کے شروع میں ہم لکھ آئے ہیں اور یہ بھی کہہ آئے ہیں کہ جس صورت کے اول میں یہ حروف آئے وہاں عموماً یہی بیان ہوتا ہے کہ قرآن کلام خدا ہے اس میں کوئی شک نہیں۔ چنانچہ یہاں بھی ان حروف کے بعد فرمایا یہ کتاب کی یعنی قرآن کی آیتیں ہیں۔ بعض نے کہا مراد کتاب سے توراۃ و انجیل ہے۔ لیکن یہ ٹھیک نہیں۔ پھر اسی پر عطف کر کے اور صفات اس پاک کتاب کی بیان فرمائیں کہ یہ سراسر حق ہے۔ اور خدا کی طرف سے تجھ پر اتارا گیا ہے۔ الحق خبر ہے اسکا مبتدا پہلے بیان ہوا ہے یعنی الذی انزل الیک۔ لیکن ابن جریر کا پسندیدہ قول یہ ہے کہ واؤ زائدہ ہے یا عاطفہ ہے اور صفت کا صفت پر عطف ہے جیسے ہم نے پہلے کہا ہے۔ پھر اس کی شہادت میں شاعر کا قول لائے ہیں۔ پھر فرمایا کہ باوجود حق ہونے کے پھر بھی اکثر لوگ ایمان سے محروم ہیں۔ جیسے پہلے گذرا ہے کہ گو تو حرص کرے۔ لیکن اکثر لوگ ایمان قبول کرنے والے نہیں یعنی اس کی حقانیت واضح ہے لیکن ان کی ضد، ہٹ دھرمی اور سرکشی انھیں ایمان کیطرف متوجہ نہ ہونے دے گی۔

اَللّٰهُ الَّذِيْ رَفَعَ السَّمٰوٰتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ

اللہ ایسا (قادر) ہے کہ جس نے آسمانوں کو بدوں ستون کے اونچا کھڑا کر دیا چنانچہ تم ان (آسمانوں) کو (اسی طرح) دیکھ رہے ہو پھر عرش پر قائم ہوا اور آفتاب و ماہتاب کو کام

وَالْقَمَرَ ۗ كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ۗ يُدَبِّرُ الْاَمْرَ يُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ بِلِقَاۗءِ رَبِّكُمْ تُوْقِنُوْنَ ②

میں لگا دیا۔ ہر ایک وقت معین پر چلتا رہتا ہے۔ وہی (اللہ) ہر کام کی تدبیر کرتا ہے (اور) دلائل کو صاف صاف بیان کرتا ہے تاکہ تم اپنے رب کے پاس جانے کا یقین کر لو

یہ چرخ نیل فام

کمالِ قدرت اور عظمتِ سلطنت خدا دیکھو کہ بغیر ستونوں کے آسمان کو اس نے بلند و بالا اور قائم کر رکھا ہے۔ زمین سے آسمان کو خدا نے کیسا اونچا کیا۔ اور صرف اپنے حکم سے اسے ٹھیرایا جس کی انتہا کو کوئی نہیں پا سکتا۔ آسمانِ دنیا ساری زمین کو اور جو اس کے ارد گرد ہے پانی ہوا وغیرہ سب کو احاطہ کئے ہوئے ہے۔ اور ہر طرف سے برابر اونچا ہے زمین سے پانچسو سال کی راہ پر ہے۔ ہر جگہ سے اتنا ہی اونچا ہے پھر اس کی اپنی موٹائی اور دَل بھی پانچسو سال کے فاصلہ کا ہے پھر دوسرا آسمان اس آسمان کو بھی گھیرے ہوئے ہے۔ اور پہلے سے دوسرے تک کا فاصلہ بھی پانچسو سال کا ہے۔ اسی طرح تیسرا پھر چوتھا پھر پانچواں۔ پھر چھٹا۔ پھر ساتواں جیسے فرمان خدا ہے اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّ مِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ الخ یعنی اللہ نے سات آسمان پیدا کئے ہیں اور اسی کے مثل زمین۔ حدیث شریف میں ہے ساتوں آسمان اور ان میں اور ان کے درمیان میں جو کچھ ہے وہ کرسی کے مقابلہ میں ایسا ہے جیسے کہ چٹیل میدان میں کوئی حلقہ ہو۔ اور کرسی عرش کے مقابلہ پر بھی ایسی ہی ہے۔ عرش کی قدر اللہ عزوجل کے سوا کسی کو معلوم نہیں۔ بعض سلف کا بیان ہے کہ عرش سے زمین تک کا فاصلہ پچاس ہزار سال کا ہے۔ عرش سرخ یاقوت کا ہے۔ بعض مفسر کہتے ہیں آسمان کے ستون تو ہیں لیکن دیکھے نہیں جاتے۔ مگر ایاس بن معاویہ فرماتے ہیں۔ آسمان زمین پر مثل قبہ کے ہے۔ یعنی بغیر ستون کے ہے۔ قرآن کے طرزِ عبارت کے لائق بھی یہی بات ہے۔ اور آیت وَیُمْسِكُ السَّمَآءَ اَنْ تَقَعَ عَلَى الْاَرْضِ سے بھی یہی ظاہر ہے۔ پس تَرَوْنَهَا اس نفی کی تاکید ہو گی۔ یعنی آسمان بلا ستون اس قدر بلند ہے اور تم خود دیکھ رہے ہو یہ ہے کمالِ قدرت امیہ بن ابی الصلت کے اشعار میں ہے جس کے اشعار کی بابت حدیث میں ہے کہ اس کے اشعار ایمان لائے ہیں۔ اور اس کا دل کفر کرتا ہے۔ اور یہ بھی روایت ہے کہ یہ اشعار حضرت زید بن عمرو بن نفیل رضی اللہ عنہ کے ہیں جن میں ہے ؎

وَاَنْتَ الَّذِیْ مِنْ فَضْلِ مَنٍّ وَّرَحْمَةٍ	بَعَثْتَ اِلٰى مُوْسٰى رَسُوْلًا مُنَادِیًا
فَقُلْتَ لَهٗ یَا اذْهَبْ وَهَارُوْنَ فَادْعُوَا	اِلَى اللّٰهِ فِرْعَوْنَ الَّذِیْ كَانَ طَاغِیًا
وَقُوْلَا لَهٗ هَلْ اَنْتَ سَوَّیْتَ هٰذِهٖ	بِلَا عَمَدٍ اَوْ فَوْقَ ذٰلِكَ بَانِیًا
وَقُوْلَا لَهٗ هَلْ اَنْتَ سَوَّیْتَ وَسْطَهَا	مُنِیْرًا اِذَا جَنَّهُ اللَّیْلُ هَادِیًا
وَقُوْلَا لَهٗ مَنْ اَنْبَتَ الْحَبَّ فِی الثَّرٰی	فَیُصْبِحُ مِنْهُ الْعُشْبُ یَهْتَزُّ رَابِیًا
وَیُخْرِجُ مِنْهُ حَبَّهٗ فِیْ رُءُوْسِهٖ	فَفِیْ ذَاكَ اٰیَاتٌ لِّمَنْ كَانَ وَاعِیًا

یعنی تو وہ خدا ہے جس نے اپنے فضل و کرم سے اپنے نبی موسیٰ کو مع ہارون کے فرعون کی طرف رسول بنا کر بھیجا۔ اور ان کو فرمایا کہ اس سرکش کو قائل کرنے کے لئے اس سے کہیں کہ اس بلند و بالا بے ستون آسمان کو کیا تو نے بنایا ہے؟ اور اس میں سورج، چاند، ستارے تو نے پیدا کئے ہیں؟ اور مٹی سے دانوں کو اگانے والا پھر ان درختوں میں بالیں پیدا کر کے ان میں دانے پکانے والا کیا تو ہے؟ کیا قدرت کی یہ زبردست نشانیاں ایک منصف انسان کے لئے خدا کی ہستی کی دلیل نہیں ہیں۔

پھر خدائے تعالےٰ عرش پر مستوی ہوا۔ اس کی تفسیر سورۂ اعراف میں گذر چکی ہے۔ اور یہ بھی بیان کر دیا گیا ہے کہ جس طرح ہے اسی طرح چھوڑ دی جائے کیفیت تشبیہ تعطیل تمثیل سے اللہ کی ذات پاک ہے اور برتر و بلند و بالا ہے۔ سورج و چاند اس کے حکم کے مطابق گردش میں ہیں۔ اور وقت موزوں یعنی قیامت تک برابر اسی طرح لگے رہیں گے۔ جیسے فرمان ہے کہ سورج اپنی جگہ برابر چل رہا ہے۔ اس کی جگہ کی مراد عرش کے نیچے جو زمین کے تلے سے دوسری طرف سے ملحق ہے۔ یہ اور تمام ستارے یہاں تک پہنچ کر عرش سے اور دور ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ صحیح بات جس پر بہت سی دلیلیں ہیں یہی ہے کہ وہ قبہ ہے متصل عالم باقی آسمانوں کی طرح وہ محیط نہیں اس لئے کہ اس کے پائے ہیں اور اس کے اٹھانے والے ہیں۔ اور یہ بات آسمان مستدیر گھومتے ہوئے آسمان میں تصور بھی نہیں ہو سکتی جو بھی غور کرے گا۔ اسے صحیح پائے گا آیات احادیث کا جانچنے والا اسی نتیجہ پر پہنچے گا۔ وللّٰه الحمد والمنة۔ صرف سورج و چاند کا ہی ذکر یہاں اس لئے ہے کہ ساتوں سیاروں

میں بڑے اور روشن بھی وہ ہیں۔ پس جبکہ یہ دونوں مسخر ہیں تو اور تو بطور اولیٰ مسخر ہوئے جیسے کہ سورج چاند کو سجدہ نہ کرو سم مراد اور ستاروں کو بھی سجدہ نہ کرنا ہے پھر اور آیت میں تصریح بھی موجود ہے۔ فرمان ہے وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُومَ مُسَخَّرَاتٍ بِأَمْرِهِ الخ یعنی سورج چاند اور ستارے اس کے حکم سے مسخر ہیں۔ وہی خلق و امر والا ہے۔ وہی برکتوں والا ہے، وہی رب العالمین ہے، وہ آیتوں کو اپنی وحدانیت کی دلیلوں کو بالتفصیل بیان فرما رہا ہے کہ تم اسکی توحید کے قائل ہو جاؤ، اور اسے مان لو کہ وہ تمہیں فنا کر کے پھر زندہ کر دے گا۔

وَهُوَ الَّذِي مَدَّ الْأَرْضَ وَجَعَلَ فِيهَا رَوَاسِيَ وَأَنْهَارًا ۖ وَمِنْ كُلِّ الثَّمَرَاتِ جَعَلَ فِيهَا

اور وہ ایسا ہے کہ اس نے زمین کو پھیلایا اور اس (زمین) میں پہاڑ اور نہریں پیدا کیں۔ اور اس میں ہر قسم کے پھلوں سے

زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ ۖ يُغْشِي اللَّيْلَ النَّهَارَ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ ﴿٣﴾ وَفِي الْأَرْضِ

دو دو قسم کے پیدا کئے۔ شب (کی تاریکی) سے دن (کی روشنی) کو چھپا دیتا ہے۔ ان امور (مذکورہ) میں سوچنے والوں کے (سمجھنے کے) واسطے (توحید پر) دلائل (موجود) ہیں۔ اور زمین میں

قِطَعٌ مُتَجَاوِرَاتٌ وَجَنَّاتٌ مِنْ أَعْنَابٍ وَزَرْعٌ وَنَخِيلٌ صِنْوَانٌ وَغَيْرُ صِنْوَانٍ يُسْقَىٰ بِمَاءٍ

پاس پاس اور پھر (بھی) مختلف قطعے ہیں اور انگوروں کے باغ ہیں اور کھیتیاں ہیں اور کھجوریں ہیں جن میں بعضے تو ایسے ہیں کہ ایک تنہ کا اوپر جا کر دو تنے ہو جاتے ہیں اور بعض میں دو تنے نہیں ہوتے سب کو ایک ہی طرح کا

وَاحِدٍ وَنُفَضِّلُ بَعْضَهَا عَلَىٰ بَعْضٍ فِي الْأُكُلِ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يَعْقِلُونَ ﴿٤﴾

پانی دیا جاتا ہے اور ہم ایک دوسرے کو پھلوں میں فوقیت دیتے ہیں ان امور (مذکورہ) میں (بھی) سمجھ داروں کیواسطے (توحید کے) دلائل (موجود) ہیں۔

کچھ اور دلائل

اوپر کی آیت میں عالم بالا کا بیان تھا، یہاں کائنات ارضی کا ذکر ہو رہا ہے زمین کو طول و عرض میں پھیلا کر خدا ہی نے بچھایا ہے اس میں مضبوط پہاڑ بھی اسی کے گاڑے ہوئے ہیں۔ اس میں دریاؤں اور چشموں کو بھی اسی نے جاری کئے۔ تاکہ مختلف شکل و صورت مختلف رنگ، مختلف ذائقوں کے پھل پھول کے درخت اس سے سیراب ہوں۔ جوڑ جوڑ میوے اس نے پیدا کئے۔ کھٹے میٹھے وغیرہ۔ رات دن برابر ایک دوسرے کے پیچھے آتے جاتے رہتے ہیں ایک کا آنا دوسرے کا جانا ہے پس مکان مکین اور زمان سب میں تصرف اسی قادر مطلق کا ہے۔ خدا کی ان نشانیوں کو ان حکمتوں کو اور ان دلائل کو جو غور سے دیکھے وہ ہدایت پا سکتا ہے۔ زمین کے ٹکڑے ملے جلے ہوئے ہیں، پھر قدرت کو دیکھئے کہ ایک ٹکڑے سے تو پیداوار ہو اور دوسرے سے کچھ نہ ہو، ایک کی مٹی سرخ دوسرے کی سفید یا زرد یا سیاہ یا پتھریلی، یا نرم یا میٹھی یا شور ایک ریتلی ایک صاف غرض یہ بھی خالق کی قدرت کی نشانی ہے اور بتلاتی ہے کہ فاعل خود مختار مالک الملک لاشریک ایک وہی خدا خالق کل ہے۔ نہ اس کے سوا کوئی معبود نہ پالنے والا۔ زَرْعٌ وَنَخِيلٌ کو اگر جَنّٰتٌ پر عطف کریں۔ تو پیش سے مرفوع پڑھنا چاہئے اور اَعْنَابٍ پر عطف کریں۔ تو زیر سے مضاف الیہ مان کر مجرور پڑھنا چاہئے ائمہ کی جماعت کی دونوں قرأتیں ہیں صنوان کہتے ہیں ایک درخت کو جو کئی تنوں اور شاخوں والا ہو جیسے انار اور انجیر اور بعض کھجوریں کی اقسام۔ غیر صنوان ہو اس طرح نہ ہو بلکہ ایک ہی تنا ہو جیسے اور درخت ہوتے ہیں۔ اسی سے انسان کے چچا کو صنو الاب کہتے ہیں۔ حدیث میں بھی یہ آیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرؓ سے فرمایا کیا تمہیں معلوم نہیں کہ انسان کا چچا مثل باپ کے ہوتا ہے۔ براء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ ایک جڑ یعنی ایک تنے میں کئی ایک شاخ دار درخت کھجور ہوتے ہیں۔ اور ایک تنے پر ایک ہی ہوتا ہے۔ یہی صنوان اور غیر صنوان ہے۔ یہی قول اور بزرگوں کا بھی ہے۔ سب کے لئے پانی ایک ہی ہے یعنی بارش کا، لیکن پھر مزے اور پھل میں کمی بیشی میں بے انتہا فرق ہے کوئی میٹھا ہے، کوئی کھٹا ہے۔ حدیث میں بھی یہ تفسیر ہے

فٹ نوٹ: نباتات کے علماء اور موجودہ سائنس بھی اس حقیقت کو تسلیم کرتی ہے کہ درختوں میں جوڑے ہیں اور ایک دوسرے کی جدائی سوختا اور نزدیکی سے اطمینان محسوس کرتے ہیں گویا کہ درختوں میں حساس موجود ہوتی ہو گی کہ درخت کو سب نے دیکھا ہوگا کہ وہ چھونے سے مرجھا جاتا ہے اور ہاتھ دور کر لیا جائے تو پھر کھل جاتا ہے غرضیکہ دنیا بھی اپنی پوری ترقیوں کے باوجود اب حقیقت کو آج تسلیم کیا۔ قرآن مجید چودہ سو سال ہوئے اس کو بیان کر چکا تھا۔ الطاف شاہ کشمیری۔

ملاحظہ ہو ترمذی شریف۔ الغرض شمروں اور جنسوں کا اختلاف، شکل و صورت کا اختلاف، رنگ کا اختلاف، بُو کا اختلاف، مزے کا اختلاف، شگوفوں کا اختلاف، تر و تازگی کا اختلاف، ایک بہت میٹھا، ایک سخت کڑوا، ایک نہایت خوش ذائقہ ایک بے حد بد مزہ، رنگ کسی کا زرد، کسی کا سرخ کسی کا سفید، کسی کا سیاہ۔ اسی طرح تازگی اور پھل میں بھی اختلاف حالانکہ غذا کے اعتبار سے سب یکساں ہیں۔ یہ قدرت کی نیرنگیاں ایک منصف شخص کے لئے عبرت ہیں۔ اور فاعل مختار خدا کی قدرت کا بڑا زبردست پتہ دیتی ہیں کہ جو وہ چاہتا ہے ہوتا ہے۔ عقلمندوں کیلئے یہ آیتیں اور یہ نشانیاں کافی وافی ہیں۔

وَإِن تَعْجَبْ فَعَجَبٌ قَوْلُهُمْ أَإِذَا كُنَّا تُرَابًا أَإِنَّا لَفِي خَلْقٍ جَدِيدٍ ۗ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا

اور اے محمد اگر آپ کو تعجب ہو تو واقعی ان کا یہ قول تعجب کے لائق ہے کہ جب ہم خاک ہو گئے کیا ہم پھر از سر نو (قیامت کے روز) پیدا ہوں گے۔ یہ وہ لوگ ہیں کہ انہوں نے اپنے رب کے ساتھ

بِرَبِّهِمْ ۖ وَأُولَٰئِكَ الْأَغْلَالُ فِي أَعْنَاقِهِمْ ۖ وَأُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ ۖ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿٥﴾

کفر کیا اور ایسے لوگوں کی گردنوں میں (دوزخ میں) طوق ڈالے جائیں گے۔ اور ایسے لوگ دوزخی ہیں (اور) وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

کتنی بے ہودہ بات

اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتا ہے کہ آپ ان کے جھٹلانے پر کوئی تعجب نہ کریں یہ ہیں ہی ایسے اتنی اتنی نشانیاں دیکھتے ہوئے خدا کی قدرت کا ہمیشہ مطالعہ کرتے ہوئے اسے مانتے ہوئے کہ سب کا خالق اللہ ہی ہے پھر قیامت کے منکر ہوتے ہیں۔ حالانکہ روزمرہ مشاہدہ کرتے رہتے ہیں کہ کچھ نہیں ہوتا اور خدائے تعالیٰ سب کچھ کر دیتا ہے۔ ہر عاقل جان سکتا ہے۔ کہ زمین و آسمان کی پیدائش انسان کی پیدائش سے بہت بڑی ہے، اور دوبارہ پیدا کرنا بہ نسبت اول بار پیدا کرنے کے بہت آسان ہے جیسے فرمان خدا ہے۔ ٥ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِىْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَلَمْ يَعْىَ بِخَلْقِهِنَّ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنْ يُّحْیِۦَ الْمَوْتٰى ۚ بَلٰٓى اِنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِيْرٌ۔ یعنی جس نے آسمان و زمین بغیر تھکے پیدا کر دیا۔ کیا وہ مُردوں کو جلانے پر قادر نہیں؟ بیشک ہے بلکہ ہر چیز اس کی قدرت میں ہے۔ پس یہاں فرماتا ہے کہ دراصل یہ کفار ہیں۔ ان کی گردنوں میں قیامت کے دن طوق ہوں گے۔ اور یہ جہنمی ہیں جو ہمیشہ جہنم میں رہیں گے۔

وَيَسْتَعْجِلُونَكَ بِالسَّيِّئَةِ قَبْلَ الْحَسَنَةِ وَقَدْ خَلَتْ مِن قَبْلِهِمُ الْمَثُلَاتُ ۗ وَإِنَّ

اور یہ لوگ عافیت (کی مدت میعاد) سے پہلے آپ سے مصیبت (کے نزول) کا تقاضا کرتے ہیں حالانکہ ان سے پہلے (اور کفار پر) واقعات عقوبت گذر چکے ہیں۔ اور یہ بات

رَبَّكَ لَذُو مَغْفِرَةٍ لِّلنَّاسِ عَلَىٰ ظُلْمِهِمْ ۖ وَإِنَّ رَبَّكَ لَشَدِيدُ الْعِقَابِ ﴿٦﴾

بھی یقینی ہے کہ آپ کا رب لوگوں کی خطائیں باوجود ان کی بیجا حرکتوں کے معاف کر دیتا ہے اور یہ بات بھی یقینی ہے کہ آپ کا رب سخت سزا دیتا ہے۔

عجلت پسندی

یہ منکرین قیامت کہتے ہیں کہ اگر سچے ہو تو ہم پر عذاب خدا جلد ہی کیوں نہیں لاتے؟ کہتے تھے کہ اے وہ شخص جو دعویٰ کرتا ہے کہ تجھ پر کلام خدا اترتا ہے ہمارے نزدیک تو تو (معاذ اللہ) پاگل ہے اگر بالفرض سچا ہے تو عذاب کے فرشتوں کو کیوں نہیں لاتا؟ اس کے جواب میں ان سے کہا گیا کہ فرشتے حق کے اور فیصلے کے ساتھ ہی آیا کرتے ہیں جب وہ وقت آئے گا۔ اس وقت ایمان لانے یا توبہ کرنے یا نیک عمل کرنے کی فرصت و مہلت نہیں ملے گی۔ اسی طرح اور آیت میں ہے وَيَسْتَعْجِلُونَكَ دو آیتوں تک اور ایک جگہ ہے سَاَلَ سَآئِلٌ الخ اور آیت میں ہے کہ بے ایمان اس کی جلدی کر رہے ہیں۔ اور ایماندار اس سے خوف کھا رہے ہیں۔ اور اسے برحق جان رہے ہیں۔ اسی طرح اور آیت میں ارشاد ہے کہ وہ کہتے تھے کہ خدایا قیامت سے پہلے ہی ہمارا معاملہ نمٹا دے۔ اور آیت میں ہے کہ کہتے تھے کہ خدایا اگر یہ تیری طرف سے حق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر

٥ یعنی آسمان اور زمین جیسی ثقیل چیز کو پیدا کرنے کے بعد کچھ تو تھکنا چاہئے تھا لیکن خدا تعالیٰ پر ان دو چیزوں کے پیدا کرنے کے بعد تعب کے ذرا بھی آثار نہیں تھے ۱۲

برسایا کوئی اور المناک عذاب نازل فرما۔ مطلب یہ ہے کہ یہ اپنے کفر و انکار کے عذاب خدا کا آنا محال سمجھ کر اس قدر نڈر اور بے خوف
ہوگئے تھے کہ عذاب کے اُترنے کی آرزو اور طلب کیا کرتے تھے یہاں فرمایا کہ ان سے پہلے کے ایسے لوگوں کی مثالیں ان کے سامنے ہیں
کہ کس طرح وہ عذاب خدا میں پکڑ لئے گئے۔ یہ تو کہئے کہ خدائے تعالیٰ کا حلم و کرم ہے کہ گناہ دیکھتا ہے اور فوراً نہیں پکڑتا۔ ورنہ
روئے زمین پر کسی کو چلتا پھرتا نہ چھوڑے۔ دن رات خطائیں دیکھتا ہے اور درگذر فرماتا ہے۔ لیکن اس سے یہ نہ سمجھ لیا جائے کہ وہ
عذاب پر قدرت نہیں رکھتا۔ اس کے عذاب بھی بڑے خطرناک نہایت سخت اور بہت دردِ دکھ دینے والے ہیں۔ چنانچہ فرمان ہے فَاِنْ
كَذَّبُوْكَ فَقُلْ رَّبُّكُمْ ذُوْ رَحْمَةٍ وَّاسِعَةٍ الخ اگر یہ تجھے جھٹلائے تو تو کہہ دے کہ تمہارا رب وسیع رحمتوں والا ہے۔ لیکن اس کے آئے
ہوئے عذاب گنہگاروں پر سے نہیں ہٹائے جا سکتے۔ اور فرمان ہے کہ تیرا پروردگار جلد عذاب کرنے والا اور بخشنے اور مہربانی کرنے
والا ہے۔ اور آیت میں ہے۔ نَبِّئْ عِبَادِيْۤ الخ میرے بندوں کو خبر کر دے کہ میں غفور رحیم ہوں اور میرے عذاب بھی بڑے دردناک
ہیں۔ اس قسم کی اور بھی بہت سی آیتیں ہیں۔ جن میں امید و بیم، خوف و رجا کا ایک ساتھ بیان ہوا ہے۔ ابن ابی حاتم میں ہے۔ اس آیت کے
اُترنے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اگر خدائے تعالیٰ کا معاف فرمانا اور درگذر فرمانا نہ ہوتا تو کسی کی زندگی کا لطف باقی نہ رہتا
اور اگر اس کا دھمکانا ڈرانا اور سزا کرنا نہ ہوتا تو ہر شخص بے پرواہی سے ظلم و زیادتی میں مشغول ہو جاتا۔ ابن عساکر میں ہے کہ حسن بن عثمان
ابوحسان رمادی رحمۃ اللہ علیہ نے خواب میں اللہ تعالیٰ عزوجل کا دیدار کیا۔ دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے سامنے کھڑے اپنی ایک امتی
کی شفاعت کر رہے ہیں۔ جس پر فرمان باری جاری ہوا کہ کیا تجھے اتنا کافی نہیں کہ میں نے سورہ رعد میں تجھ پر آیت وَاِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ
مَغْفِرَةٍ لِّلنَّاسِ عَلٰى ظُلْمِهِمْ۔ نازل فرمائی ہے۔ ابوحسان فرماتے ہیں کہ اس کے بعد میری آنکھ کھل گئی ؎

ع ۵ وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْلَاۤ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ اِنَّمَاۤ اَنْتَ مُنْذِرٌ وَّلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ (7)

اور یہ کفار یوں (بھی) کہتے ہیں کہ ان پر خاص معجزہ (جو ہم چاہتے ہیں) کیوں نہیں نازل کیا گیا؟ آپ صرف ڈرانے والے (نبی) ہیں اور ہر قوم کے لئے ہادی ہوتے چلے آئے ہیں

ہر قوم میں ہادی پیدا ہوئے ہیں۔

کافر لوگ اعتراضاً کہا کرتے تھے کہ جس طرح اگلے پیغمبر معجزے لے کر آئے یہ پیغمبر
کیوں نہیں لائے؟ مثلاً صفا پہاڑ سونے کا بنا دیتے۔ یا مثلاً عرب کے پہاڑ یہاں
سے ہٹ جاتے۔ اور یہاں سبزہ اور نہریں ہو جاتیں۔ پس ان کے جواب میں اور جگہ ہے کہ ہم یہ معجزے بھی دکھا دیتے۔ مگر اگلوں کی طرح
ان کے جھٹلانے پر پھر اگلوں جیسے ہی عذاب ان پر آ جاتے۔ تو ان کی باتوں سے مغموم و متفکر نہ ہو جایا کر تیرے ذمہ تو صرف تبلیغ
ہی ہے۔ تو ہادی نہیں۔ ان کے نہ ماننے سے تیری پکڑ نہ ہوگی ہدایت خدا کے ہاتھ ہے۔ یہ تیرے بس کی بات نہیں۔ ہر قوم کے لئے رہبر
اور داعی ہے یا یہ مطلب کہ ہادی میں ہوں تو تو ڈرانے والا ہے۔ اور آیت میں ہے۔ وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ۔ ہر امت میں ڈرانے والا گذرا
ہے۔ اور مراد یہاں ہادی سے پیغمبر ہے۔ پس پیشوا، رہبر ہر گروہ میں ہوتا ہے۔ جس کے علم و عمل سے دوسرے راہ پا سکیں اس امت کے پیشوا آنحضرت
محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ ایک نہایت ہی منکر واہی روایت میں ہے کہ اس آیت کے اُترنے کے وقت آپ نے اپنے سینہ پر
ہاتھ رکھکر فرمایا منذر تو میں ہوں۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے کندھے کی طرف اشارہ کر کے فرمایا تو اے علی ہادی ہے
میرے بعد ہدایت پانے والے تجھ سے ہدایت پائیں گے۔

حضرت علیؓ سے منقول ہے کہ اس جگہ ہادی سے مراد قریش کا ایک شخص ہے۔ جُنید کہتے ہیں کہ وہ حضرت علیؓ خود ہیں۔ ابن
جریر نے حضرت علیؓ سے ہادی ہونے کی روایت کی ہے۔ لیکن اس میں سخت نکارت ہے۔

؎ کیونکہ سنت الٰہی یہی ہے کہ جب کسی قوم کے مطالبہ پر کسی معجزہ کا مظاہرہ کیا جاتا ہے اور اس معجزہ کو دیکھنے کے بعد بھی وہ ایمان نہیں لاتے تو ان پر خدا تعالیٰ
کا عذاب آ جاتا ہے چنانچہ پہلی امتوں نے خدا تعالیٰ کے معجزے دیکھنے کے بعد بھی ایمان نہیں قبول کیا تھا تو ان پر عذاب آ گیا ۱۲ انظر شاہ کشمیری ؛

اَللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ كُلُّ أُنْثٰى وَمَا تَغِيْضُ الْأَرْحَامُ وَمَا تَزْدَادُ ؕ

اللہ تعالیٰ کو سب خبر رہتی ہے جو کچھ کسی عورت کو حمل رہتا ہے اور جو کچھ رحم میں کمی بیشی ہوتی ہے۔

وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهٗ بِمِقْدَارٍ ① عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْكَبِيْرُ الْمُتَعَالِ ②

اور ہر شے اللہ کے نزدیک ایک خاص اندازے سے (مقرر) ہے۔ وہ تمام پوشیدہ اور ظاہر چیزوں کا جاننے والا ہے سب سے بڑا اور عالی شان ہے۔

عالم الغیب

اللہ کے علم سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں۔ تمام جاندار مادائیں حیوان ہوں یا انسان ان کے پیٹ کے بچوں کا ان کے حمل کا خدا کو علم ہے۔ پیٹ میں کیا ہے؟ اسے خدا بخوبی جانتا ہے۔ یعنی لڑکا ہے یا لڑکی۔ اچھا ہے یا برا، نیک ہے یا بد، اس کی عمر بھی ہے یا نہیں۔ چنانچہ ارشاد ہے هُوَ أَعْلَمُ بِكُمْ الخ وہ بخوبی جانتا ہے جبکہ تمہیں زمین سے پیدا کرتا ہے اور جبکہ تم ماں کے پیٹ میں چھپے ہوئے ہوتے ہو الخ اور فرمان ہے يَخْلُقُكُمْ فِي بُطُونِ أُمَّهَاتِكُمْ الخ وہ تمہیں تمہاری ماں کے پیٹ میں پیدا کرتا ہے۔ ایک کے بعد دوسری پیدائش میں تین تین اندھیریوں میں۔ ارشاد ہے وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ سُلَالَةٍ الخ ہم نے انسان کو مٹی سے پیدا کیا۔ پھر نطفہ سے نطفہ کو خون بستہ کیا۔ خون بستہ کو لوتھڑا گوشت کا کیا۔ لوتھڑے کو ہڈی کی شکل میں کر دیا۔ پھر ہڈی پر گوشت چڑھایا۔ پھر آخری مرحلہ میں پیدا کیا پس بہترین خالق با برکت ہے۔ صحیحین کی حدیث میں فرمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ تم میں سے ہر ایک کی پیدائش چالیس دن تک اس کی ماں کے پیٹ میں جمع ہوتی رہتی ہے۔ پھر اتنے ہی دنوں تک وہ گوشت کا لوتھڑا رہتا ہے۔ پھر اللہ تبارک وتعالیٰ خالق کل ایک فرشتہ کو بھیجتا ہے جسے چار باتوں کے لکھ لینے کا حکم ہوتا ہے۔ اس کا رزق، عمر، عمل اور نیک و بد ہونا لکھ لیتا ہے۔ اور حدیث میں ہے وہ پوچھتا ہے۔ خدایا مرد ہوگا یا عورت؟ شقی ہوگا یا سعید؟ روزی کیا ہے؟ عمر کتنی ہے؟ اللہ تعالیٰ بتلاتا ہے اور وہ لکھ لیتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں غیب کی پانچ کنجیاں ہیں جنہیں بجز اللہ تعالیٰ علیم و خبیر کے اور کوئی نہیں جانتا۔ کل کی بات اللہ کے سوا اور نہیں جانتا، عورت کے پیٹ میں لڑکا ہے یا لڑکی کوئی نہیں جانتا بارش کب برسے گی۔ اس کا علم بھی کسی کو نہیں کہ کون شخص کہاں مرے گا۔ اسے بھی اس کے سوا کوئی نہیں جانتا قیامت کب ہوگی اس کا علم بھی اللہ ہی کو ہے۔ پیٹ کیا گھٹاتے ہیں۔ اس سے مراد حمل کا ساقط ہو جانا ہے۔ اور رحم میں کیا بڑھ رہا ہے۔ کیسے پورا ہو رہا ہے۔ یہ بھی اللہ کو بخوبی علم رہتا ہے دیکھو کوئی عورت دس مہینے لیتی ہے کوئی نو۔ کبھی کا حمل گھٹتا ہے کسی کا بڑھتا ہے۔ نو ماہ سے گھٹنا، نو ماہ سے بڑھ جانا اللہ کے علم میں ہے۔ حضرت ضحاک کا بیان ہے کہ میں دو سال ماں کے پیٹ میں رہا۔ جب پیدا ہوا تو میرے اگلے دو دانت نکل آئے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا فرمان ہے کہ حمل کی انتہائی مدت دو سال کی ہوتی ہے۔ کمی سے مراد بعض کے نزدیک ایام حمل میں خون آنا اور زیادتی سے مراد نو ماہ سے زیادہ حمل کا ٹھیرا رہنا ہے۔ مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں نو سے پہلے جب عورت خون کو دیکھے تو نو سے زیادہ ہو جاتے ہیں۔ مثل ایام حیض کے خون کے گرنے سے بچہ اچھا ہو جاتا ہے۔ اور نہ گرے تو بچہ پورا پاٹھا اور بڑا ہوتا ہے۔ حضرت مکحول رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ بچہ اپنی ماں کے پیٹ میں بالکل بے غم بے کھٹکے اور با آرام ہوتا ہے۔ اس کی ماں کے حیض کا خون اس کی غذا ہوتا ہے۔ جو بے طلب با آرام اسے پہنچتا رہتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ماں کو ان دنوں حیض نہیں آتا۔ پھر جب بچہ پیدا ہوتا ہے زمین پر آتے ہی چلاتا ہے۔ اس انجان جگہ سے اسے وحشت ہوتی ہے۔ جب اس کی نال کٹ جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی روزی ماں کے سینے میں پہنچا دیتا ہے۔ اور اب بھی بے طلب بے جستجو بے رنج و غم بے فکری کے ساتھ اسے روزی ملتی رہتی ہے۔ پھر ذرا بڑا ہوتا ہے۔ اپنے ہاتھوں کھانے پینے لگتا ہے۔ لیکن بالغ ہوتے ہی روزی کے لئے ہائے ہائے کرنے لگتا ہے۔ موت اور قتل تک سے روزی حاصل ہونے کا امکان ہو تو پس و پیش نہیں کرتا۔ افسوس اے ابن آدم تجھ پر حیرت ہے۔ جس نے تجھے تیری ماں کے پیٹ میں روزی دی، جس نے تجھے تیری ماں کی گود میں روزی دی جس نے تجھے بچہ سے بالغ بنانے تک روزی دی۔ اب تو بالغ اور عقلمند ہو کر یہ کہنے لگا کہ ہائے کہاں سے کھاؤں گا۔ موت ہو یا قتل ہو۔ پھر آپ نے یہی آیت پڑھی۔ ہر چیز اس کے پاس باندازہ ہے۔ رزق اجل سب با مقرر شدہ ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک صاحبزادی صاحبہ نے آپ کے پاس آدمی بھیجا کہ

میرا بچہ آخری حالت میں ہے اگر آپ تشریف لائیں تو مناسب اور بہتر ہو۔ آپ نے فرمایا جاؤ ان سے کہدو کہ جو اللہ لے لے وہ اسی کا ہے جو دے رکھے وہ بھی اسی کا ہے۔ ہر چیز کا صحیح اندازہ اس کے پاس ہے ان سے کہدو کہ صبر کریں اور خدا سے ثواب کی امید رکھیں الخ خدائے تعالیٰ ہر اس چیز کو بھی جانتا ہے جو بندوں سے پوشیدہ ہے۔ اور اسے بھی جو بندوں کو بھی معلوم ہے۔ اس سے کچھ بھی مخفی نہیں وہ سب سے بڑا۔ وہ ہر ایک سے بلند ہے' ہر ایک چیز اس کے علم میں ہے۔ ساری مخلوق اس کے سامنے عاجز ہے۔ ہر چیز کی گردنیں اطاعت کے ساتھ اس کے سامنے جھکی ہوئی ہیں۔ تمام بندے اس کے سامنے عاجز لاچار اور محض بے بس ہیں۔

سَوَآءٌ مِّنْكُمْ مَّنْ اَسَرَّ الْقَوْلَ وَمَنْ جَهَرَ بِهٖ وَمَنْ هُوَ مُسْتَخْفٍۢ بِالَّيْلِ وَسَارِبٌۢ

تم میں سے جو شخص کوئی بات چپکے سے کہے اور جو پکار کر کہے اور جو شخص رات میں کہیں چھپ جاوے اور جو دن میں چلے پھرے

بِالنَّهَارِ ﴿۱۰﴾ لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ مِّنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ يَحْفَظُوْنَهٗ

یہ سب برابر ہیں ہر شخص (کی حفاظت) کے لئے کچھ فرشتے (مقرر) ہیں جن کی بدلی ہوتی رہتی ہے کچھ اس کے آگے اور کچھ اس کے پیچھے کہ وہ بحکم خدا اس کی

مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ ۭ وَ

حفاظت کرتے ہیں۔ واقعی اللہ تعالیٰ کسی قوم کی (اچھی) حالت میں تغیر نہیں کرتا جب تک وہ لوگ خود اپنی (صلاحیت کی) حالت کو نہیں بدل دیتے۔ اور

اِذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِقَوْمٍ سُوْۗءًا فَلَا مَرَدَّ لَهٗ ۚ وَمَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّالٍ ﴿۱۱﴾

جب اللہ تعالیٰ کسی قوم پر مصیبت ڈالنا تجویز کر لیتا ہے تو پھر اس کے ہٹنے کی کوئی صورت ہی نہیں اور کوئی خدا کے سوا ان کا مددگار نہیں رہتا۔

سب کچھ جانتا ہے

اللہ تعالیٰ کا علم مخلوق کو گھیرے ہوئے ہے۔ کوئی چیز اس کے علم سے باہر نہیں۔ پست اور بلند ہر آواز وہ سنتا ہے چھپا کھلا سب جانتا ہے، تم چھپاؤ یا کھولو اس سے کچھ مخفی نہیں۔ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ وہ خدا پاک ہے جس کی سننے کی قوت نے تمام آوازوں کو گھیرا ہوا ہے۔ قسم خدا کی اپنے خاوند کی شکایت لے کر آنے والی عورت نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس طرح کانا پھوسی کی کہ میں پاس ہی گھر میں بیٹھی ہوئی تھی۔ لیکن میں بھی پوری طرح نہ سن سکی لیکن اللہ تعالیٰ نے آیتیں قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ الخ اتاریں۔ یعنی اس عورت کی یہ تمام سرگوشی اللہ تعالیٰ سن رہا تھا۔ وہ سمیع و بصیر ہے جو اپنے گھر کے تہ خانہ میں راتوں کے اندھیرے میں چھپا ہوا ہو۔ وہ اور جو دن کے وقت کھلم کھلا آباد راستوں میں چلا جا رہا ہو۔ وہ اللہ کے علم میں برابر ہیں جیسے آیت اَلَا حِيْنَ يَسْتَغْشُوْنَ ثِيَابَهُمْ الخ میں فرمایا ہے۔ اور آیت وَمَا تَكُوْنُ فِيْ شَاْنٍ میں ارشاد ہوا ہے کہ تمہارے کسی کام کے وقت تم ادھر ادھر نہیں ہوتے۔ کوئی ذرہ ہمارے علم سے خارج نہیں۔ خدا کے فرشتے بطور نگہبان اور چوکیدار کے بندوں کے ارد گرد مقرر ہیں۔ جو انہیں آفتوں سے اور تکلیفوں سے بچاتے رہتے ہیں۔ جیسے کہ اعمال پر نگہبان فرشتوں کی اور جماعت ہے جو باری باری پے در پے آتے جاتے رہتے ہیں۔ رات کے الگ دن کے الگ۔ اور جیسے کہ دو فرشتے انسان کے دائیں بائیں اعمال لکھنے پر مقرر ہیں۔ داہنے والا نیکیاں لکھتا ہے' بائیں جانب والا بدیاں لکھتا ہے۔ اسی طرح دو فرشتے اس کے آگے پیچھے ہیں جو اس کی حفاظت و حراست کرتے رہتے ہیں۔ پس ہر انسان ہر وقت چار فرشتوں میں رہتا ہے۔ دو کاتب اعمال دائیں بائیں دو نگہبانی کرنے والے آگے پیچھے پھر رات کے الگ' دن کے الگ۔ چنانچہ حدیث میں ہے۔ تم میں فرشتے پے در پے آتے جاتے رہتے ہیں۔ رات کے اور دن کے۔ ان کی باہمی ملاقات صبح اور عصر کی نماز میں ہوتی ہے۔ رات گزارنے والے آسمان پر چڑھ جاتے ہیں باوجود علم کے اللہ تبارک و تعالیٰ ان سے پوچھتا ہے کہ تم نے میرے بندوں کو کس حالت میں چھوڑا؟ وہ جواب دیتے ہیں کہ ہم گئے تو انہیں نماز میں پایا۔ اور آئے تو نماز میں چھوڑ آئے۔ اور حدیث میں ہے۔ تمہارے ساتھ وہ ہیں جو سوا پاخانہ اور جماع کے وقت تم سے علیحدہ نہیں ہوتے پس تمہیں ان کا لحاظ اور ان کی شرم اور ان کا اکرام اور ان کی عزت کرنی چاہئے۔ پس جب خدا کو کوئی نقصان بندہ کو پہنچانا منظور ہوتا ہے۔ بقول ابن عباس

محافظ فرشتے اس کام کو ہو جانے دیتے ہیں۔ مجاہد کہتے ہیں ہر بندہ کے ساتھ خدا کی طرف سے موکل ہے جو اسے سوتے جاگتے جنات سے انسان سے زہریلے جانوروں اور آفتوں سے بچاتا رہتا ہے۔ ہر چیز کو روک دیتا ہے۔ مگر وہ جسے خدا پہنچانا چاہے۔ ابن عباس فرماتے ہیں یہ دنیا کے بادشاہوں امیروں وغیرہ کا ذکر ہے۔ جو پہرے چوکی میں رہتے ہیں۔ ضحاک فرماتے ہیں کہ سلطان اللہ کی نگہبانی میں ہوتا ہے۔ امر اللہ سے یعنی مشرکین اور ظاہرین سے۔ واللہ اعلم۔ ممکن ہے غرض اس قول سے یہ ہو کہ جیسے بادشاہوں امیروں کی چوکیداری سپاہی کرتے ہیں۔ اسی طرح بندہ کے چوکیدار خدا کی طرف سے مقرر شدہ ہوتے ہیں۔ ایک غریب روایت میں تفسیر ابن جریر میں ہے۔ کہ حضرت عثمان رض حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے۔ اور آپ سے دریافت کیا کہ فرمائیے بندہ کے ساتھ کتنے فرشتے ہوتے ہیں۔ آپ نے فرمایا ایک تو دائیں جانب نیکیوں کا لکھنے والا جو بائیں جانب والے پر امیر ہے۔ جب تو کوئی نیکی کرتا ہے۔ وہ ایک کے بجائے دس لکھ لی جاتی ہیں۔ جب تو کوئی برائی کرے تو بائیں والا دائیں والے سے اس کے لکھنے کی اجازت طلب کرتا ہے وہ کہتا ہے ذرا ٹھہیر جاؤ شاید یہ توبہ و استغفار کر لے۔ تین مرتبہ وہ اجازت مانگتا ہے۔ تب بھی اگر اس نے توبہ نہ کی تو یہ نیکی کا فرشتہ اس سے کہتا ہے۔ اب لکھ لے۔ اللہ ہمیں اس سے چھڑائے۔ یہ تو بڑا بُرا ساتھی ہے۔ اسے خدا کا لحاظ نہیں یہ اس سے نہیں شرماتا۔ اللہ کا فرمان ہے کہ انسان جو بات زبان پر لاتا ہے اس پر نگہبان متعین ہیں۔ اور دو فرشتے تیرے آگے پیچھے ہیں فرمانِ خدا ہے لَہٗ مُعَقِّبٰتٌ الخ۔ اور ایک فرشتہ تیرے ماتھے کے بال تھامے ہوئے ہے۔ جب تو خدا کے لئے تواضع اور فروتنی کرتا ہے۔ وہ تجھے بلند درجہ کر دیتا ہے۔ اور جب تو اللہ کے سامنے سرکشی اور تکبر کرتا ہے وہ تجھے پست اور عاجز کر دیتا ہے۔ اور دو فرشتے تیرے ہونٹوں پر ہیں۔ جو درود تو مجھ پر پڑھتا ہے۔ اس کی وہ حفاظت کرتے ہیں۔ ایک فرشتہ جو تیرے منہ پر کھڑا ہے کہ کوئی سانپ وغیرہ جیسی چیز تیرے حلق میں نہ چلی جائے۔ اور دو فرشتے تیری آنکھوں پر ہیں۔ بس یہ دس فرشتے ہر بنی آدم کے ساتھ ہیں۔ پھر دن کے الگ ہیں اور رات کے الگ ہیں۔ یوں ہر شخص کے ساتھ بیس فرشتے من جانب اللہ متعین ہیں۔ ادھر بہکانے کے لئے دن بھر تو ابلیس کی ڈیوٹی رہتی ہے۔ اور رات کو اس کی اولاد کی۔ مسند احمد میں ہے تم میں سے ہر ایک کے ساتھ جن ساتھی ہے اور فرشتہ ساتھی ہے۔ لوگوں نے کہا آپ کے ساتھ بھی؟ فرمایا ہاں لیکن اللہ نے اس پر میری مدد کی ہے۔ وہ مجھے بھلائی کے سوا کچھ نہیں کہتا۔ (مسلم) یہ فرشتے بحکم خدا اس کی نگہبانی رکھتے ہیں بعض قراتوں میں مِنْ اَمْرِ اللّٰہِ کے بدلے بِاَمْرِ اللّٰہِ ہے۔ کعب کہتے ہیں۔ اگر ابن آدم کے لئے ہر نرم و سخت کھل جائے تو البتہ ہر چیز اسے خود نظر آنے لگے۔ اور اگر اللہ کی طرف سے یہ محافظ فرشتے مقرر نہ ہوں۔ جو کھانے پینے اور شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں تو واللہ تم تو اچک لئے جاؤ۔ ابو امامہ فرماتے ہیں۔ ہر آدمی کے ساتھ محافظ فرشتہ ہے جو تقدیری امور کے سوا اور تمام بلاؤں کو اس سے دفع کرتا رہتا ہے۔ ایک شخص قبیلہ مراد کا حضرت علی رض کے پاس آیا۔ انھیں نماز میں مشغول دیکھا تو کہا کہ قبیلہ مراد کے آدمی آپ کے قتل کا ارادہ کر چکے ہیں۔ آپ محافظین مقرر کر لیجئے۔ آپ نے فرمایا ہر شخص کے ساتھ دو فرشتے اس کے محافظ مقرر ہیں۔ بغیر تقدیر کے لکھے کسی برائی کو انسان تک پہنچنے نہیں دیتے۔ سنو! اجل ایک مضبوط قلعہ ہے اور عمدہ ڈھال ہے۔ اور کہا گیا ہے کہ بحکم خدا امرِ خدا سے اس کی حفاظت کرتے رہتے ہیں۔ جیسے حدیث شریف میں ہے۔ لوگوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ یہ جھاڑ پھونک جو ہم کرتے ہیں کیا اس سے خدا کی مقرر کی ہوئی تقدیر ٹل جاتی ہے؟ آپ نے فرمایا وہ خود اللہ کی مقرر کردہ ہے۔ ابن ابی حاتم میں ہے کہ بنی اسرائیل کے نبیوں میں سے ایک کی طرف وحی خدا ہوئی کہ اپنی قوم سے کہدے کہ جس بستی والے اور جس گھر والے خدا کی اطاعت گذاری کرتے کرتے خدا کی معصیت کرنے لگتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی راحت کی چیزوں کو ان سے دور کر کے انھیں وہ چیزیں پہنچاتا ہے جو انھیں تکلیف دینے والی ہوں۔ اس کی تصدیق قرآن کی آیت اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ الخ سے بھی ہوتی ہے۔ امام ابن ابی شیبہ کی کتاب صفۃ العرش میں یہ روایت مرفوعاً بھی آئی ہے۔ عمیر بن عبد الملک کہتے ہیں کہ کوفہ کے ممبر پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ہمیں خطبہ سنایا جس میں فرمایا کہ اگر میں چپ رہتا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم بات شروع کرتے۔ اور جب میں پوچھتا تو آپ مجھے جواب دیتے۔ ایک دن آپ نے مجھ سے فرمایا خدائے تعالیٰ فرماتا ہے۔ مجھے قسم ہے اپنی عزت و جلال کی اپنی بلندی کی جو عرش پر ہے کہ جس بستی کے جس گھر کے لوگ میری نافرمانیوں

ف ہمارا روزانہ کا بھی مشاہدہ ہے کہ ایک نہایت شریر آدمی نیک آدمی کیساتھ اچھا ہی معاملہ کرتا ہے اور اسکی تمام بدی اور برائی اس نیک آدمی کے حضور ختم ہو جاتی ہیں ۱۲ انظر شاہ

میں مبتلا ہوں پھر انہیں چھوڑ کر میری فرمانبرداری میں لگ جائیں تو میں بھی اپنے عذاب اور دکھ ان سے ہٹا کر اپنی رحمت اور سکھ انہیں عطا فرماتا ہوں۔ یہ حدیث غریب ہے اور اس کی سند میں ایک راوی غیر معروف ہے۔

هُوَ الَّذِي يُرِيكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَطَمَعًا وَيُنْشِئُ السَّحَابَ الثِّقَالَ ﴿۵﴾

وہ ایسا ہے کہ تم کو بجلی دکھلاتا ہے جس سے ڈر بھی ہوتا ہے اور امید بھی ہوتی ہے اور وہ بادلوں کو (بھی) بلند کرتا ہے جو پانی سے بھرے ہوتے ہیں

وَيُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهِ وَالْمَلَائِكَةُ مِنْ خِيفَتِهِ وَيُرْسِلُ الصَّوَاعِقَ

اور رعد (فرشتہ) اس کی تعریف کے ساتھ اس کی پاکی بیان کرتا ہے اور (دوسرے) فرشتے بھی اس کے خوف سے اور وہ بجلیاں بھیجتا ہے

فَيُصِيبُ بِهَا مَنْ يَشَاءُ وَهُمْ يُجَادِلُونَ فِي اللَّهِ وَهُوَ شَدِيدُ الْمِحَالِ ﴿۶﴾

پھر جس پر چاہے گرا دیتا ہے اور وہ لوگ اللہ کے باب میں جھگڑتے ہیں حالانکہ وہ بڑا شدید القوۃ ہے۔

اسی کی حکمرانی

بجلی بھی اسی کے حکم میں ہے۔ ابن عباسؓ نے ایک سائل کے جواب میں کہا تھا کہ برق پانی ہے۔ مسافر اسے دیکھ کر اپنی ایذا اور مشقت کے خوف سے گھبرا اٹھتا ہے۔ اور مقیم برکت و نفع کی امید پر رزق کی زیادتی کا لالچ کرتا ہے۔ وہی بوجھل بادلوں کو پیدا کرتا ہے جو بوجہ پانی کے بوجھ کے زمین سے قریب آ جاتے ہیں۔ پس ان میں بوجھ پانی کا ہوتا ہے۔ پھر فرمایا کہ کڑک بھی اس کی تسبیح و تعریف کرتی ہے۔ اور جگہ ہے کہ ہر چیز اللہ کی تسبیح و حمد کرتی ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ بادل پیدا کرتا ہے جو اچھی طرح بولتے ہیں اور ہنستے ہیں۔ ممکن ہے بولنے سے مراد گرجنا اور ہنسنے سے مراد بجلی کا ظاہر ہونا ہے۔ سعد ابن ابراہیم کہتے ہیں اللہ تعالیٰ بارش بھیجتا ہے۔ اس سے اچھی بولی اور اس سے اچھی ہنسی والا کوئی نہیں، اس کی ہنسی بجلی ہے اور اس کی گفتگو گرج ہے۔ محمد بن مسلم کہتے ہیں کہ ہمیں یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ برق ایک فرشتہ ہے جس کے چار منہ ہیں۔ ایک انسان جیسا، ایک بیل جیسا، ایک گدھ جیسا، ایک شیر جیسا۔ وہ جب دُم ہلاتا ہے تو بجلی ظاہر ہوتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم گرج کڑک سن کر یہ دعا پڑھتے۔ اَللّٰهُمَّ لَا تَقْتُلْنَا بِغَضَبِكَ وَلَا تُهْلِكْنَا بِعَذَابِكَ وَعَافِنَا قَبْلَ ذٰلِكَ (ترمذی) اور روایت میں یہ دعا ہے سُبْحَانَ مَنْ يُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهٖ۔ حضرت علی گرج سن کر پڑھتے سُبْحَانَ مَنْ سَبَّحْتَ لَهٗ ابن ابی ذکریا فرماتے ہیں جو شخص گرج کڑک سن کر کہے سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ اس پر بجلی نہیں گرے گی۔ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ گرج کڑک کی آواز سن کر باتیں چھوڑ دیتے اور فرماتے سُبْحَانَ اللّٰهِ الَّذِيْ يُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهٖ وَالْمَلٰٓئِكَةُ مِنْ خِيْفَتِهٖ۔ اور فرماتے ہیں کہ اس آیت میں اور اس آواز میں زمین والوں کے لئے بڑی ڈراوے کی چیز ہے۔ مسند احمد میں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ تمہارا رب العزت فرماتا ہے اگر میرے بندے میری پوری اطاعت کرتے تو میں راتوں کو بارشیں برساتا اور دن کو سورج چڑھاتا۔ اور انہیں گرج کی آواز تک نہ سناتا۔ طبرانی میں ہے کہ آپ فرماتے ہیں۔ گرج سن کر اللہ کا ذکر کرو۔ کیونکہ ذکر کرنے والوں پر کڑاکا نہیں گرتا۔ وہ کڑاکا بھیجتا ہے جسے چاہے اس پر عذاب گرتا ہے۔ اس لئے آخر زمانہ میں بکثرت بجلیاں گریں گی۔ مسند کی حدیث میں ہے کہ قیامت کے قریب بجلی بکثرت گرے گی۔ یہاں تک کہ ایک شخص اپنی قوم سے آکر پوچھے گا کہ صبح کس پر بجلی گری؟ وہ کہیں گے فلاں فلاں پر۔ ابو یعلیٰ راوی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو ایک مغرور سردار کے بلانے کو بھیجا۔ اس نے کہا کون رسول؟ اور کون اللہ؟ اللہ سونے کا ہے یا چاندی کا؟ یا پیتل کا؟ قاصد واپس آیا اور آپ سے یہ ذکر کیا کہ دیکھئے میں نے تو آپ سے پہلے کہا تھا کہ وہ متکبر مغرور شخص ہے۔ آپ اسے نہ بلوائیں۔ آپ نے فرمایا دوبارہ جاؤ۔ اور اس سے یہی کہو۔ اس نے جا کر پھر بلایا۔ لیکن اس فرعون نے یہی جواب اس مرتبہ بھی دیا۔ قاصد نے واپس آکر پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا۔ آپ نے تیسری مرتبہ بھیجا۔ اب کی مرتبہ بھی اس نے پیغام سن کر وہی جواب دینا شروع کیا۔ کہ ایک بادل اس کے سر پر آ گیا، کڑکا اور اس میں سے بجلی گری اور اس کے سر سے کھوپری اڑا لے گئی۔ اس

کے بعد یہ آیت اتری۔ ایک روایت میں ہے کہ ایک یہودی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔ اور کہنے لگا کہ خدا تعالیٰ تانبے کا ہے یا موتی کا یا یاقوت کا۔ ابھی اس کا سوال پورا نہ ہوا تھا۔ جو بجلی گری اور وہ تباہ ہوگیا۔ اور یہ آیت اتری۔ قتادہ کہتے ہیں مذکور ہے کہ ایک شخص نے قرآن کو جھٹلایا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت سے انکار کیا۔ اسی وقت آسمان سے بجلی گری اور وہ ہلاک ہوگیا۔ اور یہ آیت اتری۔ اس آیت کے شانِ نزول میں عامر بن طفیل اور زید بن ربیعہ کا قصہ بھی بیان ہوتا ہے۔ یہ دونوں سردارانِ عرب مدینہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے۔ اور کہا کہ ہم آپ کو مان لیں گے۔ لیکن اس شرط پر کہ آپ ہمیں نصف میں شریک کرلیں۔ آپ نے انھیں اس سے مایوس کر دیا۔ تو عامر ملعون نے کہا۔ واللہ میں سارے عرب کے میدان کو لشکروں سے بھر دوں گا۔ آپ نے فرمایا جھوٹا ہے۔ خدا تجھے یہ موقعہ ہی نہیں دے گا۔ پھر یہ دونوں مدینہ میں ٹھیرے رہے کہ موقعہ پاکر حضور کو غفلت میں قتل کر دیں۔ چنانچہ ایک دن انھیں موقعہ مل گیا ایک نے تو آپ کو سامنے سے باتوں میں لگالیا۔ دوسرا تلوار تول کر پیچھے سے آگیا۔ لیکن اس محافظِ حقیقی نے آپ کو ان کی شرارت سے بچالیا۔ اب یہاں سے نامراد ہو کر چلے۔ اور اپنے جلے دل کے پھپھولے پھوڑنے کے لئے عرب کو آپ کے خلاف ابھارنے لگے۔ اسی حال میں اربد پر آسمان سے بجلی گری۔ اور اس کا کام تو تمام ہوگیا۔ عامر طاعون کی گلٹی سے پکڑا گیا۔ اور اسی میں بلک بلک کر جان دی۔ اور اسی جیسوں کے بارہ میں یہ آیت اتری کہ اللہ تعالیٰ جس پر چاہے بجلی گراتا ہے۔ اربد کے بھائی لبید نے اپنے بھائی کے اس واقعہ کو اشعار میں خوب بیان کیا ہے۔ اور روایت میں ہے کہ عامر نے کہا کہ اگر میں مسلمان ہوجاؤں تو مجھے کیا ملے گا؟ آپ نے فرمایا جو سب مسلمانوں کا حال ہے وہی تیرا حال ہوگا۔ اس نے کہا کہ پھر تو میں مسلمان نہیں ہوتا۔ اگر آپ کے بعد اس امر کا والی میں بنوں تو میں دین قبول کرتا ہوں۔ آپ نے فرمایا یہ امرِ خلافت نہ تیرے لئے ہے' نہ تیری قوم کے لئے ہاں ہمارا لشکر تیری مدد پر ہوگا اس نے کہا اس کی مجھے ضرورت نہیں۔ اب بھی نجدی لشکر میری پشت پناہی پر ہے۔ مجھے تو کچے پکے کا مالک کر دیں۔ تو میں دین اسلام قبول کرلوں۔ آپ نے فرمایا نہیں۔ یہ دونوں آپ کے پاس سے چلے گئے عامر کہنے لگا۔ واللہ میں مدینہ کو ہر طرف سے لشکروں سے محصور کرلوں گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تیرا یہ ارادہ پورا نہیں ہونے دے گا۔ اب ان دونوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ ایک تو حضرت کو باتوں میں لگائے۔ دوسرا تلوار سے آپ کا کام تمام کردے پھر ان میں سے لڑے گا کون؟ زیادہ سے زیادہ دیت دے کر پیچھا چھوٹ جائے گا۔ اب یہ دونوں پھر آپ کے پاس آئے۔ عامر نے کہا ذرا آپ اٹھ کر یہاں آیئے۔ میں آپ سے کچھ باتیں کرنا چاہتا ہوں۔ آپ اٹھے' اس کے ساتھ چلے۔ ایک دیوار کے نیچے وہ باتیں کرنے لگا حضور بھی کھڑے ہوئے سن رہے تھے۔ اربد نے موقعہ پاکر تلوار پر ہاتھ رکھا۔ اسے میان سے باہر نکالنا چاہا لیکن خدائے تعالیٰ نے اس کا ہاتھ شل کر دیا۔ اس سے تلوار نکلی ہی نہیں۔ جب کافی دیر لگ گئی اور اچانک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر پشت کی جانب پڑی تو آپ نے یہ حالت دیکھی اور وہاں سے لوٹ کر چلے آئے۔ اب یہ دونوں مدینہ سے چلے۔ حرہ راقم میں آکر ٹھیرے۔ لیکن سعد بن معاذ اور اسید بن حضیر وہاں پہنچے۔ اور انھیں وہاں سے نکالا۔ رقم میں پہنچے ہی تھے جو اربد پر بجلی گری۔ اس کا تو وہیں ڈھیر ہوگیا۔ عامر یہاں سے بھاگا۔ لیکن جریح میں پہنچا تھا جو اسے طاعون کی گلٹی نکلی۔ بنو سلول قبیلہ کی ایک عورت کے یہاں یہ ٹھیرا۔ وہ کبھی کبھی اپنی گردن کی گلٹی کو دباتا اور تعجب سے کہتا یہ تو ایسی ہے جیسے اونٹ کو ہوتی ہے۔ افسوس میں سلولیہ عورت کے گھر پر مروں گا۔ کیا اچھا ہوتا کہ میں اپنے گھر ہوتا۔ آخر اس سے نہ رہا گیا' گھوڑا منگوایا' سوار ہوا اور چل دیا۔ لیکن راستہ ہی میں ہلاک ہوگیا۔ پس ان کے بارے میں یہ آیتیں اَللّٰهُ يَعْلَمُ سے مِنْ وَّالٍ ۝ تک نازل ہوئیں۔ ان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کا ذکر بھی ہے۔ پھر اربد پر بجلی گرنے کا ذکر ہے۔ اور فرمایا ہے کہ یہ اللہ کے بارے میں جھگڑتے ہیں۔ اس کی عظمت و توحید کو نہیں مانتے حالانکہ خدائے تعالیٰ اپنے مخالفوں اور منکروں کو سخت سزا اور ناقابلِ برداشت عذاب دینے والا ہے۔ پس یہ آیت مثل آیت وَمَكَرُوا مَكْرًا وَّمَكَرْنَا مَكْرًا وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ۝ الخ کے ہے یعنی انھوں نے مکر کیا اور ہم نے بھی۔ اس طرح کہ انھیں معلوم نہ ہوسکا۔ اب تو خود دیکھ لے کہ ان کے مکر کا انجام کیا ہوا؟ ہم نے انھیں اور ان کی قوم کو غارت کر دیا۔ اللہ سخت پکڑ کرنے والا ہے' بہت قوی ہے' پوری قوت و طاقت والا ہے۔

لَهُ دَعْوَةُ الْحَقِّ ۖ وَالَّذِينَ يَدْعُونَ مِن دُونِهِ لَا يَسْتَجِيبُونَ لَهُم بِشَيْءٍ إِلَّا

سچا پکارنا اسی کے لئے خاص ہے اور خدا کے سوا جن کو یہ لوگ پکارتے ہیں وہ ان کی درخواست کو اس سے زیادہ منظور نہیں کر سکتے جتنا

كَبَاسِطِ كَفَّيْهِ إِلَى الْمَاءِ لِيَبْلُغَ فَاهُ وَمَا هُوَ بِبَالِغِهِ ۚ وَمَا دُعَاءُ الْكَافِرِينَ إِلَّا فِي ضَلَالٍ (۱۴)

پانی اس شخص کی درخواست کو منظور کرتا ہے جو اپنے دونوں ہاتھ پانی کی طرف پھیلائے ہوئے ہو تاکہ وہ اس کے منہ تک اڑ کر آجاوے وہ اس کے منہ تک (از خود) آنیوالا نہیں اور کافروں

صرف خدا کو پکارو

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ دَعْوَةُ الْحَقِّ سے مراد توحید ہے۔ محمد بن منکدر کہتے ہیں مراد لا الٰہ الا اللہ ہے۔ پھر مشرکوں کافروں کی مثال بیان ہوئی کہ جیسے کوئی شخص پانی کی طرف ہاتھ پھیلائے ہوئے ہو کہ اس کے منہ میں خود بخود پہنچ جائے تو ایسا نہیں ہوگا۔ اسی طرح یہ کفار جنھیں پکارتے ہیں اور جن سے امیدیں رکھتے ہیں۔ وہ ان کی امیدیں پوری نہیں کر سکتے۔ اور یہ مطلب بھی ہے کہ جیسے کوئی اپنی مٹھیوں میں پانی بند کرلے تو وہ رہے گا نہیں۔ پس باسط بمعنی قابض ہے۔ عربی شعر میں بھی قَابِضٌ مَاءً آیا ہے۔ پس جیسے پانی مٹھی میں روکنے والا اور جیسے پانی کی طرف ہاتھ پھیلانے والا پانی سے محروم ہے۔ ایسے ہی یہ مشرک خدا کے سوا دوسروں کو گو پکاریں۔ لیکن رہیں گے محروم ہی۔ دین و دنیا کا کوئی فائدہ انھیں نہ پہنچے گا ان کی پکار بے سود ہے۔

وَلِلَّهِ يَسْجُدُ مَن فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ طَوْعًا وَكَرْهًا وَظِلَالُهُم بِالْغُدُوِّ وَالْآصَالِ (۱۵)

اور اللہ کے سامنے سب سر خم کئے ہیں جتنے آسمانوں میں ہیں اور جتنے زمین میں ہیں خوشی سے اور مجبوری سے اور ان کے سائے بھی صبح اور شام کے وقتوں میں

خدا کی عظمت کے سامنے پوری کائنات سر بسجود ہے

اللہ تعالیٰ اپنی عظمت و سلطنت کو بیان فرما رہا ہے کہ ہر چیز اس کے سامنے پست ہے اور ہر ایک اس کی سرکار میں اپنی عاجزی کا اظہار کرتی ہے۔ مومن خوشی سے اور کافر بزور اس کے سامنے سجدہ میں ہیں ان کی پرچھائیں صبح شام اس کے سامنے جھکتی رہتی ہے۔ آصال جمع ہے اصیل کی۔ اور آیت میں بھی اس کا بیان ہوا ہے فرمان ہے اَوَلَمْ يَرَوْا إِلَىٰ مَا خَلَقَ اللَّهُ مِن شَيْءٍ يَتَفَيَّأُ ظِلَالُهُ الخ یعنی کیا انھوں نے نہیں دیکھا کہ تمام مخلوق خدا کے سائے دائیں بائیں جھک کر اللہ کو سجدہ کرتے ہیں۔ اور اپنی عاجزی کا اظہار کرتے ہیں۔

قُلْ مَن رَّبُّ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ قُلِ اللَّهُ ۚ قُلْ أَفَاتَّخَذْتُم مِّن دُونِهِ أَوْلِيَاءَ

آپ کہئے کہ آسمانوں اور زمین کا پروردگار کون ہے۔ آپ وہی کہدیجئے کہ اللہ ہے (پھر) آپ یہ کہئے کہ کیا پھر بھی تم نے خدا کے سوا دوسرے مددگار قرار دے رکھے ہیں

لَا يَمْلِكُونَ لِأَنفُسِهِمْ نَفْعًا وَلَا ضَرًّا ۚ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْأَعْمَىٰ وَالْبَصِيرُ أَمْ

جو تو اپنی ذات کے نفع نقصان کا بھی اختیار نہیں رکھتے آپ یہ (بھی) کہئے کہ کیا اندھا اور آنکھوں والا برابر ہو سکتا ہے یا

هَلْ تَسْتَوِي الظُّلُمَاتُ وَالنُّورُ ۗ أَمْ جَعَلُوا لِلَّهِ شُرَكَاءَ خَلَقُوا كَخَلْقِهِ

کہیں تاریکی اور روشنی برابر ہو سکتی ہے۔ یا انھوں نے اللہ کے ایسے شریک قرار دے رکھے ہیں کہ انھوں نے بھی کسی چیز کو پیدا کیا ہو جیسا خدا پیدا کرتا ہے

فَتَشَابَهَ الْخَلْقُ عَلَيْهِمْ ۚ قُلِ اللَّهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ وَهُوَ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ (۱۶)

پھر ان کو پیدا کرنا ایک سا معلوم ہوا ہو آپ کہہ دیجئے کہ اللہ ہی ہر چیز کا خالق ہے اور وہی واحد ہے غالب ہے۔

خدا کے منکر نا سمجھ ہیں

اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں یہ مشرکین بھی اسی کے قائل ہیں کہ زمین و آسمان کا رب اور مدبر اللہ ہی ہے باوجود اس کے دوسرے اولیاء کی عبادت کرتے ہیں۔ حالانکہ وہ سب عاجز بندے ہیں۔ ان کے تو کیا خود اپنے بھی نفع نقصان کا انھیں کوئی اختیار نہیں۔ پس یہ اور خدا کے عابد یکساں نہیں ہو سکتے یہ تو اندھیریوں میں ہیں۔ اور بندۂ خدا نور میں ہے۔ جتنا فرق اندھے میں اور بینا میں ہے، جتنا فرق اندھیروں اور روشنی میں ہے اتنا ہی فرق ان دونوں میں ہے پھر فرماتا ہے کہ کیا ان مشرکین کے مقرر کردہ شریکِ خدا ان کے نزدیک کسی چیز کے خالق ہیں؟ کہ ان پر تمیز مشکل ہو گئی کہ کس چیز کا خالق ہے اور کس چیز کے خالق ان کے معبود ہیں؟ حالانکہ ایسا نہیں۔ خدا کے مشابہ اس جیسا، اس کے برابر کا اور اس کے مثل کوئی نہیں۔ وہ وزیر سے شریک سے، اولاد سے، بیوی سے پاک ہے۔ اور ان سب سے اس کی ذات بلند و بالا ہے۔ یہ تو مشرکین کی پوری بیوقوفی ہے کہ اپنے جھوٹے معبودوں کو خدا کا پیدا کیا ہوا، اس کی مملوک سمجھتے ہوئے پھر بھی ان کی پوجا پاٹ میں لگے ہوئے ہیں۔ لبیک پکارتے ہوئے کہتے ہیں کہ خدایا ہم حاضر ہوئے۔ تیرا کوئی شریک نہیں۔ مگر وہ شریک کہ وہ خود تیری ملکیت میں ہے۔ اور جس چیز کا وہ مالک ہے وہ بھی دراصل تیری ہی ملکیت ہے۔ قرآن نے اور جگہ ان کا مقولہ بیان فرمایا ہے کہ مَا نَعْبُدُهُمْ إِلَّا لِيُقَرِّبُونَا إِلَى اللَّهِ زُلْفَىٰ۔ یعنی ہم تو ان کی عبادت صرف اس لالچ میں کرتے ہیں کہ یہ ہمیں اللہ سے قریب کر دیں۔ ان کے اس اعتقاد کی رگِ گردن توڑتے ہوئے ارشاد خدا ہوا کہ اس کے پاس کوئی بھی اس کی اجازت بغیر لب نہیں ہلا سکتا۔ آسمانوں کے فرشتے بھی شفاعت اس کی اجازت بغیر نہیں کر سکتے سورۂ مریم میں فرمایا زمین و آسمان کی تمام مخلوق خدا کے سامنے دست بستہ حاضر ہوگی۔ سب خدا کی نگاہ میں اور اس کی گنتی میں ہیں۔ اور ہر ایک تنہا تنہا اس کے سامنے قیامت کے دن حاضری دینے والا ہے۔ پس جبکہ سب کے سب بندے اور غلام ہونے کی حیثیت میں یکساں ہیں۔ پھر ایک کا دوسرے کی عبادت کرنا بڑی حماقت اور کھلی بے انصافی نہیں تو اور کیا ہے؟ پھر اس نے رسولوں کا سلسلہ شروع دنیا سے جاری رکھا۔ ہر ایک نے لوگوں کو پہلا سبق یہ دیا کہ اللہ ایک ہی عبادتوں کے لائق ہے۔ اس کے سوا کوئی اور عبادت کے لائق نہیں۔ لیکن انھوں نے نہ اپنے اقرار کا پاس کیا نہ رسولوں کی متفقہ تعلیم کا لحاظ بلکہ مخالفت کی رسولوں کو جھٹلایا اس لئے کلمۂ عذاب ان پر صادق آ گیا۔ یہ رب کا ظلم نہیں۔

أَنزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَسَالَتْ أَوْدِيَةٌ بِقَدَرِهَا فَاحْتَمَلَ السَّيْلُ زَبَدًا رَّابِيًا ۚ وَ

اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پانی نازل فرمایا پھر نالے (بھر کر) اپنی مقدار کے موافق چلنے لگے پھر وہ سیلاب خس و خاشاک کو بہا لایا جو اس (پانی) کے اوپر (آرہا) ہے اور

مِمَّا يُوقِدُونَ عَلَيْهِ فِي النَّارِ ابْتِغَاءَ حِلْيَةٍ أَوْ مَتَاعٍ زَبَدٌ مِّثْلُهُ ۚ كَذَٰلِكَ

جن چیزوں کو آگ کے اندر زیور اور اسباب بنانے کی غرض سے تپاتے ہیں اس میں بھی ایسا ہی میل کچیل (اوپر آجاتا) ہے اللہ تعالیٰ

يَضْرِبُ اللَّهُ الْحَقَّ وَالْبَاطِلَ ۚ فَأَمَّا الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ جُفَاءً ۖ وَأَمَّا مَا

حق (یعنی ایمان وغیرہ) اور باطل (یعنی کفر وغیرہ) کی اسی طرح کی مثال بیان کر رہا ہے سو جو میل کچیل تھا وہ تو پھینک دیا جاتا ہے اور جو چیز

يَنفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الْأَرْضِ ۚ كَذَٰلِكَ يَضْرِبُ اللَّهُ الْأَمْثَالَ ﴿۱۷﴾

لوگوں کے کارآمد ہے وہ دنیا میں (نفع رسانی کے ساتھ) رہتی ہے اللہ تعالیٰ اسی طرح (ہر ضروری مضمون میں) مثالیں بیان کیا کرتے ہیں۔

حق و باطل کی ایک مثال

حق و باطل کے باہمی فرق اور حق کی پائیداری و باطل کی بے ثباتی کی یہ دو مثالیں بیان فرمائیں۔ ارشاد ہوا کہ اللہ تعالیٰ بادلوں سے مینہ برساتا ہے۔ چشموں، دریاؤں، نالیوں وغیرہ کے ذریعہ برسات کا پانی بہنے لگتا ہے۔ کسی میں کم کسی میں زیادہ۔ کوئی چھوٹی کوئی بڑی۔ یہ مثال ہے دلوں کی۔ اور ان کے تفاوت کی۔ کوئی آسمانی علم بہت زیادہ لیتا ہے کوئی کم۔ پھر پانی کی اس رو پر جھاگ آجاتے ہیں۔ ایک مثال تو یہ ہوئی۔ دوسری مثال سونے چاندی، لوہے

تانبے کی ہے کہ اسے آگ میں تپایا جاتا ہے۔ سونے چاندی زیور کے لئے لوہا تانبا برتن وغیرہ کے لئے۔ ان میں بھی جھاگ ہوتے ہیں۔ تو جیسے ان دونوں چیزوں کے جھاگ مٹ جاتے ہیں۔ اسی طرح باطل جو کبھی حق پر چھا جاتا ہے، آخر چھٹ جاتا ہے۔ اور حق نمایاں ہو جاتا ہے جیسے پانی نکھر کر صاف ہو جاتا ہے۔ اور جیسے چاندی سونا وغیرہ تپا کر کھوٹ سے الگ کر لئے جاتے ہیں۔ اب سونے چاندی پانی وغیرہ سے تو دنیا نفع اٹھاتی ہے۔ اور اس پر جو کھوٹ اور جھاگ آ گیا تھا اس کا نام و نشان بھی نہیں رہتا۔ اللہ تعالیٰ لوگوں کو سمجھانے کے لئے کتنی صاف صاف مثالیں بیان فرما رہا ہے کہ یہ سوچیں سمجھیں۔ جیسے فرمایا ہے کہ ہم یہ مثالیں لوگوں کے سامنے بیان فرماتے ہیں لیکن اسے علماء خوب سمجھتے ہیں۔ بعض سلف کی سمجھ میں جب کوئی مثال نہیں آتی تھی تو وہ رونے لگتے تھے۔ کیونکہ نہ سمجھنا علم سے خالی لوگوں کی علامت ہے۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں۔ پہلی مثال میں بیان ہے ان لوگوں کا جن کے دل یقین کے ساتھ علم خدا کے حامل ہوتے ہیں۔ اور بعض دل وہ بھی ہیں جن میں شک باقی رہ جاتا ہے۔ پس شک کے ساتھ عمل بے سود ہوتا ہے یقین پورا فائدہ دیتا ہے۔ "زبد" سے مراد شک ہے۔ جو نکمی چیز ہے۔ یقین کارآمد چیز ہے جو باقی رہنے والی ہے جیسے زیور جو آگ میں تپایا جاتا ہے۔ تو کھوٹ ختم ہو جاتا ہے اور کھری چیز رہ جاتی ہے۔ اسی طرح اللہ کے ہاں یقین مقبول ہے، شک مردود ہے۔ پس جس طرح پانی رہ گیا۔ اور پینے وغیرہ کے کام آیا اور جس طرح سونا چاندی اصلی رہ گیا۔ اور زیور وغیرہ کے کام آیا اور جس طرح تانبا لوہا وغیرہ رہ گیا اور اس کے ساز و سامان بنے۔ اسی طرح نیک اور خالص اعمال عامل کو نفع دیتے ہیں۔ اور باقی رہتے ہیں ہدایت و حق پر جو عامل رہے وہ نفع پاتا ہے جیسے لوہے کی چھری، تلوار بغیر تپائے بن نہیں سکتی۔ اسی طرح باطل اور شک اور نمائشی اعمال خدا کے ہاں کارآمد نہیں ہو سکتے۔ قیامت کے دن باطل ضائع ہو جائے گا۔ اور اہل حق کو حق نفع دے گا۔ سورۂ بقرہ کے شروع میں منافقوں کی دو مثالیں اللہ رب العزت نے بیان فرمائیں۔ ایک پانی کی ایک آگ کی۔ سورۂ نور میں کافروں کی دو مثالیں بیان فرمائیں ایک "سراب" کی یعنی ریتے کی دوسری سمندر کی تہ کی اندھیریوں کی۔ ریت موسم گرما میں دور سے بالکل لہریں لیتا ہوا دریا کا پانی معلوم ہوتا ہے۔ چنانچہ صحیحین کی حدیث میں ہے کہ قیامت کے دن یہودیوں سے پوچھا جائے گا کہ تم کیا مانگتے ہو؟ وہ کہیں گے پیاسے ہو رہے ہیں۔ پانی چاہیے۔ تو ان سے کہا جائے گا کہ پھر جاتے کیوں نہیں ہو؟ چنانچہ جہنم انہیں ایسی نظر آئے گی جیسے دنیا میں ریت کا میدان۔ دوسری آیت میں فرمایا اَوْ کَظُلُمٰتٍ فِیْ بَحْرٍ لُّجِّیٍّ الخ صحیحین میں فرمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ جس ہدایت و علم کے ساتھ خدائے تعالیٰ نے مجھے مبعوث فرمایا ہے۔ اس کی مثال اس بارش کی طرح ہے جو زمین پر برسا زمین کے ایک حصہ نے تو پانی کو قبول کیا گھاس چارہ بکثرت اگایا۔ بعض زمین جاذب تھی۔ اس نے پانی کو روک لیا۔ پس اللہ نے اس سے بھی لوگوں کو نفع پہنچایا۔ پانی ان کے پینے کے پلانے کے کھیت کے کام آیا اور جو ٹکڑا زمین کا سنگلاخ اور سخت تھا۔ نہ اس میں پانی ٹھیرا نہ وہاں کچھ پیداوار ہوئی۔ پس یہ مثال ہے اس کی جس نے دین میں سمجھ حاصل کی اور میری بعثت سے اللہ نے اسے فائدہ پہنچایا۔ اس نے خود علم سیکھا اور دوسروں کو سکھایا۔ اور مثال ہے اس کی جس نے اس کے لئے سر بھی نہ اٹھایا۔ اور نہ خدا کی وہ ہدایت قبول کی جس کے ساتھ میں بھیجا گیا ہوں پس وہ مثل سنگلاخ سخت زمین کے ہے۔ اور حدیث میں ہے میری اور تمہاری مثال اس

ف دونوں مثال کا حاصل یہ ہوا کہ دنیا میں دیکھتے ہو کہ بعض چیزیں باقی رہ جاتی ہیں اور بعض نمایاں ہوتی ہیں ابھر کر آتی ہیں لیکن ان کی زندگی چند لمحات سے زیادہ نہیں ہوتی جھاگ سطح سمندر پر کس قوت سے ابھر آتے ہیں یہاں تک کہ پانی کا وہ حصہ نظر ہی نہیں آتا جس پر جھاگ ابھر آئے ہوں پھر یہ جھاگ اس طرح بیٹھ جاتے ہیں جس طرح پانی میں بتاشہ بس بالکل یہی حق و باطل کا معاملہ ہے کہ بعض اوقات باطل اس قدر غالب آتا ہے کہ بڑے سے بڑا عقلمند بھی سمجھنے لگتا ہے کہ شاید اب حق ہمیشہ کے لئے مغلوب ہو گیا لیکن حق کی طبیعت اور مزاج پھر غلبہ اپنا قائم کرنا شروع کرتا ہے اور اس کے مدا [illegible] باطل کے پیر اکھڑ جاتے ہیں اور اسی سے یہ بھی سمجھ میں آیا کہ بعض اعمال جو بظاہر بڑے اچھے معلوم ہوتے تھے خدا کے نزدیک وہی غیر مقبول ٹھیرے اور قیامت کے روز جب ان اعمال پر جزا کا انتظار تھا جھاگ کی طرح بیٹھ گئے اور کچھ عمل ناحق کی طرح قائم رہے اور اسے کرنے والے نے اس طرح نفع اٹھایا جس طرح کہ سونے اور چاندی سے۔ اور دوسری مثال کا حاصل یہ ہے کہ لوگوں کے احوال زمینوں کی طرح مختلف ہیں جس طرح کچھ زمینیں پانی پی جاتی ہیں اسی طرح بعض یقین کے سرچشموں سے سیراب ہوتے ہیں لیکن دوسروں کو اس سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا اور بعض (بقیہ حاشیہ بر صفحہ ۴۱)

شخص کی طرح ہے جس نے آگ جلائی' جب آگ نے اپنے آس پاس کی چیزیں روشن کردیں تو پتنگے اور پروانے وغیرہ کیڑے اس میں گر گر کر جان دینے لگے۔ وہ انھیں ہر چند روکتا ہے لیکن اس پر بھی وہ برابر گر رہے ہیں۔ بالکل یہی مثال میری اور تمہاری ہے کہ میں تمہاری کمر پکڑ پکڑ کر تمھیں روکتا ہوں اور کہہ رہا ہوں کہ آگ سے پرے ہٹو۔ لیکن تم میری نہیں سنتے' نہیں مانتے' مجھ سے چھوٹ چھوٹ کر آگ میں گرے چلے جاتے ہو۔ پس حدیث میں بھی پانی کی اور آگ کی دونوں مثالیں آچکی ہیں۔

لِلَّذِينَ اسْتَجَابُوا لِرَبِّهِمُ الْحُسْنَىٰ ۚ وَالَّذِينَ لَمْ يَسْتَجِيبُوا لَهُ لَوْ أَنَّ لَهُم مَّا فِي الْأَرْضِ

جن لوگوں نے اپنے رب کا کہنا مان لیا ان کے واسطے (اچھا) بدلہ ہے اور جن لوگوں نے اس کا کہنا نہ مانا ان کے پاس اگر تمام دنیا بھر کی چیزیں ہیں (موجود) (۱۸)

جَمِيعًا وَمِثْلَهُ مَعَهُ لَافْتَدَوْا بِهِ ۚ أُولَٰئِكَ لَهُمْ سُوءُ الْحِسَابِ وَمَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ ۖ وَبِئْسَ الْمِهَادُ

اور (بلکہ) اس کے ساتھ اسی کی برابر اور بھی ہوتو وہ سب اپنی رہائی کیلئے دے ڈالیں ان لوگوں کا سخت حساب ہوگا اور ان کا ٹھکانا دوزخ ہے اور وہ بری قرارگاہ ہے

انجام

نیکوں اور بروں کا انجام بیان ہو رہا ہے۔ اللہ رسول کو ماننے والے احکام کے پابند خبروں پر یقین رکھنے والے تو نیک بدلے پائیں گے۔ ذوالقرنین نے فرمایا تھا کہ ظلم کرنے والے کو ہم بھی سزا دیں گے۔ اور خدا کے ہاں بھی سخت عذاب دیا جائے گا۔ اور ایماندار اور نیک عمل لوگ بہترین بدلہ پائیں گے۔ اور ہم بھی ان سے نرمی کی باتیں کریں گے۔ اور آیت میں فرمانِ خدا ہے نیکوں کے لئے نیک بدلہ ہے۔ اور اس میں اضافہ بھی۔ پھر فرماتا ہے جو لوگ اللہ کی باتیں نہیں مانتے۔ یہ قیامت کے دن ایسے عذاب دیکھیں گے کہ اگر ان کے پاس ساری زمین بھر کر سونا ہو تو وہ اپنے فدیے میں دینے کے لئے تیار ہو جائیں۔ بلکہ اس جتنا اور بھی۔ مگر بروزِ قیامت نہ فدیہ ہوگا نہ بدلہ نہ عوض نہ معاوضہ۔ ان سے سخت باز پرس ہوگی۔ ایک ایک چھلکے اور ایک ایک دانہ کا حساب لیا جائے گا۔ حساب میں پورے نہ اتریں گے اور عذاب ہوگا۔ جہنم ان کا ٹھکانا ہوگا۔ جو بدترین جگہ ہوگی۔

أَفَمَن يَعْلَمُ أَنَّمَا أُنزِلَ إِلَيْكَ مِن رَّبِّكَ الْحَقُّ كَمَنْ هُوَ أَعْمَىٰ ۚ

جو شخص یہ یقین رکھتا ہو کہ جو کچھ آپ کے رب کی طرف سے آپ پر نازل ہوا ہے وہ سب حق ہے کیا ایسا شخص اس کی طرح ہو سکتا ہے جو کہ اندھا ہے

إِنَّمَا يَتَذَكَّرُ أُولُو الْأَلْبَابِ (۱۱)

پس نصیحت تو سمجھدار ہی لوگ قبول کرتے ہیں

پھر فائدہ کون اٹھائے گا؟

ارشاد ہوتا ہے کہ ایک وہ شخص جو خدا کے کلام کو جو آپ کی جانب اترا ہوا حق مانتا ہو۔ سب پر ایمان رکھتا ہو۔ ایک کو دوسرے کی تصدیق کرنے والا اور موافقت کرنے والا جانتا ہو۔ سب خبروں کو سچ جانتا ہو سب حکموں کو مانتا ہو سب برائیوں کو برا جانتا ہو' آپ کی سچائی کا قائل ہو۔ اور دوسرا وہ شخص جو گمراہ ہو۔ بھلائی کو سمجھتا ہی نہیں اور اگر سمجھ بھی لے تو مانتا نہ ہو نہ سچا جانتا ہو۔ یہ دونوں برابر نہیں ہو سکتے۔ جیسے فرمان ہے کہ دوزخی اور جنتی برابر نہیں۔ جنتی خوش نصیب ہیں۔ یہی فرمان یہاں ہے کہ یہ دونوں برابر نہیں۔ بات یہ ہے کہ بھلی سمجھ سمجھداروں کی ہی ہوتی ہے۔

الَّذِينَ يُوفُونَ بِعَهْدِ اللَّهِ وَلَا يَنقُضُونَ الْمِيثَاقَ (۲) وَالَّذِينَ يَصِلُونَ مَا أَمَرَ

(اور) یہ (سمجھدار لوگ ایسے ہیں) کہ اللہ سے جو کچھ انھوں نے عہد کیا ہے اس کو پورا کرتے ہیں اور (اس) عہد کو توڑتے نہیں۔ اور یہ ایسے ہیں کہ اللہ نے جن علاقوں کے قائم رکھنے کا

(بقیہ حاشیہ صفحہ) زمینیں پانی جمع رکھتی ہیں اسی طرح کچھ آدمی ہیں کہ انھوں نے خود بھی یقین حاصل کیا اور دوسروں کو بھی فائدہ پہنچایا اور بعض زمینیں ایسی ہیں کہ پانی نہ انھوں نے پیا اور نہ پانی کا ذخیرہ رکھا اسی طرح بعض بدقسمت ہیں کہ نہ یقین کے سرچشموں سے خود فائدہ اٹھایا اور نہ دوسروں کو فائدہ پہنچایا ۱۲ انظر شاہ کشمیری ✦

اللّٰهُ بِهٖۤ اَنْ يُّوْصَلَ وَيَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ وَيَخَافُوْنَ سُوْٓءَ الْحِسَابِ ﴿۲۱﴾ وَالَّذِيْنَ

حکم کیا ہے ان کو قائم رکھتے ہیں اور اپنے رب سے ڈرتے رہتے ہیں اور سخت عذاب کا اندیشہ رکھتے ہیں اور یہ لوگ ایسے ہیں

صَبَرُوا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّ

کہ اپنے رب کی رضامندی کے جویاں رہ کر مضبوط رہتے ہیں اور نماز کی پابندی رکھتے ہیں اور جو کچھ ہم نے ان کو روزی دی ہے اس میں سے چپکے بھی اور

عَلَانِيَةً وَّيَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عُقْبَى الدَّارِ ﴿۲۲﴾ جَنّٰتُ عَدْنٍ

ظاہر کر کے بھی خرچ کرتے ہیں اور بدسلوکی کو حسن سلوک سے ٹال دیتے ہیں اس جہان میں نیک انجام ان لوگوں کے واسطے ہے یعنی ہمیشہ رہنے کی جنتیں

يَّدْخُلُوْنَهَا وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ وَالْمَلٰٓئِكَةُ

جن میں وہ لوگ بھی داخل ہوں گے اور ان کے ماں باپ اور بیبیوں اور اولاد میں جو (جنت کے) لائق ہوں گے وہ بھی داخل ہوں گے اور فرشتے

يَدْخُلُوْنَ عَلَيْهِمْ مِّنْ كُلِّ بَابٍ ﴿۲۳﴾ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ ﴿۲۴﴾

ان کے پاس ہر (سمت کے) دروازہ سے آتے ہوں گے (اور یہ کہتے ہوں گے) کہ تم صحیح سلامت رہو گے بدولت اس کے کہ تم (دین حق پر) مضبوط رہے تھے سو اس جہان میں تمہارا انجام بہت

بیرونِ جنت

ان بزرگوں کے نیک خصائل بیان ہو رہے ہیں اور ان کے اچھے انجام کی خبر دی جا رہی ہے۔ جو آخرت میں جنت کے مالک بنیں گے۔ اور یہاں بھی جو نیک ... ہیں وہ منافقوں کی طرح نہیں ہوتے کہ عہد شکنی اور غداری اور بے وفائی کریں۔ یہ منافق کی خصلت ہے کہ وعدہ کر کے توڑ دیں، جھگڑیں تو گالیاں دیں، باتیں کریں تو جھوٹی، امانت میں خیانت کریں۔ صلہ رحمی کا رشتہ داروں سے سلوک کرنے کا فقیر محتاج کو دینے کا بھلی باتوں کے نباہنے کا جو حکم خدا ہے۔ یہ اس کے عامل ہیں۔ رب کا خوف دل میں رچا ہوا ہے۔ نیکیاں کرتے ہیں۔ فرمان خدا سمجھ کر بدیاں چھوڑتے ہیں۔ اس کو خدا تعالیٰ کی نافرمانی سمجھ کر۔ آخرت کے حساب کا ہمیشہ خیال رکھتے ہیں۔ اسی لئے برائیوں سے بچتے ہیں، نیکیوں کی رغبت کرتے ہیں، اعتدال نہیں چھوڑتے، ہر حال میں فرمان خدا کا لحاظ رکھتے ہیں۔ حرام کاموں اور خدا کی نافرمانیوں کی طرف گو نفس گھسیٹے لیکن یہ اسے روک لیتے ہیں۔ اور ثواب آخرت یاد دلا کر مرضی مولا رضائے رب کے طالب ہو کر نافرمانیوں سے باز رہتے ہیں۔ نماز کی پوری حفاظت کرتے ہیں۔ رکوع سجدہ کے وقت حد خشوع خضوع شرعی طور پر بجا لاتے ہیں جنہیں دینا خدا نے فرمایا ہے۔ انہیں اللہ کی دی ہوئی چیزیں دیتے رہتے ہیں۔ فقرا، محتاج، مساکین اپنے ہوں یا غیر ہوں۔ ان کی برکتوں سے محروم نہیں رہتے۔ چھپے کھلے دن رات وقت بے وقت برابر راہ للہ خرچ کرتے رہتے ہیں۔ قباحت کو احسان سے برائی کو بھلائی سے دشمنی کو دوستی سے ٹال دیتے ہیں۔ دوسرا سرکشی کرے یہ نرمی کرتے ہیں دوسرا سر چڑھے یہ سر جھکا دیتے ہیں۔ دوسروں کے ظلم برداشت کر لیتے ہیں۔ اور خود سلوک کرتے ہیں۔ تعلیم قرآن ہے اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ الخ بہت اچھے طریقے سے ٹال دو۔ تو دشمن بھی مخلص دوست بن جائے گا۔ صبر کرنے والے صاحب نصیب ہی اس مرتبہ کو پاتے ہیں ایسے لوگوں کے لئے اچھا انجام ہے۔ وہ اچھا انجام اور بہترین گھر جنت ہے جو ہمیشگی والی اور پائدار ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جنت کے ایک محل کا نام عدن ہے جس میں برج اور بالاخانے ہیں جس کے پانچ ہزار دروازے ہیں۔ ہر دروازہ پر پانچ ہزار فرشتے ہیں۔ وہ محل مخصوص ہے۔ نبیوں اور صدیقوں اور شہیدوں کے لئے۔ ضحاک رحمہ اللہ کہتے ہیں یہ جنت کا شہر ہے جس میں انبیا رہوں گے، شہدا رہوں گے۔ اور سچے ہادی و راہ نما ہوں گے۔ اور ان کے آس پاس اور لوگ ہوں گے اور ان کے ارد گرد اور جنتیں ہیں۔ وہاں یہ اپنے اور دوستوں کو بھی اپنے ساتھ دیکھیں گے ان کے بڑے باپ دادا ان کے چھوٹے بیٹے پوتے ان کے جوڑے بھی جو ایماندار اور نیک کار رہے۔ ان کے پاس ہوں گے اور راحتوں میں مسرور ہوں گے۔ جس سے ان کی آنکھیں ٹھنڈی رہیں گی۔ یہاں تک کہ اگر کسی کے اعمال اس درجہ بلندی تک پہنچنے کے قابل نہ بھی ہوں گے تو خدائے تعالیٰ انہیں درجے بڑھا دے

اور اعلیٰ منزل تک پہنچا دے گا۔ جیسے وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّیَّتُهُمْ بِاِیْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّیَّتَهُمْ الخ جن ایمانداروں کی اولاد ان کی پیروی ایمان میں کرتی ہے۔ ہم انھیں بھی ان کے ساتھ ملا دیتے ہیں الخ ان کے پاس مبارکباد اور سلام کے لئے ہر دروازہ سے ہر ہر وقت فرشتے آتے رہتے ہیں۔ یہ بھی خدا کا انعام ہے۔ تاکہ ہر وقت خوش رہیں۔ اور بشارتیں سنتے رہیں' نبیوں' صدیقوں' شہیدوں کا پڑوس' فرشتوں کا سلام اور جنت الفردوس مقام۔ مسند کی حدیث میں ہے۔ جانتے بھی ہو کہ سب سے پہلے جنت میں کون جائیں گے؟ لوگوں نے کہا خدا کو زیادہ علم ہے اور اس کے رسول کو۔ فرمایا سب سے پہلے جنتی مساکین مہاجرین ہیں جو دنیا کی لذتوں سے دور تھے' جو تکلیفوں میں مبتلا تھے' جن کی امنگیں دلوں میں ہی رہ گئیں۔ اور قضا آگئی۔ رحمت کے فرشتوں کو حکم خدا ہوگا کہ جاؤ انھیں مبارکباد دو۔ فرشتے کہیں گے۔ خدایا ہم تیرے آسمانوں کے رہنے والے تیری بہترین مخلوق ہیں۔ کیا تو ہمیں حکم دیتا ہے کہ ہم جا کر انھیں سلام کریں۔ اور انھیں مبارکباد پیش کریں۔ جناب باری جواب دے گا۔ یہ میرے' وہ بندے ہیں۔ جنھوں نے صرف میری عبادت کی' میرے ساتھ کسی کو شریک نہیں کیا' دنیوی راحتوں سے محروم رہے' مصیبتوں میں مبتلا رہے' کوئی مراد پوری ہونے نہ پائی اور یہ صابر و شاکر رہے۔ اب تو فرشتے جلدی جلدی بشوق ان کی طرف دوڑیں گے۔ ادھر ادھر کے ہر ہر دروازہ سے گھسیں گے اور سلام کرکے مبارکباد پیش کریں گے۔

طبرانی میں ہے کہ سب سے پہلے جنت میں جانے والے تین قسم کے لوگ ہیں۔ فقراء مہاجرین جو مصیبتوں میں مبتلا رہے۔ جب بھی انھیں جو حکم ملا بجا لاتے رہے۔ انھیں ضرورتیں بادشاہوں سے ہوتی تھیں۔ لیکن مرتے دم تک پوری نہ ہوئیں۔ جنت کو بروز قیامت اللہ تعالیٰ اپنے سامنے بلائے گا وہ آراستہ پیراستہ اپنی تمام نعمتوں اور تازگیوں کے ساتھ حاضر ہوگی۔ اس وقت ندا ہوگی کہ میرے وہ بندے جو میری راہ میں جہاد کرتے تھے' میری راہ میں ستائے جاتے تھے' میری راہ میں لڑتے بھڑتے تھے وہ کہاں ہیں؟ آؤ بغیر حساب و عذاب کے جنت میں چلے جاؤ۔ اس وقت فرشتے خدا کے سامنے سجدہ میں گر پڑیں گے۔ اور عرض کریں گے کہ پروردگارا ہم تو صبح شام تیری تسبیح و تقدیس میں لگے رہے۔ یہ کون ہیں جنھیں ہم پر بھی تو نے فضیلت عطا فرمائی؟ اللہ رب العزت فرمائے گا یہ میرے وہ بندے ہیں۔ جنھوں نے میری راہ میں جہاد کیا' میری راہ میں تکلیفیں برداشت کیں۔ اب تو فرشتے جلدی کرکے ان کے پاس ہر ہر دروازہ سے جا پہنچیں گے' سلام کریں گے اور مبارکباد پیش کریں گے کہ تمھیں تمھارے صبر کا بدلہ کتنا اچھا ملا۔ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مومن جنت میں اپنے تخت پر بآرام نہایت شان سے تکیہ لگائے بیٹھا ہوا ہوگا' خادموں کی قطاریں ادھر ادھر کھڑی ہوں گی' جو دروازہ والے خادم سے فرشتہ اجازت مانگے گا۔ وہ دوسرے خادم سے کہے گا' وہ اور سے' وہ اور سے۔ یہاں تک کہ مومن سے پوچھا جائے گا۔ مومن اجازت دے گا۔ کہ اسے آنے دو۔ یونہی ایک دوسرے کو پیغام پہنچائے گا۔ اور آخری خادم فرشتے کو اجازت دے گا اور دروازہ کھول دے گا' وہ آئے گا اور سلام کرے گا اور چلا جائے گا۔ ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر سال کے شروع میں شہداء کی قبروں پہ آتے اور کہتے سَلٰمٌ عَلَیْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ ۝ اور اسی طرح ابوبکر عمر عثمان بھی رضی اللہ عنہم (اس کی سند ٹھیک نہیں)۔

وَالَّذِیْنَ یَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مِیْثَاقِهٖ وَیَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ یُّوْصَلَ

اور جو لوگ خدا تعالیٰ کے معاہدوں کو ان کی پختگی کے بعد توڑتے ہیں اور خدا تعالیٰ نے جن علاقوں کے قائم رکھنے کا حکم فرمایا ہے ان کو قطع کرتے ہیں

وَیُفْسِدُوْنَ فِی الْاَرْضِ ۙ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ ۝ (۷)

اور دنیا میں فساد کرتے ہیں ایسے لوگوں پر لعنت ہوگی اور ان کے لئے اس جہان میں خرابی ہوگی

بدکار | مومنوں کی صفات بیان ہوئیں کہ وعدے کے پورے' رشتوں ناتوں کے ملانے والے ہوتے ہیں۔ پھر ان کا اجر بیان ہوا کہ

ط ۝ یہ متشابہات میں سے ہے اس پہ یقین رکھیے اور یہ سوالات کہ جنت کو کس طرح بلایا جائے گا؟ وہ کس طرح حاضر ہوگی؟ الجھنوں کو بڑھاتے ہیں کم نہیں کرتے اس لئے کہ ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ بغیر چون و چرا ایمان لائیں اور ان سوالات کو ذہن میں ابھرنے نہ دیں۔ مولانا نظر شاہ کشمیری ۔

وہ جنتوں کے مالک بنیں گے۔ اب یہاں ان بدنصیبوں کا ذکر ہو رہا ہے۔ جو ان کے خلاف خصائل رکھتے تھے۔ نہ خدا کے وعدوں کا لحاظ کرتے تھے، نہ صلہ رحمی اور احکام خدا کی پابندی کا خیال رکھتے تھے۔ یہ لعنتی گروہ ہے۔ اور اس کا انجام برا ہے۔ حدیث میں ہے۔ منافق کی تین نشانیاں ہیں۔ باتوں میں جھوٹ بولنا، وعدوں کا خلاف کرنا، امانت میں خیانت کرنا۔ ایک حدیث میں ہے۔ جھگڑوں میں گالیاں بکنا۔ اس شان کے لوگ رحمت خدا سے دور ہیں، ان کا انجام برا ہے، یہ جہنمی گروہ ہے۔ یہ چھ خصلتیں ہوئیں جو منافقین سے اپنے غلبے کے وقت ظاہر ہوتی ہیں۔ باتوں میں جھوٹ، وعدہ خلافی، امانت میں خیانت، اللہ کے عہد کو توڑ دینا، خدا کے ملانے کے حکم کی چیزوں کو نہ ملانا، ملک میں فساد پھیلانا۔ اور یہ جب دبے ہوئے ہوتے ہیں۔ تب بھی جھوٹ، وعدہ خلافی اور خیانت کرتے ہیں۔

اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ ۭ وَفَرِحُوْا بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۭ

اللہ جس کو چاہے رزق زیادہ دیتا ہے اور تنگی کر دیتا ہے اور یہ (کفار) لوگ دنیوی زندگی پر اتراتے ہیں

وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا مَتَاعٌ ۝ۧ ۸ ۳ع ۹

اور یہ دنیوی زندگی آخرت کے مقابلہ میں بجز ایک متاع قلیل کے اور کچھ بھی نہیں۔

دنیاوی زندگی

خدا جس کی روزی میں کشادگی دینا چاہے قادر ہے۔ جسے تنگ روزی دینا چاہے قادر ہے۔ یہ سب کچھ حکمت و عدل سے ہو رہا ہے۔ کافروں کو دنیا پر اعتماد ہو گیا۔ یہ آخرت سے غافل ہو گئے سمجھنے لگے کہ یہاں کی کشادگی کوئی حقیقی اور بھلی چیز ہے۔ حالانکہ دراصل یہ مہلت ہے۔ اور بتدریج گرفت کی ایک ابتدا ہے۔ لیکن انہیں کوئی شعور نہیں۔ مومنوں کو جو آخرت ملنے والی ہے۔ اس کے مقابل تو یہ کوئی قابل ذکر چیز نہیں۔ یہ نہایت ناپائیدار اور حقیر ہے۔ آخرت بہت بڑی اور بہتر۔۔۔ لیکن عموماً لوگ دنیا کو آخرت پر ترجیح دیتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی انگشت شہادت سے اشارہ کر کے فرمایا کہ اسے کوئی سمندر میں ڈبو لے۔ اور دیکھے کہ اس میں کتنا پانی آتا ہے؟ جتنا یہ پانی سمندر کے مقابلہ پر ہے اتنی ہی دنیا آخرت کے مقابلہ میں ہے (مسلم) ایک چھوٹے چھوٹے کانوں والے بکری کے مرے ہوئے بچے کو راستہ میں پڑا ہوا دیکھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جیسا یہ ان لوگوں کے نزدیک ہے جن کا یہ تھا۔ اس سے بھی زیادہ بیکار اور ناچیز خدا کے سامنے دنیا ہے۔

وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ۭ قُلْ اِنَّ اللّٰهَ يُضِلُّ

اور یہ کافر لوگ کہتے ہیں کہ ان پر کوئی معجزہ ان کے رب کی طرف سے کیوں نہیں نازل کیا گیا آپ کہہ دیجئے کہ واقعی اللہ تعالیٰ جس کو چاہیں

مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ اَنَابَ ۝ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَتَطْمَىِٕنُّ قُلُوْبُهُمْ بِذِكْرِ

گمراہ کر دیتے ہیں اور جو شخص ان کی طرف متوجہ ہوتا ہے اس کو اپنی طرف ہدایت کر دیتے ہیں۔ مراد اس سے وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اور اللہ کے ذکر سے ان کے

ف ۵ اسلام جس طرح کے معاشرہ کو وجود میں لانا چاہتا ہے اس کی ہیئت بھی خود اسلام ہی کی جانب سے متعین ہے ایسا نہیں کہ معاشرہ کا ایک خاکہ تیار کر کے اس کی تفصیلات چھوڑ دی گئی ہوں نہیں بلکہ کلیات سے جزئیات تک ہر چیز طے شدہ ہے بہر حال اسلام خدا کے ساتھ تعلق، رسول کا مقام، صحابہ کی عظمت، باپ ہونے کے حقوق اولاد کی حیثیت، ماں باپ سے نیک معاملہ، بیوی سے حسن معاشرت، شوہر کی اطاعت، عزیز و اقارب سے صلہ رحمی، پڑوسی سے مروت اور حسن معاملت، شیرہ وغیرہ سے متعلق احکام جاری کرنے کے بعد حسن اخلاق کے دائرہ کو وسیع کرتے ہوئے کہتا ہے کہ صل من قطعک واعف عمن ظلمک واحسن الی من اساء الیک یعنی جو تم سے منقطع ہو اس سے ملو جس نے تم پر زیادتی کی ہو بدلہ روا نہیں بلکہ اس کے ساتھ نیک معاملہ کرو اور مقام برائیوں کا جواب اچھائی کے ساتھ دو۔ یہ اس معاشرہ کا ایک نمونہ ہے جو اسلام کا مطلوب ہے اور جس کی حقیقی بنیاد تقوی اور خدا پرستی وغیرہ پر ہے۔

أَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ ۝ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ طُوْبٰى لَهُمْ وَحُسْنُ مَاٰبٍ ۝

ہوتا ہے خوب سمجھ لو کہ اللہ کے ذکر سے دلوں کو اطمینان ہو جاتا ہے جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کئے ان کے لئے خوش حالی اور نیک انجامی ہے۔

بہترین ٹھکانا

مشرکین کا ایک اعتراض بیان ہو رہا ہے کہ اگلے انبیاء کی طرح یہ ہمارا مطلوبہ کوئی معجزہ کیوں نہیں دکھاتا؟ اس کی پوری بحث کئی بار گذر چکی کہ خدا کو قدرت تو ہے لیکن اگر پھر بھی یہ ٹس سے مس نہ ہوئے تو تہس نہس کر دیا جائے گا۔ حدیث میں ہے کہ خدا کی طرف سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی آئی کہ ان کی خواہش کے مطابق میں صفا پہاڑ کو سونے کا کر دیتا ہوں۔ زمین عرب میں میٹھے دریاؤں کی ریل پیل کر دیتا ہوں، پہاڑی زمین کو زراعتی زمین سے بدل دیتا ہوں۔ لیکن پھر بھی اگر یہ ایمان نہ لائے تو انھیں وہ سزا دوں گا جو کسی کو نہ ہوئی ہو۔ اگر چاہو تو یہ کر دوں اور اگر چاہو تو ان کے لئے توبہ اور رحمت کا دروازہ کھلا رہنے دوں۔ تو آپ نے دوسری صورت پسند فرمائی سچ ہے ہدایت وضلالت خدا کے ہاتھ ہے۔ وہ کسی معجزہ کے دیکھنے پر موقوف نہیں بے ایمانوں کے لئے نشانات وعبر اور انذار و وعید سب بے سود ہیں۔ جن کے متعلق عذاب طے ہو چکا ہے۔ وہ تمام نشانات دیکھ کر بھی مان کر نہ دیں گے۔ ہاں عذاب دیکھ کر تو پورے ایماندار بن جائیں گے۔ لیکن وہ محض بیکار چیز ہے۔ فرماتا ہے وَلَوْ اَنَّنَا الخ یعنی اگر ہم ان پر فرشتے اتارتے۔ اور ان سے مردے باتیں کرتے اور ہر چھپی چیز ان کے سامنے ظاہر کر دیتے۔ جب بھی انھیں ایمان نصیب نہ ہوتا ہاں اگر خدا چاہے تو اور بات ہے۔ لیکن ان میں اکثر جاہل ہیں۔ جو خدا کی طرف جھکے، اس سے مدد چاہے، اسی کی طرف عاجزی کرے۔ وہ راہ یافتہ ہو جاتا ہے۔ جن کے دلوں میں ایمان جم گیا ہے، جن کے دل اللہ کی طرف جھکتے ہیں، اس کے ذکر سے اطمینان حاصل کرتے ہیں، راضی خوشی ہو جاتے ہیں۔ اور فی الواقع ذکر اللہ اطمینانِ دل کی چیز بھی ہے۔ ایمانداروں اور نیک کاروں کے لئے خوشی اور نیک فالی اور آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔ ان کا انجام اچھا ہے یہ مستحق مبارکباد ہیں یہ بھلائی کو سمیٹنے والے ہیں۔ ان کا لوٹنا بہتر ہے ان کا مآل نیک ہے۔ روایت ہے کہ طوبیٰ سے مراد ملک حبشہ ہے۔ اور نام ہے جنت کا اور مراد اس سے جنت ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جنت۔۔ جب تیار ہو چکی۔ اس وقت جناب باری نے یہی فرمایا تھا۔ کہتے ہیں کہ جنت میں ایک درخت کا نام بھی طوبیٰ ہے کہ ساری جنت میں اس کی شاخیں پھیلی ہوئی ہیں ہر گھر میں اس کی شاخ موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے اپنے ہاتھ سے بویا ہے لوء لوء کے دانہ سے پیدا کیا ہے۔ اور بحکم خدا یہ بڑھا۔ اور پھیلا ہے۔ اسی کی جڑوں سے جنتی شہد اور شراب اور پانی اور دودھ کی نہریں جاری ہوتی ہیں۔ ایک مرفوع حدیث میں ہے۔ طوبیٰ نامی جنت کا ایک درخت ہے۔ سو سال کے راستہ کا۔ اسی کے خوشوں سے جنتیوں کے لباس نکلتے ہیں۔ مسند احمد میں ہے۔ کہ ایک شخص نے کہا۔ یا رسول اللہ جس نے آپ کو دیکھ لیا۔ اور آپ پر ایمان لایا۔ اسے مبارک ہو۔ آپ نے فرمایا ہاں اسے بھی مبارک ہو اور اسے خوب مبارک ہو۔ جس نے مجھے نہ دیکھا اور مجھ پر ایمان لایا۔ ایک شخص نے پوچھا طوبیٰ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا جنتی درخت ہے۔ جو سو سال کی راہ تک پھیلا ہوا ہے۔۔ جنتیوں کے لباس اس کی شاخوں سے نکلتے ہیں۔ بخاری ومسلم میں ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ جنت میں ایک درخت ہے کہ سوار ایک سو سال تک اس کے سایہ میں چلتا رہے گا۔ لیکن وہ ختم نہ ہوگا۔ اور روایت میں ہے کہ چال بھی تیز اور سواری بھی تیز چلنے والی۔ صحیح بخاری شریف میں آیت وَظِلٍّ مَّمْدُوْدٍ کی تفسیر میں بھی یہی ہے۔ اور حدیث میں ہے۔ ستر سال یا سو سال اس کا نام شجرۃ الخلد ہے۔ سدرۃ المنتہیٰ کے ذکر میں آپ نے فرمایا ہے۔ اس کی ایک شاخ کے سائے تلے ایک سو سال تک سوار چلتا رہے گا۔ اور سو سو سوار اس کی ایک ایک شاخ کے نیچے ٹھیر سکتے ہیں۔ اس میں سونے کی ٹڈیاں ہیں اس کے پھل بڑے بڑے مٹکوں کے برابر ہیں (ترمذی) آپ فرماتے ہیں۔ ہر جنتی کو طوبیٰ کے پاس لے جائیں گے اور اسے اختیار دیا جائے گا کہ جس شاخ کو چاہے پسند کرے۔ سفید، سرخ، زرد، سیاہ جو نہایت خوبصورت، نرم اور اچھی ہوں گی۔ حضرت

لطیفہ: مطلب یہ ہے کہ وہ درخت اتنا لمبا ہوگا کہ اس کے سایہ میں سو سال مسلسل آدمی چلتا رہے۔ اس پر حیرت کیوں ہے؟ یا فاصلہ میلوں کے فاصلہ میں انسان ہی شمار ہیں۔ اگر خدا تعالیٰ ایک ہی درخت میلوں کے فاصلہ پر پھیلا ہوا تیار کر دے تو تعجب کیا ہے میں لکھوں ہے ہ، انظر شاہ کشمیری ۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ طوبیٰ کو حکم ہوگا کہ میرے بندوں کے لئے بہترین چیزیں ٹپکا۔ تو اس میں سے گھوڑے اور اونٹ برسنے لگیں گے سجے سجائے اور زین لگام وغیرہ کسے کسائے اور عمدہ بہترین لباس وغیرہ۔ ابن جریرؒ نے اس جگہ ایک عجیب و غریب اثر ذکر کیا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ وہبؒ کہتے ہیں کہ جنت میں ایک درخت ہے جس کا نام طوبیٰ ہے۔ جس کے سایہ کے نیچے سوار سو سال تک چلتا رہے گا۔ لیکن ختم نہ ہوگا' اس کی تروتازگی کھلے ہوئے چمن کی طرح ہے۔ اس کے پتے بہترین اور عمدہ ہیں' اس کے خوشے عنبرین ہیں۔ اس کے کنکر یاقوت ہیں۔ اس کی مٹی کافور ہے' اس کا گارا مشک ہے' اس کی جڑ سے شراب کی' دودھ کی اور شہد کی نہریں بہتی ہیں' اس کے نیچے جنتیوں کی مجلسیں ہوں گی' یہ بیٹھے ہوئے ہوں گے' جو ان کے پاس فرشتے اونٹنیاں لے کر آئیں گے' جن کی زنجیریں سونے کی ہوں گی' جن کے چہرے چراغ جیسے چمکتے ہوئے ہوں گے' بال ریشم جیسے نرم ہوں گے' جن پر یاقوت جیسے پالان ہوں گے' جن پر سونا جڑا ہوگا' جن پر ریشمی جھولیں ہوں گی' وہ اونٹنیاں ان کے سامنے پیش کریں گے۔ اور کہیں گے کہ یہ سواریاں تمہیں بھجوائی گئی ہیں۔ اور دربار خدا میں تم کو یاد کیا گیا ہے۔ یہ ان پر سوار ہوں گے۔ وہ پرندوں کی پرواز سے بھی تیز رفتار ہوں گی۔ جنتی ایک دوسرے سے مل کر چلیں گے' اونٹنیوں کے کان سے کان بھی نہ ملیں گے' پوری فرمانبرداری کے ساتھ چلیں گی' راستہ میں جو درخت آئیں گے وہ خود بخود ہٹ جائیں گے کہ کسی کو اپنے ساتھی سے الگ نہ ہونا پڑے' یوں ہی رحمٰن و رحیم خدا کے پاس پہنچیں گے' خدائے تعالیٰ اپنے چہرہ سے پردے ہٹا دیگا' یہ اپنے رب کے منہ کو دیکھیں گے اور کہیں گے اَللّٰھُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ وَحَقٌّ لَكَ الْجَلَالُ وَالْاِكْرَامُ۔ ان کے جواب میں اللہ تعالیٰ رب العزت فرمائے گا۔ اَنَا السَّلَامُ وَمِنِّي السَّلَامُ۔ تم پر میری رحمت سابق ہو چکی۔ اور محبت بھی' میرے ان بندوں کو مرحبا ہو جو بغیر دیکھے مجھ سے ڈرتے رہے' میری فرمانبرداری کرتے رہے' جنتی کہیں گے باری تعالیٰ نہ تو ہم سے تیری عبادت کا حق ادا ہوا' نہ پوری تیری قدر ہوئی' ہمیں اجازت دے کہ تیرے سامنے سجدہ کریں' اللہ فرمائے گا یہ محنت کی جگہ نہیں' نہ عبادت کی۔ یہ تو نعمتوں' راحتوں اور مالا مال ہو جانے کی جگہ ہے' عبادتوں کی تکلیف جاتی رہی' مزے لوٹنے کے دن آ گئے' جو جی چاہو مانگو پاؤ گے' تم میں سے جو شخص جو مانگے اسے دوں گا' پس یہ مانگیں گے' کم سے کم سوال والا کہے گا کہ خدایا تو نے دنیا میں جو پیدا کیا تھا' جس میں تیرے بندے ہائے وائے کر رہے تھے۔ میں چاہتا ہوں کہ شروع دنیا سے آخر دنیا تک دنیا میں جتنا کچھ تھا سب مجھے عطا فرما۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو نے تو کچھ نہ مانگا۔ اپنے مرتبہ سے بہت کم چیز مانگی۔ اچھا ہم نے دی۔ میری بخشش اور دین میں کیا کمی ہے۔ پھر فرمائے گا جن چیزوں تک میرے ان بندوں کے خیالات کی رسائی بھی نہیں۔ وہ انہیں دو۔ چنانچہ دی جائیں گی۔ یہاں تک کہ ان کی خواہشیں پوری ہو جائیں گی۔ ان چیزوں میں جو انہیں یہاں ملیں گی۔ تیز رو گھوڑے ہوں گے' ہر چار پر یاقوتی تخت ہوگا' ہر تخت پر سونے کا ایک ڈیرا ہوگا۔ ہر ڈیرے میں جنتی فرش ہوگا' جن پر بڑی بڑی آنکھوں والی دو دو حوریں ہوں گی جو دو دو جوڑے پہنے ہوئے ہوں گی' جن میں جنت کے تمام رنگ ہوں گے اور تمام خوشبوئیں' ان خیموں کے باہر سے ان کے چہرے ایسے چمکتے ہوں گے۔ گویا وہ باہر بیٹھی ہیں' ان کی پنڈلی کے اندر کا گودا باہر سے نظر آ رہا ہوگا۔ جیسے سرخ یاقوت میں ڈورا پرو دیا ہوا ہو۔ اور وہ اوپر سے نظر آ رہا ہو۔ ہر ایک دوسرے پر اپنی فضیلت ایسی جانتی ہوگی۔ جیسی فضیلت سورج کی پتھر پر۔ اس طرح جنتی کی نگاہ میں بھی دونوں ایسی ہی ہوں گی۔ یہ ان کے پاس جائے گا اور ان سے بوس و کنار میں مشغول ہو جائے گا۔ وہ دونوں اسے دیکھ کر کہیں گی۔ واللہ ہمارے تو خیال میں بھی نہ تھا کہ خدا تم جیسا خاوند ہمیں دے گا۔ اب بحکم خدا اسی طرح صف بندی کے ساتھ سواریوں پر یہ واپس ہوں گے اور اپنی منزلوں میں پہنچیں گے۔ دیکھو تو سہی خدائے وہاب نے انہیں کیا کیا نعمتیں عطا فرما رکھی ہیں؟ وہاں بلند درجہ لوگوں میں اونچے اونچے بالاخانوں میں جو خالص موتی کے بنے ہوئے ہوں گے۔ جن کے دروازے سونے کے ہوں گے۔ جن کے تخت یاقوت کے ہوں گے جن کے فرش نرم اور موٹے ریشم کے ہوں گے۔ جن کے منبر نور کے ہوں گے' جن کی چمک سورج کی چمک سے بالاتر ہوگی' اعلیٰ علیین میں ان کے محل ہوں گے یاقوت کے بنے ہوئے نورانی جن کے نور سے آنکھوں کی روشنی جاتی رہے لیکن خدائے تعالیٰ ان کی آنکھیں ایسی نہ کرے گا جو محلات یاقوت سرخ کے ہوں گے ان میں سبز ریشمی فرش ہوں گے اور جو زرد یاقوت کے ہوں گے ان کے فرش سرخ مخمل کے ہوں گے

حاشیہ: اے اللہ! اے مالک روز جزا! ستار العیوب غفار! اس دولت دیدار سے حقیر محشی اور قارئین کو محروم نہ رکھیو!! انظر شاہ کشمیری

جو زمرد اور سونے کے جڑاؤ کے ہوں گے۔ ان تختوں کے پائے جواہر کے ہوں گے ان پر چھتیں لؤلؤ کی ہوں گی ان کے برج مرجان کے ہوں گے ان کے پہنچنے سے پہلے ہی خدائی تحفے وہاں پہنچ چکے ہوں گے، سفید یاقوتی گھوڑے غلمان لئے کھڑے ہوں گے۔ جن کا سامان چاندی کا جڑاؤ ہوگا۔ ان کے تخت پر اعلیٰ ریشمی نرم دبیز فرش بچھے ہوئے ہوں گے۔ یہ ان سواریوں پر سوار ہو کر بہ تکلف جنت میں جا پہنچیں گے۔ دیکھیں گے کہ ان کے گھروں کے پاس نورانی منبروں پر فرشتے ان کے استقبال کے لئے بیٹھے ہوئے ہیں وہ ان کا شاندار استقبال کریں گے، مبارکباد دیں گے، مصافحہ کریں گے۔ پھر یہ اپنے گھروں میں داخل ہوں گے، انعاماتِ خدا وہاں موجود پائیں گے، اپنے محلات کے پاس دو جنتیں ہری بھری پائیں گے۔ اور دو پھلی پھولی جن میں دو چشمے پوری روانی سے جاری ہوں گے اور ہر قسم کے جوڑ دار میوے ہوں گے اور خیموں میں پاکدامن بھولی بھالی پردہ نشین حوریں ہوں گی۔ جب یہ یہاں پہنچ کر راحت و آرام میں ہوں گے اس وقت اللہ رب العزت فرمائے گا۔ میرے پیارے بندو! تم نے میرے وعدے سچے پائے؟ کیا تم میرے ثوابوں سے خوش ہوگئے؟ وہ کہیں گے خدایا ہم خوب خوش ہوگئے۔ بہت ہی راضی رضامند ہیں دل سے راضی ہیں کلی کلی کھلی ہوئی ہے۔ تو بھی ہم سے خوش رہ۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا اگر میری رضامندی نہ ہوتی تو میں اپنے اس مہمان خانے میں تمہیں کیسے داخل ہونے دیتا؟ اپنا دیدار کیسے کراتا؟ میرے فرشتے تم سے مصافحہ کیوں کرتے؟ تم خوش رہو، بآرام رہو، تمہیں مبارک ہو تم پھلو پھولو اور سکھ چین اٹھاؤ، میرے یہ انعامات گھٹنے اور ختم ہونے والے نہیں۔ اس وقت وہ کہیں گے خدا ہی کی ذات سزاوارِ تعریف ہے۔ جس نے ہم سے غم و رنج کو دور کر دیا۔ اور ایسے مقام پر پہنچایا کہ جہاں ہمیں کوئی تکلیف، کوئی مشقت نہیں، یہ اسی کا فضل ہے وہ بڑا ہی بخشنے والا اور قدر دان ہے۔ یہ سیاق غریب ہے۔ اور یہ اثر عجیب ہے۔ ہاں اس کے بعض شواہد بھی موجود ہیں۔ چنانچہ صحیحین میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اس بندہ سے جو سب سے اخیر میں جنت میں جائے گا۔ فرمائے گا کہ مانگ وہ مانگتا جائے گا اور اللہ کریم دیتا جائے گا۔ یہاں تک کہ اس کا سوال پورا ہو جائے گا۔ اب اس کے سامنے کوئی خواہش باقی نہیں رہے گی۔ تو اللہ تعالیٰ خود اسے یاد دلائے گا کہ یہ مانگ، یہ مانگ۔ یہ مانگے گا اور پائے گا پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ یہ سب میں نے تجھے دیا۔ اور اتنا ہی اور بھی دس مرتبہ عطا فرمایا۔ صحیح مسلم شریف کی قدسی حدیث میں ہے کہ اے میرے بندو! تمہارے اگلے پچھلے انسان، جنات سب ایک میدان میں کھڑے ہو جائیں۔ اور مجھ سے دعائیں کریں اور مانگیں۔ میں ہر ایک کے تمام سوالات پورے کروں۔ لیکن میرے ملک میں اتنی بھی کمی نہ آئے گی جتنی کمی سوئی کو سمندر میں ڈبونے سے سمندر کے پانی میں آئے الخ۔ خالد بن معدان کہتے ہیں۔ جنت کے ایک درخت کا نام طوبیٰ ہے۔ اس میں تھن ہیں۔ جن سے جنتیوں کے بچے دودھ پیتے ہیں کچے گرے ہوئے بچے جنت کی نہروں میں ہیں۔ قیامت کے قائم ہونے تک پھر چالیس سال کے بن کر اپنے ماں باپ کے ساتھ جنت میں رہیں گے۔

كَذٰلِكَ اَرْسَلْنٰكَ فِیْٓ اُمَّةٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهَآ اُمَمٌ لِّتَتْلُوَا عَلَيْهِمُ الَّذِیْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَ

(اور) اسی طرح ہم نے آپ کو ایک ایسی امت میں رسول بنا کر بھیجا ہے کہ اس (امت) سے پہلے اور بہت سی امتیں گذر چکی ہیں تاکہ آپ ان کو وہ کتاب پڑھ کر سنا دیں جو ہم نے آپ کے پاس وحی کے ذریعہ سے

هُمْ يَكْفُرُوْنَ بِالرَّحْمٰنِ ۭ قُلْ هُوَ رَبِّيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ مَتَابِ ۝

وہ لوگ ایسے بڑے رحمت والے کی ناسپاسی کرتے ہیں آپ فرما دیجئے کہ وہ میرا مربی (اور نگہبان) ہے۔ اس کے سوا کوئی عبادت کے قابل نہیں میں نے اسی پر بھروسہ کر لیا اور اسی کے پاس

منکرین خدا

ارشاد ہوتا ہے کہ جیسے اس امت کی طرف ہم نے تجھے بھیجا کہ تو انھیں کلامِ خدا پڑھ کر سنائے۔ اسی طرح تجھ سے پہلے اور رسولوں کو ان اگلی امتوں کی طرف بھیجا تھا۔ انھوں نے بھی پیغامِ الٰہی اپنی اپنی امتوں کو پہنچایا۔ مگر انھوں نے جھٹلایا۔ اسی طرح تیری بھی تکذیب کی گئی تو تجھے تنگ دل نہ ہونا چاہئے ہاں ان جھٹلانے والوں کو ان کا انجام دیکھنا چاہئے جو ان سے پہلے تھے کہ عذابِ الٰہی نے انھیں ٹکڑے ٹکڑے

ف تاریخ کو پڑھ کر دیکھو۔ بعض بادشاہوں نے اپنے محلات میں وہ سامان آرائش و زیبائش، عیش و عشرت کے بہم پہنچائے کہ دنیا کی کوئی ایسی چیز نہ تھی جس کا تعلق راحت رسانی سے ہو اور وہ ان عشرت کدوں میں موجود نہ ہو۔ پس اگر احکم الحاکمین جس کی قدرت کی وسعت کا ہم اور آپ اندازہ ہی نہیں کر سکتے۔ فردوس بریں میں اپنے طلبگاروں کے لئے یہ سب کچھ اہتمام کرے تو مضائقہ کیا ہے اور اس میں استبعاد کیوں ہے ۱۲ انظر شاہ کشمیری +

کر دیا۔ پس تیری تکذیب تو ان کی تکذیب سے بھی ہمارے نزدیک زیادہ ناپسند ہے۔ اب یہ دیکھ لیں کہ ان پر کیسے عذاب برستے ہیں۔ یہی فرمان آیت تاللّٰہِ لَقَدْ اَرْسَلْنَآ الخ میں اور آیت وَلَقَدْ کُذِّبَتْ رُسُلٌ الخ میں ہے کہ دیکھ لے ہم نے اپنے پیغمبروں کی کس طرح امداد فرمائی؟ اور انھیں کیسے غالب کیا؟ اپنی قوم کو دیکھ کر رحمٰن سے کفر کر رہی ہے، وہ خدا کے اس وصف اور نام کو مانتی ہی نہیں۔ حدیبیہ کی صلح کے لکھنے کے وقت اس پر اڑ گئے کہ ہم بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ لکھنے نہیں دیں گے۔ ہم نہیں جانتے کہ رحمٰن اور رحیم کیا ہے۔ پوری حدیث بخاری میں موجود ہے۔ قرآن میں ہے قُلِ ادْعُوا اللّٰہَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ الخ اللہ کہہ کر اسے پکارو یا رحمٰن کہہ کر جس نام سے پکارو وہ تمام بہترین ناموں والا ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ خدا کے نزدیک عبداللہ اور عبدالرحمٰن نہایت پیارے نام ہیں۔ جس سے تم کفر کر رہے ہو میں تو اسے مانتا ہوں۔ وہی میرا پروردگار ہے میرا اعتماد اسی پر ہے، اسی کی جانب میری تمام تر توجہ اور رجوع اور دل کا میلان ہے، اس کے سوا کوئی ان باتوں کا مستحق نہیں۔

وَلَوْ اَنَّ قُرْاٰنًا سُیِّرَتْ بِهِ الْجِبَالُ اَوْ قُطِّعَتْ بِهِ الْاَرْضُ اَوْ كُلِّمَ بِهِ الْمَوْتٰى

اور اگر کوئی ایسا قرآن ہوتا جس کے ذریعہ سے پہاڑ (اپنی جگہ سے) ہٹا دیئے جاتے یا اس کے ذریعہ سے زمین جلدی جلدی طے ہو جاتی یا اس کے ذریعہ سے مُردوں کے ساتھ کسی کو باتیں کرا دی...

بَلْ لِّلّٰهِ الْاَمْرُ جَمِیْعًا ؕ اَفَلَمْ یَایْـَٔسِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْ لَّوْ یَشَآءُ اللّٰهُ لَهَدَى

بلکہ سارا اختیار خاص اللہ ہی کو ہے کیا　پھر بھی ایمان والوں کو اس بات میں دلجمعی نہیں ہوئی کہ اگر خدا تعالیٰ چاہتا تو تمام (دنیا بھر کے) آدمیوں کو

النَّاسَ جَمِیْعًا ؕ وَلَا یَزَالُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا تُصِیْبُهُمْ بِمَا صَنَعُوْا قَارِعَةٌ اَوْ تَحُلُّ

ہدایت کر دیتا　اور یہ (مکہ کے) کافر تو ہمیشہ (آئے دن) اسی حالت میں رہتے ہیں کہ ان کے (بد) کرداروں کے سبب ان پر کوئی نہ کوئی حادثہ پڑتا رہتا ہے یا ان کی بستی

قَرِیْبًا مِّنْ دَارِهِمْ حَتّٰى یَاْتِیَ وَعْدُ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُخْلِفُ الْمِیْعَادَ ۝　ع ۵ / ۱۰

کے قریب نازل ہوتا رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ آجاوے گا　یقیناً اللہ تعالیٰ وعدہ خلاف نہیں کرتے۔

وہ وقت آنے والا ہے

اللہ تعالیٰ قرآن کریم کی تعریف بیان فرما رہا ہے کہ اگر اگلی کتابوں میں سے کسی کتاب کے ساتھ پہاڑ اپنی جگہ سے ٹل جانے والے اور زمین پھٹ جانے والی اور مُردے جی اٹھنے والے ہوتے تو یہ قرآن جو تمام اگلی کتابوں سے بڑھ چڑھ کر ہے۔ ان سب سے زیادہ اس بات کا اہل تھا۔ اس میں تو وہ معجز بیانی ہے کہ سارے جنات و انسان مل کر بھی اس جیسی ایک سورت نہ بنا سکے۔ یہ مشرکین اس کے بھی منکر ہیں۔ تو معاملہ سپرد خدا کرو وہ مالکِ کل ہے۔ تمام کام رجوع وہی ہے۔ وہ جو چاہتا ہے ہو جاتا ہے، جو نہیں چاہتا ہرگز نہیں ہوتا اس کے بھٹکائے ہوئے کی رہبری اور اس کے راہ دکھائے ہوئے کی گمراہی کسی کے قبضہ میں نہیں۔ یہ یاد رہے کہ قرآن کا اطلاق اگلی خدائی کتابوں پر بھی ہوتا ہے اس لئے کہ وہ سب سے مشتق ہے۔ مسند میں ہے۔ حضرت داؤد پر قرآن اس قدر آسان کر دیا گیا تھا کہ ان کے حکم سے سواری کسی جاتی اس کے تیار ہونے سے پہلے ہی وہ قرآن کو ختم کر لیتے۔ سوا اپنی ہاتھ کی کمائی کے وہ اور کچھ نہ کھاتے تھے۔ پس مراد یہاں قرآن سے زبور ہے۔ کیا ایماندار ابتک اس سے مایوس نہیں ہوئے کہ تمام مخلوق ایمان نہیں لائے گی۔ کیا وہ مشیتِ خدا کے خلاف کچھ کر سکتے ہیں۔ رب کی یہ منشاء ہی نہیں۔ اگر ہوتی تو روئے زمین کے لوگ مسلمان ہو جاتے۔ بھلا اس قرآن کے بعد کس معجزے کی ضرورت دنیا کو رہ گئی؟ اس سے بہتر اس سے واضح، اس سے صاف، اس سے زیادہ دلوں میں گھر کرنے والا اور کونسا کلام ہوگا؟ اسے تو اگر بڑے سے بڑے پہاڑ پر اُتارا جاتا تو وہ بھی خشیت خدا سے چکنا چور ہو جاتا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ہر نبی کو ایسی چیز ملی کہ لوگ اس پر ایمان لائیں میری وہ چیز خدا کی یہ وحی ہے۔ پس مجھے امید ہے کہ سب نبیوں سے زیادہ تابعداروں والا ہو جاؤں گا۔ مطلب یہ ہے کہ انبیاء

۱۵ کیونکہ ان دونوں ناموں میں خدا تعالیٰ ہی کا بندہ ہونا ظاہر ہوتا ہے یعنی ہم صرف خدا تعالیٰ کے بندے اور عبد ہیں اور اس کے علاوہ کسی کے عبد نہیں ۱۲ (حاشیہ حمائل شریف)

علیہم السلام کے معجزے ان کے ساتھ ہی چلے گئے اور میرا یہ معجزہ جیتا جاگتا رہتی دنیا تک رہے گا۔ نہ اس کے عجائبات ختم ہوں نہ یہ کثرت تلاوت سے پرانا ہو نہ اس سے علماء سیر ہوں گے۔ یہ فضل ہے دل لگی نہیں، جو سرکش اسے چھوڑ دے گا۔ اللہ اسے توڑ دے گا۔ جو اس کے سوا اور میں ہدایت تلاش کریگا اسے خدا گمراہ کر دیگا۔ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کافروں نے آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا۔ اگر آپ یہاں کے پہاڑ یہاں سے ہٹوا دیں اور یہاں کی زمین زراعت کے قابل ہو جائے اور جس طرح سلیمان علیہ السلام زمین کی کھدائی ہوا سے کراتے تھے۔ آپ بھی کرا دیجئے۔ یا جس طرح حضرت عیسیٰ مُردوں کو زندہ کر دیتے تھے۔ آپ بھی کر دیجئے۔ اس پر یہ آیت اتری۔ قتادہ فرماتے ہیں مطلب یہ ہے کہ اگر کسی قرآن کے ساتھ یہ امور ظاہر ہوتے تو اس تمہارے قرآن کے ساتھ بھی ہوتے۔ سب کچھ خدا کے اختیار میں ہے۔ لیکن وہ ایسا نہیں کرتا۔ تاکہ تم سب کو آزمالے اپنے اختیار سے ایمان لاؤ یا نہ لاؤ۔ کیا ایمان والے نہیں جانتے؟ یایئس کے بدلے دوسری جگہ یَتَبَیَّنْ بھی ہے۔ ایمان دار ان کی ہدایت سے مایوس ہو چکے تھے ہاں خدا کے اختیارات میں کسی کا بس نہیں وہ اگر چاہے تمام مخلوق کو ہدایت پر کھڑا کر دے۔ یہ کفار برابر دیکھ رہے ہیں کہ ان کے جھٹلانے کی وجہ سے خدا کے عذاب برابر ان پر برستے رہتے ہیں۔ یا ان کے آس پاس آجاتے ہیں۔ پھر بھی یہ نصیحت حاصل نہیں کرتے؟ جیسے فرمان ہے وَلَقَدْ اَهْلَكْنَا مَا حَوْلَكُمْ مِّنَ الْقُرٰى الخ یعنی ہم نے تمہارے آس پاس کی بہت سی بستیوں کو ان کی بدکرداریوں کی وجہ سے غارت و برباد کر دیا۔ اور طرح طرح سے اپنی نشانیاں ظاہر فرمائیں کہ لوگ برائیوں سے باز رہیں۔ اور آیت میں ہے اَفَلَا يَرَوْنَ اَنَّا نَاْتِي الْاَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا۔ کیا وہ نہیں دیکھ رہے کہ ہم زمین کو گھٹاتے چلے آ رہے ہیں۔ کیا اب بھی اپنا ہی غلبہ مانتے چلے جائیں گے؟ تَحُلُّ کا فاعل قارعۃ ہے یہی ظاہر اور مطابق روانی عبارت ہے۔ لیکن ابن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ قارعہ پہنچے یعنی چھوٹا سا لشکر اسلامی یا تو خود ان کے شہر کے قریب اتر پڑے یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم یہاں تک کہ وعدۂ خدا آپہنچے۔ اس سے مراد فتح مکہ ہے۔ آپ سے ہی منقول ہے کہ قارعہ سے مراد آسمانی عذاب ہے۔ اور آس پاس اترنے سے مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے لشکروں سمیت ان کی حدود میں پہنچ جانا ہے اور ان سے جہاد کرنا ہے۔ ان سب کا قول ہے کہ یہاں وعدۂ خداوندی سے مراد فتح مکہ ہے۔ لیکن حسن بصری فرماتے ہیں کہ اس سے مراد قیامت کا دن ہے۔ اللہ کا وعدہ اپنے رسولوں کی نصرت و امداد کا ہے۔ وہ کبھی ٹلنے والا نہیں۔ انھیں اور ان کے تابعداروں کو ضرور بلندی نصیب ہوگی۔ جیسے فرمان ہے وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ مُخْلِفَ وَعْدِهٖ رُسُلَهٗ ۝ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ ۝ یہ غلط گمان ہرگز نہ کرو کہ اللہ اپنے رسولوں سے وعدہ خلافی کرے گا اللہ غالب ہے اور بدلہ لینے والا۔

وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَاَمْلَيْتُ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثُمَّ اَخَذْتُهُمْ فَكَيْفَ كَانَ عِقَابِ (۱)

اور بہت سے پیغمبروں کے ساتھ جو کہ آپ کے قبل ہو چکے ہیں استہزا ہو چکا ہے پھر میں ان کافروں کو مہلت دیتا رہا پھر میں نے ان پر دارو گیر کی سو میری سزا کس طرح کی تھی۔

انبیاء سے مذاق

اللہ تعالیٰ اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دیتا ہے کہ آپ اپنی قوم کے غلط رویہ سے رنج و فکر نہ کریں۔ آپ سے پہلے پیغمبروں کا بھی یوں ہی مذاق اڑایا گیا تھا۔ میں نے ان کافروں کو بھی کچھ دیر تو ڈھیل دی تھی۔ آخرش بُری طرح پکڑ لیا تھا اور پھر بالکل نیست و نابود کر دیا تھا۔ تجھے معلوم ہے کہ کس کیفیت سے میرے عذاب ان پر آئے؟ اور ان کا انجام کیسا کچھ ہوا؟ جیسے فرمان ہے۔ بہت سی بستیاں ہیں جو باوجود ظلم کے بہت دنوں دنیا میں مہلت کے ساتھ رہیں لیکن آخرش اپنی بداعمالیوں کی پاداش میں عذاب کا شکار ہوئیں۔ صحیحین میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ ظالم کو ڈھیل دیتا ہے۔ پھر جب پکڑتا ہے تو وہ ظالم حیران رہ جاتا ہے۔ پھر آپ نے آیت وَكَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ الخ کی تلاوت کی۔

(حاشیہ ص۴۹) یعنی میری امت جس قدر تعداد میں زیادہ ہوگی اتنی کثیر امت کسی اور نبی کی نہ ہوگی ۱۲ (حاشیہ صفحہ ھٰذا) ۵ مطلب یہ ہے کہ علماء ہر دور میں قرآن کریم کی طرف اعتناء کریں گے اور ہر فن کے اعتبار سے قرآن مجید کی تفاسیر لکھی جائیں گی مگر اس کے باوجود قرآن کریم کے علوم و معارف کا احاطہ ممکن نہیں چودہ سو سال کا طویل عرصہ اس پیشین گوئی کی حرف بحرف ایک تصدیق ہے ۱۲ انظر شاہ کشمیری +

أَفَمَنْ هُوَ قَآئِمٌ عَلٰى كُلِّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ ۚ وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ ؕ قُلْ سَمُّوْهُمْ ؕ

پھر (بھی) کیا جو (خدا) ہر شخص کے اعمال پر مطلع ہو اور ان لوگوں کے شرکا برابر ہو سکتے ہیں اور ان لوگوں نے خدا کے لئے شرکا تجویز کئے ہیں۔ آپ کہئے کہ (ذرا) ان (شرکا) کے

أَمْ تُنَبِّئُوْنَهٗ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِى الْاَرْضِ أَمْ بِظَاهِرٍ مِّنَ الْقَوْلِ ؕ بَلْ زُيِّنَ لِلَّذِيْنَ

کیا تم اللہ تعالیٰ کو ایسی بات کی خبر دیتے ہو کہ دنیا (بھر) میں اس (کے وجود) کی خبر اللہ تعالیٰ کو نہ ہو یا محض ظاہری لفظ کے اعتبار سے انکو شریک کہتے ہو بلکہ کافروں کو اپنے مغالطہ کی

كَفَرُوْا مَكْرُهُمْ وَصُدُّوْا عَنِ السَّبِيْلِ ؕ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ﴿۳۳﴾

باتیں مرغوب معلوم ہوتی ہیں اور (اسی وجہ سے) یہ لوگ راہ (حق) سے محروم رہتے ہیں۔ اور جس کو خدا تعالیٰ گمراہی میں رکھے اس کو کوئی راہ پر لانے والا نہیں۔

ہر چیز کا نگراں

اللہ تعالیٰ ہر انسان کے اعمال کا محافظ ہے' ہر ایک کے اعمال کو جانتا ہے' ہر نفس پر نگہبان ہے' ہر عامل کے خیر و شر کے عمل سے باخبر ہے' کوئی چیز اس سے پوشیدہ نہیں' کوئی کام اس کی بے خبری میں نہیں ہوتا' ہر حالت کا اسے علم ہے' ہر عمل پر وہ موجود ہے' ہر پتے کے جھڑنے کا اسے علم ہے' ہر جاندار کی روزی اللہ کے ذمہ ہے' ہر ایک کے ٹھکانے کا اسے علم ہے ہر بات اس کی کتاب میں لکھی ہوئی ہے' کھلی چھپی ہر بات کو وہ جانتا ہے' تم جہاں ہو وہاں اللہ تمہارے ساتھ ہے' تمہارے اعمال دیکھ رہا ہے۔ ان صفتوں والا خدا کیا تمہارے ان جھوٹے خداؤں جیسا ہے؟ جو نہ سنیں نہ دیکھیں نہ اپنے لئے کسی چیز کے مالک نہ کسی اور کے نفع و نقصان کا انھیں اختیار اس جواب کو حذف کر دیا۔ کیونکہ دلالت کلام موجود ہے اور وہ فرمان خدا۔ وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ ہے۔ انھوں نے خدا کے ساتھ اوروں کو شریک ٹھیرا لیا۔ اور ان کی عبادت کرنے لگے۔ تم ذرا ان کے نام تو بتاؤ۔ ان کے حالات تو بیان کرو۔ تاکہ دنیا جان لے کہ وہ محض بے حقیقت ہیں۔ کیا تم زمین کی ان چیزوں کی خبر خدا کو دے رہے ہو جنھیں وہ نہیں جانتا یعنی جن کا وجود ہی نہیں اس لئے کہ اگر وجود ہوتا تو علم خدا سے باہر نہ ہوتا۔ کیونکہ اس پر کوئی مخفی سے مخفی چیز بھی حقیقتاً مخفی نہیں۔ یا صرف باتیں بنا رہے ہو؟ تم نے خود ان کے نام گھڑ لئے تم نے ہی انھیں نفع و نقصان کا مالک قرار دیا۔ اور تم نے ہی ان کی پوجا پاٹ شروع کر دی۔ یہی تمہارے بڑے کرتے رہے۔ نہ تو تمہارے ہاتھ میں کوئی خدائی دلیل ہے نہ اور کوئی دلیل۔ یہ تو صرف وہم پرستی اور خواہش پروری ہے۔ ہدایت خدا کی طرف سے نازل ہو چکی ہے۔ کفار کا مکر انھیں بھلے رنگ میں دکھائی دے رہا ہے' وہ اپنے کفر پر اور اپنے شرک پر ہی ناز کر رہے ہیں' دن رات اسی میں مشغول ہیں۔ اور اسی کی طرف اوروں کو بلا رہے ہیں جیسے فرمایا۔ وَقَيَّضْنَا لَهُمْ قُرَنَآءَ الخ ان کے شیطانوں نے ان کی بے راہ روی ان کے سامنے زینت دار کر دی ہے۔ یہ راہ خدا سے' طریقہ ہدیٰ سے روک دیئے گئے ہیں۔ ایک قرارت اس کی صد دبھی ہے۔ یعنی انھوں نے اسے اچھا جان کر پھر اوروں کو اس میں پھانسنا شروع کر دیا۔ اور راہ رسول سے لوگوں کو روکنے لگے۔ رب کے گمراہ کئے ہوئے لوگوں کو کون راہ دکھا سکے؟ جیسے فرمایا وَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ فِتْنَتَهٗ فَلَنْ تَمْلِكَ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا۔ جسے خدا فتنہ میں ڈالنا چاہے تو اس کے لئے خدا کے ہاں کچھ بھی تو اختیار نہیں رکھتا۔ اور آیت میں ہے کہ گو تو ان کی ہدایت کا لالچی ہو۔ لیکن اللہ ان گمراہوں کو راستہ دینا نہیں چاہتا۔ پھر کون ہے جو ان کی مدد کرے۔

لَهُمْ عَذَابٌ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَشَقُّ ۚ وَمَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ

ان کے لئے دنیوی زندگانی میں (بھی) عذاب ہے اور آخرت کا عذاب اس سے بدرجہا زیادہ سخت ہے اور اللہ (کے غضب) سے ان کا کوئی بچانیوالا

مِنْ وَّاقٍ ﴿۳۴﴾ مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِىْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ؕ تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ

نہیں ہوگا (اور) جس جنت کا متقیوں سے وعدہ کیا گیا ہے اس کی کیفیت یہ ہے کہ اس (کے عمارات و اشجار) کے نیچے سے نہریں جاری ہونگی

اُكُلُهَا دَآئِمٌ وَّظِلُّهَا ؕ تِلْكَ عُقْبَى الَّذِيْنَ اتَّقَوْا ۖ وَّعُقْبَى الْكٰفِرِيْنَ النَّارُ ﴿۳۵﴾

اس کا پھل اور اس کا سایہ دائم رہے گا یہ تو انجام ہوگا متقیوں کا اور کافروں کا انجام دوزخ ہوگا۔

عذاب بالائے عذاب

کفار کی سزا اور نیکو کار کی جزا کا ذکر ہو رہا ہے۔ کافروں کا کفر و شرک بیان فرما کر ان کی سزا بیان فرمائی کہ وہ مؤمنوں کے ہاتھوں قتل و غارت ہوں گے۔ اس کے ساتھ ہی آخرت کے سخت تر عذاب میں گرفتار ہوں گے جو اس دنیا کی سزا سے بدرجہا بدتر ہے ملاعنہ کرنے والے میاں بیوی سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ دنیا کا عذاب آخرت کے عذاب سے بہت ہی ہلکا ہے۔ یہاں کا عذاب فانی وہاں کا باقی۔ اور اس آگ کا عذاب جو یہاں کی آگ سے ستر حصے زیادہ تیز ہے پھر قید وہ جو تصور میں بھی نہ آسکے۔ جیسے فرمان ہے فَيَوْمَئِذٍ لَّا يُعَذِّبُ عَذَابَهُ أَحَدٌ الخ آج اس جیسے نہ عذاب کسی کے نہ اس جیسی قید و بند کسی کی۔ فرمان ہے۔ وَأَعْتَدْنَا لِمَن كَذَّبَ بِالسَّاعَةِ سَعِيرًا الخ قیامت کے منکروں کے لئے ہم نے آگ کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔ دور سے... انھیں دیکھتے ہی شور و غل شروع کر دے گی۔ وہاں کے تنگ و تاریک مکانات میں جب یہ جکڑے ہوئے ڈالے جائیں گے تو ہائے وائے کرتے ہوئے موت مانگنے لگیں گے۔ ایک ہی موت کیا مانگتے ہو بہت سی موتیں مانگو۔ اب بتلاؤ کہ یہ ٹھیک ہے یا جنّتِ خلد ٹھیک ہے جس کا وعدہ پرہیزگاروں سے ہے کہ وہ ان کا بدلہ ہے اور ان کا ہمیشگی کا ٹھکانا۔ پھر نیکوں کا انجام بیان فرماتا ہے کہ ان سے جن جنتوں کا وعدہ ہے۔ اس کی ایک صفت تو یہ ہے کہ اس کے ہر طرف نہریں جاری ہیں۔ جہاں چاہیں پانی لے جائیں۔ پانی بھی نہ بگڑنے والا۔ پھر دودھ کی نہریں ہیں۔ اور دودھ بھی ایسا جس کا مزہ کبھی نہ بگڑے۔ اور شراب کی نہریں ہیں جس میں صرف لذّت ہی لذّت ہے۔ نہ بدمزگی، نہ بیہودہ نشہ اور صاف شہد کی نہریں ہیں۔ اور ہر قسم کے پھل ہیں۔ اور ساتھ ہی رب کی رحمت، مالک کی مغفرت، اس کے پھل ہمیشگی والے ہیں، اس کی کھانے پینے کی چیزیں کبھی فنا ہونے والی نہیں۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کسوف کی نماز پڑھی تھی۔ تو صحابہؓ نے پوچھا کہ حضور ہم نے آپ کو دیکھا کہ آپ نے کسی چیز کو گویا لینے کا ارادہ کیا تھا۔ پھر ہم نے دیکھا کہ آپ پچھلے پاؤں پیچھے کو ہٹنے لگے؟ آپ نے فرمایا ہاں۔ میں نے جنّت کو دیکھا تھا۔ اور چاہا تھا کہ ایک خوشہ توڑ لوں۔ اگر لے لیتا تو رہتی دنیا تک وہ رہتا اور تم کھاتے رہتے۔

ابو یعلیٰ میں ہے کہ ایک دن ظہر کی نماز میں ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے کہ آپ ناگاہ آگے بڑھے اور ہم بھی بڑھے۔ پھر ہم نے دیکھا کہ آپ نے گویا کوئی چیز لینے کا ارادہ کیا۔ پھر آپ پیچھے ہٹ آئے۔ نماز کے خاتمہ کے بعد حضرت ابی بن کعب نے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ آج تو ہم نے آپ کو ایسا کام کرتے ہوئے دیکھا کہ آج سے پہلے کبھی نہ دیکھا تھا؟ آپ نے فرمایا ہاں میرے سامنے جنّت پیش کی گئی جو تر و تازگی سے مہک رہی تھی۔ میں نے چاہا کہ اس میں سے ایک خوشہ انگور کا توڑ لاؤں۔ لیکن میرے اور اس کے درمیان آڑ کر دی گئی۔ اگر میں اسے توڑ لاتا تو تمام دنیا اپنی پوری عمر میں اسے کھاتی رہتی۔ اور پھر بھی ذرا سا بھی کم نہ ہوتا۔ ایک دیہاتی نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ جنت میں انگور ہوں گے؟ آپ نے فرمایا ہاں۔ اس نے کہا کتنے بڑے خوشے ہوں گے؟ فرمایا اتنے بڑے کہ اگر کوئی کالا کوّا مہینہ بھر اُڑتا رہے[1] تو بھی اس خوشہ سے آگے نہ نکل سکے۔ اور حدیث میں ہے کہ جنّتی جب کوئی پھل توڑیں گے اسی وقت اس کی جگہ دوسرا لگ جائے گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ جنّتی خوب کھائیں پئیں گے لیکن نہ تھوک کی ضرورت ہوگی اور نہ ناک کی۔ نہ پیشاب نہ پاخانہ مشک جیسی خوشبو والا پسینہ آئے گا۔ اور اسی سے کھانا ہضم ہو جائے گا جیسے سانس بے تکلف چلتا ہے۔ اس طرح تسبیح و تقدیس الہام کی جائے گی (مسلم وغیرہ) ایک اہل کتاب نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ آپ فرماتے ہیں جنّتی کھائیں پئیں گے؟ آپ نے فرمایا ہاں ہاں اس کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد کی جان ہے کہ ہر شخص کو کھانے پینے اور جماع اور شہوت کی اتنی قوت دی جائے گی جتنی یہاں سو آدمیوں کو ملکر ہو۔ اس نے کہا اچھا تو جو کھائے گا پئے گا۔ اسے پیشاب پاخانہ کی بھی حاجت ہوگی۔ پھر جنّت میں گندگی کیسی؟ آپ نے فرمایا نہیں بلکہ پسینہ کے راستہ سب ہضم ہو جائے گا۔ اور وہ پسینہ مشک جیسا ہوگا (مسند و نسائی) فرماتے ہیں کہ جس پرندہ کی طرف کھانے کے ارادہ سے جنّتی نظر ڈالے گا وہ اسی وقت بُھنا بُھنایا اس کے سامنے گر پڑے گا۔ بعض روایتوں میں ہے کہ پھر وہ اسی طرح بحکم خدا زندہ ہو کر اُڑ جائے گا۔ قرآن میں ہے۔ وہاں بکثرت میوے ہوں گے کہ نہ کٹیں نہ ٹوٹیں نہ ختم ہوں نہ گھٹیں، سایے جھکے ہوئے شاخیں نیچی، سایے بھی ہمیشہ رہیں گے۔ جیسے فرمان ہے۔ ایماندار نیک کردار بہتی نہروں والی جنتوں میں جائیں گے۔ وہاں ان کے لئے

[1] کالا کوّا نہایت تیز اُڑتا ہے ۱۲

LIBRARY ... HARRIS
377808
215-4

پاک بیویاں ہوں گی۔ اور بہتر بن لمبے چوڑے سایے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ جنت کے ایک درخت کے سایے کے نیچے تیز سواری سو سال تک تیز دوڑتی جائیگی لیکن پھر بھی اس کا سایہ ختم نہ ہوگا۔ قرآن شریف میں ہے سایے ہیں پھیلے اور بڑھے ہوئے۔ عموماً قرآن کریم میں جنت اور دوزخ کا ذکر ایک ساتھ آتا ہے تاکہ لوگوں کو جنت کا شوق ہو اور دوزخ سے ڈر لگے۔ یہاں بھی جنت کا اور وہاں کی چند نعمتوں کا ذکر فرماکر فرمایا کہ یہ ہے انجام پرہیزگار اور تقویٰ شعار لوگوں کا۔ اور کافروں کا انجام جہنم ہے۔ جیسے فرمان ہے کہ جہنمی اور جنتی برابر نہیں۔ جنتی بامراد ہیں۔ خطیب دمشق حضرت بلال بن سعد رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ اے بندگان خدا کیا تمہارے کسی عمل کی قبولیت کا یا کسی گناہ کی معافی کا کوئی پروانہ تم میں سے کسی کو ملا؟ کیا تم نے یہ گمان کر لیا ہے کہ تم بیکار پیدا کئے گئے ہو۔ اور تم خدا کے بس میں آنے والے نہیں ہو۔؟ واللہ اگر اطاعت خداوندی کا بدلہ دنیا میں ہی ملتا تو تم تمام نیکیوں پر جم جاتے۔ کیا تم دنیا پر ہی فریفتہ ہوگئے ہو؟ کیا اسی کے پیچھے مرمٹو گے؟ کیا تمہیں جنت کی رغبت نہیں جس کے پھل اور جس کے سایے ہمیشگی والے ہیں۔ (ابن ابی حاتم)۔

وَالَّذِينَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ يَفْرَحُونَ بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ وَمِنَ الْأَحْزَابِ مَنْ يُنْكِرُ

اور جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ اس (کتاب) سے خوش ہوتے ہیں جو آپ پر نازل کی گئی ہے اور ان ہی کے گروہ میں بعضے ایسے ہیں کہ اس کے بعض حصہ کا

بَعْضَهُ ۚ قُلْ إِنَّمَا أُمِرْتُ أَنْ أَعْبُدَ اللَّهَ وَلَا أُشْرِكَ بِهِ ۚ إِلَيْهِ أَدْعُو وَإِلَيْهِ

انکار کرتے ہیں۔ آپ فرمائیے کہ مجھ کو صرف یہ حکم ہوا ہے کہ میں اللہ کی عبادت کروں اور کسی کو اس کا شریک نہ ٹھیراؤں۔ میں اللہ ہی کی طرف بلاتا ہوں اور اسی کی طرف

مَآبِ ⑤ وَكَذَٰلِكَ أَنْزَلْنَاهُ حُكْمًا عَرَبِيًّا ۚ وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ أَهْوَاءَهُمْ

مجھ کو جانا ہے۔ اور اسی طرح ہم نے اس کو اس طور پر نازل کیا کہ وہ ایک خاص حکم ہے عربی زبان میں اور اگر آپ (بفرض محال) انکی نفسانی خواہشوں کا اتباع کرنے لگیں

بَعْدَ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ مَا لَكَ مِنَ اللَّهِ مِنْ وَلِيٍّ وَلَا وَاقٍ ⑥ ۵ ع ۶

بعد اس کے کہ آپ کے پاس علم (صحیح) پہنچ چکا ہے تو اللہ کے مقابلہ میں نہ کوئی آپ کا مددگار ہوگا اور نہ کوئی بچانے والا۔

دو فرقے

جن لوگوں کو اس سے پہلے کتاب دی گئی تھی اور وہ اس کے عامل ہیں وہ تو اس قرآن کے تجھ پر اترنے سے شاداں و فرحاں ہو رہے ہیں۔ کیونکہ خود ان کی کتابوں میں اس کی بشارت اور اس کی صداقت موجود ہے۔ جیسے آیت اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَتْلُوْنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ الخ میں ہے کہ اگلی کتابوں کو اچھے طور سے پڑھنے والے اس آخری کتاب پر بھی ایمان لاتے ہیں الخ اور آیت میں ہے کہ تم مانو یا نہ مانو اگلی کتابوں والے تو اس کے سچے تابعدار بن جاتے ہیں الخ کیونکہ ان کی کتابوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی خبر ہے۔ اور وہ اس وعدہ کو پورا دیکھ کر خوشی سے مان لیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے کہ اس کے وعدے غلط نکلیں اور اس کے فرمان صحیح ثابت نہ ہوں۔ پس وہ شاداں ہوتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے سامنے سجدہ میں گر پڑتے ہیں۔ ہاں ان جماعتوں میں ایسے بھی ہیں جو اس کی بعض باتوں کو نہیں مانتے۔ غرض بعض اہل کتاب مسلمان ہیں بعض نہیں۔ تو اے نبی اعلان کر دے کہ مجھے صرف خدائے واحد کی عبادت کا حکم ملا ہوا ہے کہ دوسرے کی شرکت کے بغیر صرف اسی کی عبادت اس کو ایک مانتے ہوئے کروں۔ یہی حکم مجھ سے پہلے کے تمام نبیوں اور رسولوں کو ملا تھا۔ اسی راہ کی طرف اسی خدائی عبادت کی طرف میں تمام دنیا کو دعوت دیتا ہوں اسی خدا کی طرف سب کو بلاتا ہوں اور

ف جنت کی نعمتوں کا ذکر اور جہنم کے گوناگوں عذاب کا تذکرہ احادیث اور قرآن میں بکثرت آتا ہے۔ اصولی طور پر یہاں دو باتیں ذہن نشین کر لینی چاہیے اول تو یہ کہ خدا تعالیٰ کو ہر طرح کی قدرت ہے اس لئے فردوس بریں ہیں وہ تمام نعمتیں ان تمام تفصیلات کے ساتھ اگر موجود ہوں تو اس میں ذرا سا بھی استبعاد نہیں اور دوسری بات یہ ہے کہ اس عالم کی چیزوں کو اس دنیا کی چیزوں پر قیاس کرنا ہرگز صحیح نہ ہوگا ہم اور آپ اس دنیا میں بھی ایک جگہ کی چیزوں کو دوسری جگہ کی چیزوں سے کس درجہ بدلا ہوا پاتے ہیں۔ قندھار کے انار جس قدر بڑے ہوتے ہیں کیا دوسرے علاقہ کے انار اس کا مقابلہ کر سکتے ہیں۔ جب یہاں بھی یہ تفاوت ہے تو عالم آخرت میں اگر وہاں کی چیزیں بالکل بدلی ہوئی ہوں تو اس پر حیرت کیوں۔ ۱۲ انظر شاہ کشمیری +

اسی خدا کی طرف میرا لوٹنا ہے۔ جس طرح ہم نے تم سے پہلے نبی بھیجے ان پر اپنی کتابیں نازل فرمائیں۔ اسی طرح یہ قرآن جو محکم اور مضبوط ہے۔ عربی زبان میں جو تیری اور تیری قوم کی زبان ہے۔ اس قرآن کو ہم نے تجھ پر نازل فرمایا۔ یہ بھی تجھ پر خاص احسان ہے کہ اس واضح ظاہر مفصل اور محکم کتاب کے ساتھ تجھے ہم نے نوازا ہے نہ اس کے آگے سے باطل آسکے نہ اس کے پیچھے سے آکر اس میں رل سکے۔ یہ حکیم و حمید خدا کی طرف سے اُتری ہے۔ اے نبی تیرے پاس خدائی علم آسمانی وحی آچکی ہے۔ اب بھی اگر تو نے ان کی خواہش کی ماتحتی کی تو یاد رکھ کہ خدائی عذاب سے تجھے کوئی بھی نہ بچا سکے گا۔ نہ کوئی تیری حمایت پر کھڑا ہوگا۔ سنت نبویہ اور طریقہ محمدیہ علم کے بعد جو گمراہی والوں کے راستوں کو اختیار کریں ان علماء کے لئے اس آیت میں زبردست وعید ہے۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجًا وَّذُرِّيَّةً ؕ وَمَا كَانَ لِرَسُوْلٍ

اور ہم نے یقیناً آپ سے پہلے بہت سے رسول بھیجے　اور ہم نے ان کو بیبیاں اور بچے بھی دیئے　اور کسی پیغمبر کے اختیار میں

اَنْ يَّاْتِيَ بِاٰيَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ لِكُلِّ اَجَلٍ كِتَابٌ (۱) يَمْحُوا اللّٰهُ مَا يَشَآءُ وَيُثْبِتُ ۚ وَعِنْدَهٗۤ اُمُّ الْكِتٰبِ (۲)

یہ نہیں کہ ایک آیت بھی بدون خدا کے حکم کے لا سکے　ہر زمانہ کے مناسب خاص خاص احکام ہوتے ہیں۔　خدا تعالیٰ (ہی) جس حکم کو چاہیں موقوف کر دیتے ہیں اور جس حکم کو چاہیں قائم رکھتے ہیں۔ اور اصل کتاب

ام الکتاب

ارشاد ہے کہ جیسے آپ باوجود انسان ہونے کے رسول خدا ہیں۔ ایسے ہی آپ سے پہلے تمام رسول بھی انسان ہی تھے کھانا کھاتے تھے، بازاروں میں چلتے پھرتے تھے، بیوی بچوں والے تھے۔ اور آیت میں ہے کہ اے اشرف الرسل آپ لوگوں سے کہہ دیجئے کہ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ میں بھی تم جیسا ہی ایک انسان ہوں۔ میری طرف وحی خدا کی جاتی ہے۔ بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں نفلی روزے رکھتا بھی ہوں اور نہیں بھی رکھتا۔ راتوں کو تہجد بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں گوشت بھی کھاتا ہوں، اور عورتوں سے بھی ملتا ہوں۔ جو شخص میرے طریقے سے منہ موڑ لے وہ میرا نہیں ف۱۔

مسند احمد میں آپ کا ارشاد ہے کہ چار چیزیں تمام انبیاء کا طریقہ رہیں۔ خوشبو لگانا، نکاح کرنا، مسواک کرنا اور مہندی ف۲۔ پھر فرماتا ہے کہ معجزے ظاہر کرنا کسی نبی کے بس کی بات نہیں۔ یہ اللہ عزوجل کے قبضہ کی چیز ہے، وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے، جو ارادہ کرتا ہے حکم دیتا ہے۔ ہر ایک مقررہ وقت اور معلوم مدت کتاب میں لکھی ہوئی ہے۔ ہر شے کی ایک مقدار معین ہے۔ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ زمین و آسمان کی تمام چیزوں کا اللہ کو علم ہے۔ سب کچھ کتاب میں موجود ہے۔ یہ تو اللہ پر بہت ہی آسان ہے۔ ہر کتاب کی جو آسمان سے اتری ہے۔ ایک اجل ہے اور ایک مدت مقرر ہے۔ ان میں سے جسے چاہتا ہے منسوخ کر دیتا ہے، جسے چاہتا ہے باقی رکھتا ہے۔ پس اس قرآن سے جو اس نے اپنے رسول صلوات اللہ وسلامہ علیہ پر نازل فرمایا ہے تمام اگلی کتابیں منسوخ ہو گئیں۔ اللہ تعالیٰ جو چاہے محو کرے، جو چاہے باقی رکھے۔ سال بھر کے امور مقرر کر دیئے۔ لیکن اختیار سے باہر نہیں، جو چاہا باقی رکھا، جو چاہا بدل دیا۔ سوائے شقاوت سعادت، حیات ممات کے۔ کہ ان سے فراغت حاصل کر لی گئی ہے۔ ان میں تغیر نہیں ہوتا۔ منصور کہتے ہیں۔ میں نے حضرت مجاہد سے پوچھا کہ یہ دعا کرنا کیسا ہے کہ الٰہی اگر میرا نام نیکوں میں ہے تو باقی رکھ۔ اور اگر بدوں میں ہے تو اسے ہٹا دے۔ اور نیکوں میں کر دے؟ آپ نے فرمایا یہ تو اچھی دعا ہے۔ سال بھر کے بعد پھر ملاقات ہوئی یا کچھ زیادہ عرصہ گزر گیا تھا تو میں نے پھر ان سے یہی بات دریافت کی؟ آپ نے اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ سے دو آیتوں کی تلاوت کی اور فرمایا لیلۃ القدر میں سال بھر کی روزی اور مصائب وغیرہ مقرر ہو جاتے ہیں، پھر جو خدا چاہے مقدم موخر کرتا ہے۔ ہاں سعادت، شقاوت کی کتاب نہیں بدلتی۔ حضرت شفیق بن سلمہ اکثر یہ دعا کیا کرتے

ف۱ یعنی جو ترک دنیا (رہبانیت) کرے وہ اسلام سے بہت دور ہے کیونکہ اسلام خدا تعالیٰ کی نعمتوں سے جائز حدود میں فائدہ اٹھانے کی صرف اجازت ہی نہیں دیتا ہے بلکہ ان سے فائدہ اٹھانے کا مطالبہ کرتا ہے ۱۲ ف۲ یعنی ان چار چیزوں کو انبیاء نے اختیار کرنے کا حکم دیا بعض چیزیں ان میں سے مردوں اور عورتوں دونوں کے لئے تھیں، اور بعض خاص طور پر عورتوں کے لئے مثلاً مہندی کا استعمال عورتوں ہی کے لئے مخصوص ہے ۱۲ انظر شاہ کشمیری

تھے۔ اے اللہ اگر تو نے ہمیں بد بختوں میں لکھا ہے۔ تو اسے مٹادے اور ہم کو نیکوں میں لکھ لے۔ اور اگر تو نے ہمیں نیک لوگوں میں لکھا ہے تو اسی باقی رکھ۔ تو جو چاہے مٹادے اور جو چاہے باقی رکھ۔ اصل کتاب تیرے ہی پاس ہے۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیت اللہ شریف کا طواف کرتے ہوئے روتے روتے یہ دعا پڑھا کرتے تھے۔ اے اللہ اگر تو نے مجھ پر بُرائی اور گناہ لکھ رکھے ہیں تو انھیں مٹادے تو جو چاہے مٹاتا ہے۔ اور باقی رکھتا ہے۔ ام الکتاب تیرے پاس ہی ہے تو اسے سعادت اور رحمت کردے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بھی یہی دعا کیا کرتے تھے۔ کعبؓ نے امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اگر ایک آیت کتاب اللہ میں نہ ہوتی تو میں قیامت تک جو امور ہونے والے ہیں۔ سب آپ کو بتادیتا۔ پوچھا کہ وہ کونسی آیت ہے۔ آپ نے اسی آیت کی تلاوت فرمائی۔

ان تمام اقوال کا مطلب یہ ہے کہ تقدیر کے انقلابات خدا کے اختیار کی چیز ہے۔ چنانچہ مسند احمد کی ایک حدیث میں ہے کہ بعض گناہوں کی وجہ سے انسان اپنی روزی سے محروم کر دیا جاتا ہے۔ اور تقدیر کو دعا کے سوا کوئی چیز بدل نہیں سکتی۔ اور عمر کی زیادتی کرنے والی بجز نیکی کے کوئی چیز نہیں۔ نسائی اور ابن ماجہ میں بھی یہ حدیث ہے۔ اور صحیح حدیث میں ہے کہ صلہ رحمی عمر بڑھاتی ہے۔ اور حدیث میں ہے کہ دعا اور قضا دونوں کی مڈبھیڑ آسمان و زمین ...... کے درمیان ہوتی ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ عزوجل کے پاس لوح محفوظ ہے جو پانچسو سال کے راستہ کی چیز ہے۔ سفید موتی کی ہے۔ یاقوت کے دو پٹھوں کے درمیان۔ ترسیٹھ بار اللہ تعالیٰ اس پر توجہ فرماتا ہے جو چاہتا ہے مٹاتا ہے، جو چاہتا ہے برقرار رکھتا ہے۔ ام الکتاب اسی کے پاس ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ رات کی تین ساعتیں باقی رہنے پر ذکر کھولا جاتا ہے پہلی ساعت میں اس ذکر پر نظر ڈالی جاتی ہے۔ جسے اس کے سوا کوئی اور نہیں دیکھتا۔ پس جو چاہتا ہے مٹاتا ہے، جو چاہتا ہے برقرار رکھتا ہے۔ الخ کلبی فرماتے ہیں۔ روزی کو بڑھانا گھٹانا عمر کو بڑھانا گھٹانا اس سے مراد ہے۔ ان سے پوچھا گیا کہ آپ سے یہ بات کس نے بیان کی؟ فرمایا ابو صالح نے ان سے حضرت جابر بن عبداللہ ابن رباب نے ان سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ پھر ان سے اس آیت کی بابت سوال ہوا تو جواب دیا کہ سب باتیں لکھی جاتی ہیں۔ جمعرات کے دن ان میں سے جو باتیں جزا سزا سے خالی ہوں نکال دی جاتی ہیں۔ جیسے تیرا یہ قول کہ میں نے کھایا میں نے پیا میں آیا میں گیا وغیرہ جو سچی باتیں ہیں۔ اور ثواب عذاب کی چیزیں نہیں۔ اور باقی جو ثواب عذاب کی چیزیں ہیں۔ وہ رکھ لی جاتی ہیں۔ حضرت ابن عباسؓ کا قول ہے کہ دو کتابیں ہیں۔ ایک میں کمی زیادتی ہوتی ہے۔ اور اللہ کے پاس ہے۔ اصل کتاب وہی ہے۔ فرماتے ہیں۔ مراد اس سے وہ شخص ہے جو ایک زمانہ تک تو اللہ کی اطاعت میں لگا رہتا ہے۔ پھر معصیت میں لگ جاتا ہے۔ اور اسی پر مرتا ہے۔ پس اس کی نیکی محو ہو جاتی ہے۔ اور جس کے لئے ثابت رہتی ہے یہ وہ ہے۔ جو اس وقت تو نافرمانیوں میں مشغول ہے۔ لیکن خدا کی طرف سے اس کے لئے فرمانبرداری پہلے سے مقرر ہو چکی ہے۔ پس آخری وقت وہ خیر پر لگ جاتا ہے۔ اور طاعت خدا میں مرتا ہے۔ یہ ہے جس کے لئے ثابت رہتی ہے۔

سعید بن جبیر فرماتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ جسے چاہے بخشے، جسے چاہے نہ بخشے۔ ابن عباس کا قول ہے جو چاہتا ہے منسوخ کرتا ہے جو چاہتا ہے متغیر نہیں کرتا۔ ناسخ اسی کے پاس ہے۔ اور تغیرات بھی بقول قتادہ یہ آیت مثل آیت مَا نَنْسَخْ الخ کے ہے۔ یعنی جو چاہے منسوخ کر دے، جو چاہے باقی رکھے۔ مجاہدؒ فرماتے ہیں جب اس سے پہلے کی آیت اُتری کہ کوئی رسول بغیر خدا کے فرمان کے کوئی معجزہ نہیں دکھا سکتا۔ تو قریش کے کافروں نے کہا۔ پھر تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم بالکل بے بس ہیں۔ کام سے تو فراغت حاصل ہو چکی ہے پس انھیں ڈرانے کے لئے یہ آیت اتری کہ ہم جو چاہیں کریں۔ ہر رمضان میں نو پیدا ہوتی ہے۔ پھر اللہ جو چاہتا ہے مٹا دیتا ہے، جو چاہتا ہے ثابت رکھتا ہے، روزی بھی دیتا ہے تکلیف بھی۔ اور تقسیم بھی۔ حسن بصری فرماتے ہیں جس کی اجل آجائے چل بستا ہے۔ نہ آئی ہو رہ جاتا ہے۔ یہاں تک کہ اپنے دن پورے کرلے۔ ابن ...... قول کو پسند فرماتے ہیں۔ حلال حرام اس کے پاس ہے۔ کتاب کا خلاصہ اور جڑ اسی کے ہاتھ ہے۔ کتاب تو رب العالمین کے پاس ہی ہے۔ ابن عباس رضؓ نے کعب سے ام الکتاب کی بابت دریافت کیا تو آپ نے جواب دیا کہ اللہ نے مخلوق کو اور مخلوق کے اعمال کو جان لیا۔ پھر کہا کہ کتاب کی صورت

میں ہو جائے' ہو گیا۔ ابن عباس فرماتے ہیں۔ ام الکتاب سے مراد ذکر ہے۔

وَإِنْ مَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِي نَعِدُهُمْ أَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَإِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ وَ

اور جس بات کا ہم ان سے وعدہ کر رہے ہیں اس میں کا بعض واقعہ اگر ہم آپ کو دکھلا دیں خواہ ہم آپ کو وفات دیدیں پس آپ کے ذمہ تو صرف احکام (کا) پہنچا دینا ہے اور

عَلَيْنَا الْحِسَابُ ﴿۳﴾ أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّا نَأْتِي الْأَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ

دارو گیر کرنا تو ہمارا کام ہے۔ کیا اس امر کو نہیں دیکھ رہے کہ ہم زمین کو ہر چہار طرف سے برابر کم کرتے

أَطْرَافِهَا ۚ وَاللّٰهُ يَحْكُمُ لَا مُعَقِّبَ لِحُكْمِهٖ ۚ وَهُوَ سَرِيعُ الْحِسَابِ ﴿۴﴾

چلے آتے ہیں! اور اللہ (جو چاہتا ہے) حکم کرتا ہے اس کے حکم کو کوئی ہٹانے والا نہیں۔ اور وہ بڑی جلدی حساب لینے والا ہے۔

صرف تبلیغ احکام

تیرے دشمنوں پر جو ہمارے عذاب آنے والے ہیں وہ ہم تیری زندگی میں لائیں تو، اور تیرے انتقال کے بعد لائیں تو تجھے کیا؟ تیرا کام تو صرف ہمارا پیغام پہنچا دینا ہے۔ وہ تو کر چکا۔ ان کا حساب ان کا بدلہ ہمارے ہاتھ ہے تو صرف انھیں نصیحت کر دے۔ تو ان پر کوئی داروغہ اور نگہبان نہیں۔ جو منھ پھیرے گا اور کفر کرے گا اسے اللہ خود بڑی سزاؤں میں داخل کر دے گا۔ ان کا لوٹنا تو ہماری طرف ہی ہے۔ اور ان کا حساب بھی ہمارے ذمہ ہے۔ کیا وہ نہیں دیکھتے کہ ہم زمین کو تیرے قبضہ میں دیتے آرہے ہیں؟ کیا وہ نہیں دیکھتے کہ آباد اور عالی شان محل کھنڈرات اور ویرانے بنتے جا رہے ہیں۔ کیا وہ نہیں دیکھتے کہ مسلمان کافروں کو دباتے چلے آرہے ہیں؟ کیا وہ نہیں دیکھتے کہ برکتیں اٹھتی جا رہی ہیں' خرابیاں آتی جا رہی ہیں؟ لوگ مرتے جا رہے ہیں' زمین اُجڑتی جا رہی ہے؟ خود زمین ہی اگر تنگ ہوتی جاتی تو تو انسان کو چھپر ڈالنا بھی محال ہو پڑتا۔ مقصد انسانوں کا اور درختوں کا کم ہوتے رہنا ہے۔ مراد اس سے زمین کی تنگی نہیں۔ بلکہ لوگوں کی موت ہے۔ علماء و فقہاء اور بھلے لوگوں کی موت بھی زمین کی بربادی ہے۔ عرب شاعر کہتا ہے ؎

اَلْاَرْضُ تَحْيَا اِذَا مَا عَاشَ عَالِمُهَا　　　مَتٰى يَمُتْ عَالِمٌ مِّنْهَا يَمُتْ طَرَفٌ

كَالْاَرْضِ تَحْيَا اِذَا مَا الْغَيْثُ حَلَّ بِهَا　　　وَاِنْ اَبٰى عَادَ فِيْ اَكْنَافِهَا التَّلَفُ

یعنی جہاں کہیں جو عالم دین ہے۔ وہاں کی زمین کی زندگی اُسی سے ہے۔ اس کی موت اس زمین کی ویرانی اور خرابی ہے جیسے کہ بارش جس زمین پر برسے لہلہانے لگتی ہے۔ اور اگر نہ برسے تو سوکھنے اور بنجر ہونے لگتی ہے۔ پس آیت میں مراد اسلام کا شرک پر غالب آنا ہے۔ ایک کے بعد ایک بستی کو تابع کرتا ہے۔ جیسے فرمایا وَلَقَدْ اَهْلَكْنَا مَا حَوْلَكُمْ مِّنَ الْقُرٰى الخ۔ یہی قول امام ابن جریر رح کا بھی پسندیدہ ہے۔

وَقَدْ مَكَرَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلِلّٰهِ الْمَكْرُ جَمِيْعًا ۚ يَعْلَمُ مَا تَكْسِبُ

اور ان سے پہلے جو (کافر) لوگ ہو چکے ہیں انھوں نے تدبیریں کیں سو اصل تدبیر تو خدا ہی کی ہے اس کو سب خبر رہتی ہے جو شخص

كُلُّ نَفْسٍ ۚ وَسَيَعْلَمُ الْكُفّٰرُ لِمَنْ عُقْبَى الدَّارِ ﴿۵﴾

جو کچھ بھی کرتا ہے۔ اور ان کفار کو ابھی معلوم ہوا جاتا ہے کہ اس عالم میں نیک انجامی کس کے حصہ میں ہے

خفیہ تدابیر اور اس کا ردِّ عمل

اگلے کافروں نے بھی اپنے نبیوں کے ساتھ مکر کیا۔ انھیں نکالنا چاہا۔ خدا نے ان کے مکر کا بدلہ لیا۔ انجام کار پرہیزگاروں کا ہی بھلا ہوا۔ اس سے پہلے آپ کے زمانہ کے کافروں کی کارستانی بیان ہو چکی ہے کہ وہ آپ کو قید کرنے یا قتل کرنے یا شہر بدر کرنے کا مشورہ کر رہے تھے۔ وہ مکر میں تھے۔ اور اللہ ان کی گھات میں تھا۔ بھلا اللہ سے زیادہ اچھی پوشیدہ تدبیر کس کی ہو سکتی ہے؟ ان کے مکر پر ہم نے بھی یہی کیا۔ اور یہ بے خبر رہے۔ دیکھ لے کہ ان کے مکر کا انجام کیا ہوا؟ یہی کہ ہم نے انھیں غارت کر دیا۔ اور ان کی ساری قوم کو برباد کر دیا۔ ان کے ظلم کی شہادت دینے والے ان کی غیر آباد بستیوں کے کھنڈرات

ابھی موجود ہیں۔ ہر ایک کے ہر ایک عمل سے خدائے تعالیٰ باخبر ہے۔ پوشیدہ عمل دل کے کھٹکے اس پر ظاہر ہیں۔ ہر عامل کو اس کے اعمال کا بدلہ دے گا۔ اَلْکُفَّارُ کی قراءت اَلْکٰفِرُ بھی ہے۔ ان کافروں کو ابھی معلوم ہو جائے گا کہ انجام کار کس کا اچھا رہتا ہے ان کا؟ یا مسلمانوں کا؟ الحمد للہ اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ حق والوں کو ہی غالب رکھا ہے۔ انجام کے اعتبار سے یہی اچھے رہتے ہیں دنیا و آخرت انہی کی سنورتی ہے۔

وَيَقُولُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَسْتَ مُرْسَلًا ۚ قُلْ كَفَىٰ بِاللَّهِ شَهِيدًا بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ وَمَنْ

یہ کافر لوگ یوں کہہ رہے ہیں کہ (نعوذ باللہ) آپ پیغمبر نہیں۔ آپ فرما دیجئے کہ میرے اور تمہارے درمیان (میری نبوت پر) اللہ تعالیٰ اور وہ شخص

عِنْدَهُ عِلْمُ الْكِتَابِ ⁽⁴³⁾

ع ۶ ۱۲

جس کے پاس کتاب (آسمانی) کا علم ہے کافی گواہ ہیں۔

علم الکتاب

کافر تجھے جھٹلا رہے ہیں، رسالت کے منکر ہیں۔ تو غم نہ کر، کہہ دیا کر کہ خدا کی شہادت کافی ہے، میری نبوت کا وہ خود گواہ ہے، میری تبلیغ پر، تمہاری تکذیب پر وہ شاہد ہے، میری سچائی، تمہاری تہمت تراشیوں کو وہ دیکھ رہا ہے۔ علم کتاب جس کے پاس ہے اس سے مراد عبداللہ بن سلام ہیں رضی اللہ عنہ۔ یہ قول حضرت مجاہد وغیرہ کا ہے۔ لیکن بہت غریب قول ہے۔ اس لئے کہ یہ آیت مکہ شریف میں اُتری ہے۔ اور حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ تو ہجرت کے بعد مدینہ میں مسلمان ہوئے ہیں۔ اس سے زیادہ ظاہر ابن عباس رضی کا قول ہے کہ یہود و نصاریٰ کے حق گو عالم مراد ہیں۔ ہاں ان میں حضرت عبداللہ بن سلام بھی ہیں اور حضرت سلمان اور حضرت تمیم داری وغیرہ رضی اللہ عنہم۔ حضرت مجاہد رح سے ایک روایت ہے کہ اس سے مراد بھی خود خدائے تعالیٰ ہے۔ حضرت سعید رح اس سے انکار کرتے تھے کہ اس سے مراد حضرت عبداللہ ابن سلام لئے جائیں۔ کیونکہ یہ آیت مکیہ ہے۔ اور آیت کو مِنْ عِنْدِهٖ پڑھتے تھے۔ یہی قراءت مجاہد اور حسن بصری سے بھی مروی ہے۔ ایک حدیث مرفوع میں بھی یہی قراءت ہے۔ لیکن وہ حدیث ثابت نہیں۔ صحیح بات یہی ہے کہ یہ اسم جنس ہے۔ ہر وہ عالم جو اگلی کتاب کا عالم ہے اس میں داخل ہے۔ ان کی کتابوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت اور آپ کی بشارت موجود تھی۔ ان کے نبیوں نے آپ کی بابت پیشین گوئی کر دی تھی۔ جیسے فرمان خدائے ذی شان ہے وَرَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ الخ یعنی میری رحمت نے تمام چیزوں کو گھیر رکھا ہے۔ میں اسے ان لوگوں کے نام لکھ دوں گا جو متقی ہیں۔ زکوٰۃ کے ادا کرنے والے ہیں۔ ہماری آیتوں پر ایمان رکھنے والے ہیں۔ رسول نبی امی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اطاعت کرنے والے ہیں۔ جس کا ذکر اپنی کتاب تورات و انجیل میں موجود پاتے ہیں۔ اور آیت میں ہے کہ کیا یہ بات بھی ان کے لئے کافی نہیں کہ اس کے حق ہونے کا علم علماء بنی اسرائیل کو بھی ہے۔ ایک بہت ہی غریب حدیث میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن سلام نے علماء یہود سے کہا کہ میرا ارادہ ہے کہ اپنے باپ ابراہیم و اسمٰعیل کی مسجد میں جا کر عید منائیں۔ مکہ پہنچے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہیں تھے۔ یہ لوگ جب حج سے لوٹے۔ تو آپ سے ملاقات ہوئی۔ اس وقت آپ ایک مسجد میں تشریف فرما تھے۔ اور لوگ بھی آپ کے پاس تھے یہ بھی مع اپنے ساتھیوں کے کھڑے ہو گئے۔ آپ نے ان کی طرف دیکھ کر پوچھا کہ آپ ہی عبداللہ بن سلام ہیں؟ کہا ہاں فرمایا قریب آؤ۔ جب قریب گئے، تو آپ نے فرمایا کیا تم میرا ذکر تورات میں نہیں پاتے؟ انہوں نے فرمایا آپ خدائے تعالیٰ کے اوصاف میرے سامنے بیان فرمائیے۔ اسی وقت حضرت جبرئیل علیہ السلام آئے۔ آپ کے سامنے کھڑے ہو گئے۔ اور حکم دیا کہ کہو قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ ۝ آپ نے پوری سورت پڑھ سنائی۔ ابن سلام نے اسی وقت کلمہ پڑھ لیا مسلمان ہو گئے مدینہ واپس چلے آئے لیکن اپنے اسلام کو چھپائے رہے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ پہنچے۔ اس وقت آپ کھجور کے ایک درخت پر چڑھے ہوئے کھجوریں اُتار رہے تھے جو آپ کو خبر پہنچی۔ اسی وقت درخت سے کود پڑے۔ ماں کہنے لگیں کہ اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی آجاتے تو تم درخت سے نہ کودتے۔ کیا بات ہے؟ جواب دیا کہ اماں جی حضرت موسیٰ ع کی نبوت سے بھی زیادہ خوشی مجھے ختم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی یہاں تشریف آوری سے ہوئی ہے۔ الحمد للہ سورۂ رعد کی تفسیر ختم ہوئی۔

تفسیر سورۂ ابراہیم علیہ السلام

سورۃ ابراہیم مکیۃ وھی اثنتان وخمسون آیۃ وسبع رکوعات

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں میں اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں

کلماتہا ۸۳۴ حروفہا ۳۶۰۱

الٓرٰ کِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۙ بِاِذْنِ رَبِّهِمْ

الرا یہ (قرآن) ایک کتاب ہے جس کو ہم نے آپ پر نازل فرمایا ہے تاکہ آپ تمام لوگوں کو ان کے پروردگار کے حکم سے تاریکیوں سے روشنی کی طرف یعنی خدائے غالب

اِلٰى صِرَاطِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ ۝۱ اللّٰهِ الَّذِيْ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ وَوَيْلٌ

ستودہ صفات کی راہ کی طرف لاویں وہ ایسا خدا ہے کہ اسی کی ملک ہے جو کچھ کہ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور بڑی خرابی

لِّلْكٰفِرِيْنَ مِنْ عَذَابٍ شَدِيْدِۨ ۝۲ الَّذِيْنَ يَسْتَحِبُّوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا عَلَي

یعنی بڑا سخت عذاب ہے ان کافروں کو جو دنیوی زندگانی کو آخرت پر

الْاٰخِرَةِ وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَيَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ۭ اُولٰۗىِٕكَ فِيْ ضَلٰلٍۢ بَعِيْدٍ ۝۳

ترجیح دیتے ہیں اور (بکہ) اللہ کی راہ (مذکور) سے روکتے ہیں اور اس میں کجی (یعنی شبہات) کے متلاشی رہتے ہیں ایسے لوگ بڑی دور کی گمراہی میں ہیں۔

کتاب منزل

حروف مقطعہ جو سورتوں کے شروع میں آتے ہیں۔ ان کا بیان پہلے گذر چکا ہے۔ اے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ عظیم الشان کتاب ہم نے تیری طرف اتاری ہے۔ کتاب تمام کتابوں سے اعلیٰ رسول تمام رسولوں سے افضل وبالا۔ جہاں اُتری وہ جگہ دنیا کی تمام جگہوں سے بہترین اور عمدہ۔ اس کتاب کا پہلا وصف یہ ہے کہ اس کے ذریعہ سے تو لوگوں کو اندھیروں سے اُجالے میں لاسکتا ہے۔ تیرا پہلا کام یہ ہے کہ گمراہیوں کو ہدایت سے، برائیوں کو بھلائیوں سے بدل دے، ایمانداروں کا حمایتی خود خدا ہے وہ انھیں اندھیریوں سے اجالے میں لاتا ہے اور کافروں کے ساتھی خدا کے سوا اور ہیں جو انھیں نور سے ہٹا کر تاریکیوں میں پھانس دیتے ہیں اللہ اپنے حق پرست بندہ پر اپنی روشن اور واضح نشانیاں اُتارتا ہے کہ وہ تمھیں تاریکیوں سے ہٹا کر نور کی طرف پہنچا دے۔ اصل ہادی اللہ ہی ہے۔ رسولوں کے ہاتھوں جس کی ہدایت اسے منظور ہوتی ہے۔ وہ راہ پالیتے ہیں۔ اور مغلوب پورے غالب زبردست اور ہر چیز پر بادشاہ بن جاتے ہیں۔ اور ہر حال میں تعریفوں والے خدا کی راہ کی طرف ان کی رہبری ہوجاتی ہے۔ اَللّٰهِ کی دوسری قرارت اللّٰهُ بھی ہے پہلی قرارت بطور صفت کے ہے۔ اور دوسری بطور نئے جملہ کے۔ جیسے آیت قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعَا ۨ الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الخ میں جو کافر تیرے مخالف ہیں تجھے نہیں مانتے انھیں قیامت کے دن سخت عذاب ہوگا۔۔۔ یہ لوگ دنیا کو آخرت پر ترجیح دیتے ہیں۔ دنیا کے لئے پوری کوشش کرتے ہیں۔ اور آخرت کو بھولے بیٹھے ہیں رسولوں کی تابعداری سے دوسروں کو بھی روکتے ہیں۔ راہ خدا جو سیدھی اور صاف ہے۔ اسے ٹیڑھی ترچھی کرنا چاہتے ہیں۔ یہ اسی جہالت و ضلالت میں رہیں گے۔ لیکن راہ خدا نہ ٹیڑھی ہوئی ہے نہ ہوگی پھر ایسی حالت میں ان کی اصلاح کی کیا امید ہے؟

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ ۭ فَيُضِلُّ اللّٰهُ

اور ہم نے تمام (پہلے) پیغمبروں کو (بھی) ان ہی کی قوم کی زبان میں پیغمبر بنا کر بھیجا ہے تاکہ ان سے (احکام الٰہیہ کو) بیان کریں پھر جس کو اللہ تعالیٰ چاہتا ہے

ملحقہ یعنی کفر اور گمراہی کی اندھیریوں سے اسلام کے نورِ ہدایت کی جانب ۱۲ انظر شاہ کشمیری +

مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ④

گمراہ کرتے ہیں اور جس کو چاہیں ہدایت کرتے ہیں اور وہی (سب امور پر) غالب ہے (اور) حکمت والا ہے۔

رسول اور اُس کی زبان

یہ اللہ تعالیٰ جل شانہ کی غایت مہربانی ہے کہ ہر نبی کو اس کی قوم کی زبان میں ہی بھیجا۔ تاکہ سمجھنے سمجھانے کی آسانی رہے۔ مسند میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ ہر نبی رسول کو اللہ تعالیٰ نے اس کی امت کی زبان میں ہی بھیجا ہے۔ حق ان پر کھل تو جاتا ہی ہے۔ پھر ہدایت و ضلالت خدا کی طرف سے ہے۔ اس کے چاہنے کے بغیر کوئی کام نہیں ہوتا وہ غالب ہے۔ اس کا ہر کام حکمت سے ہے۔ گمراہ وہی ہوتے ہیں جو اسی کے مستحق ہوں۔ اور ہدایت پر آتے ہیں جو اس کے مستحق ہوں چونکہ ہر نبی صرف اپنی اپنی قوم کی طرف بھیجا جاتا رہا اس لئے اسے اس کی قوم کی زبان میں ہی کتاب اللہ ملتی تھی۔ اور اس کی اپنی زبان بھی وہی ہوتی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت عام تھی۔ ساری دنیا کی سب قوموں کی طرف آپ رسول اللہ تھے۔ جیسے خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ مجھے پانچ چیزیں خصوصیت سے دی گئی ہیں۔ جو کسی نبی کو عطا نہیں ہوئیں۔ مہینہ بھر کی راہ سے صرف رعب کے ساتھ میری مدد کی گئی ہے[1]۔ میرے لئے ساری زمین مسجد اور پاکیزگی قرار دی گئی ہے[2]۔ مجھ پر مال غنیمت حلال کئے گئے ہیں جو مجھ سے پہلے کسی پر حلال نہیں تھے۔ مجھے شفاعت سونپی گئی ہے[3]۔ ہر نبی صرف اپنی قوم ہی کی طرف آتا تھا۔ اور میں تمام ۔۔ لوگوں کی طرف رسول اللہ بنایا گیا ہوں۔ قرآن یہی فرماتا ہے کہ اے نبی! اعلان کر دو کہ میں تم سب کی جانب اللہ کا رسول ہوں۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَآ اَنْ اَخْرِجْ قَوْمَكَ مِنَ الظُّلُمٰتِ

اور ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) کو یہ حکم دے کر بھیجا کہ اپنی قوم کو (کفر کی) تاریکیوں سے (ایمان کی)

اِلَى النُّوْرِ ڏ وَذَكِّرْهُمْ بِاَيّٰىمِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ⑤

روشنی کی طرف لاؤ اور ان کو اللہ تعالیٰ کے معاملات (نعمت کے) یاد دلاؤ بلاشبہ ان معاملات میں عبرتیں ہیں ہر صابر شاکر کے لئے۔

احسانات ربّانی

جیسے ہم نے تجھے اپنا رسول بنا کر بھیجا ہے۔ اور تجھ پر اپنی کتاب نازل فرمائی ہے کہ تو لوگوں کو تاریکیوں سے نکال کر نور کی طرف لے آئے۔ اسی طرح ہم نے حضرت موسیٰ ؑ کو بنی اسرائیل کی طرف بھیجا تھا۔ بہت سی نشانیاں بھی دی تھیں۔ جن کا بیان آیت وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسٰى تِسْعَ اٰيٰتٍ الخ میں ہے۔ انھیں بھی یہی حکم تھا کہ لوگوں کو نیکیوں کی دعوت دے۔ انھیں اندھیروں سے نکال کر روشنی میں اور جہالت و ضلالت سے ہٹا کر علم و ہدایت کی طرف لے آ۔ انھیں خدا کے احسانات یاد دلا کہ خدا نے انھیں فرعون جیسے ظالم جابر بادشاہ کی غلامی سے آزاد کیا۔ ان کے لئے دریا کو چیر دیا۔ ان پر ابر کا سایہ کر دیا' ان پر منّ و سلویٰ اتارا۔ اور بھی بہت سی نعمتیں عطا فرمائیں۔ مسند کی مرفوع حدیث میں اَیَّامِ اللّٰہِ

---

[1] یعنی اگر کوئی شخص مجھ سے ایک ماہ کے فاصلہ پر دور ہو تو اس پر بھی میرا رعب پڑتا ہے۔ یہاں پر یہ اشکال نہ ہونا چاہیے کہ رعب کے لئے تو ضروری ہے کہ وہ شخص جو مرعوب ہو رہا ہے اس شخص کے سامنے ہو جس سے مرعوب ہو رہا ہے اور ایک ماہ کی مسافت پر دور دراز رہنے والا کس طرح مرعوب ہو سکتا ہے کیونکہ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے قدرتی طور پر میری شخصیت اتنی بھاری بھرکم اور باوقار و پُر رعب بنائی ہے کہ میرے کارناموں کی دھاک دور دراز تک پہنچتی ہے اور سینکڑوں میل کے فاصلہ پر رہنے والے جنھوں نے مجھ کو دیکھا تک نہیں محض میرا نام اور کام سُن کر متاثر ہوتے ہیں ۱۲ انظر شاہ [2] یعنی جہاں چاہوں نماز پڑھ لوں نماز کو ادا کرنے کے لئے مسجد ہی ضروری نہیں۔ یہ مطلب نہیں کہ نماز کا اہتمام مسجد میں نہ کیا جائے یا آپ جماعت اور مسجد کا اہتمام نہیں فرماتے بلکہ مطلب یہ ہے کہ جہاں نماز کا وقت آگیا نماز ادا کی جا سکتی ہے۔ دوسرے مذہب کی طرح عبادت کدوں کی پابندی ضروری نہیں ۱۲ انظر شاہ [3] یعنی قیامت میں اپنی امت کے لئے شفاعت کروں گا ۱۲ انظر شاہ کشمیری +

کی تفسیر خدا کی نعمتوں سے منقول ہے۔ لیکن ابن جریر میں یہ روایت ابی بن کعبؓ ہی سے موقوفاً بھی آئی ہے۔ اور یہی زیادہ ٹھیک ہے۔ ہم نے اپنے بندوں بنی اسرائیل کے ساتھ جو احسان کئے۔ فرعون سے نجات دلوانا اس کے ذلیل عذاب سے چھڑوانا۔ اس میں ہر صابر و شاکر کے لئے عبرت ہے۔ جو مصیبت میں صبر کے اور راحت میں شکر کے خوگر ہیں۔ حضرت قتادہؒ فرماتے ہیں۔ اچھا بندہ وہ ہے جو سختی کے وقت صبر کرے اور نرمی کے وقت شکر کرے۔ صحیح حدیث میں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ مؤمن کا تمام کام عجیب ہے۔ اسے مصیبت پہنچے تو صبر کرتا ہے وہی اس کے حق میں بہتر ہوتا ہے۔ اور اگر اسے راحت و آرام ملے تو شکر کرتا ہے۔ اس کا انجام بھی اس کے لئے بہتر ہوتا ہے۔

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهِ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ اَنْجٰىكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ

اور اس وقت کو یاد کیجئے کہ جب موسیٰ نے اپنی قوم سے فرمایا کہ تم اللہ تعالیٰ کا انعام اپنے اوپر یاد کرو کہ جب تم کو فرعون والوں سے نجات دی

يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ وَيُذَبِّحُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ وَيَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ ۭ وَفِيْ ذٰلِكُمْ

جو تم کو سخت تکلیفیں پہنچاتے تھے اور تمہارے بیٹوں کو ذبح کر ڈالتے تھے اور تمہاری عورتوں کو زندہ چھوڑ دیتے تھے اور اس میں

بَلَاۗءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ ۝۶ وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكُمْ لَىِٕنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ وَلَىِٕنْ ع ۱۱ ۲ ۱۳

تمہارے رب کی طرف سے ایک بڑا امتحان تھا۔ اور وہ وقت یاد کرو جب کہ تمہارے رب نے تم کو اطلاع فرما دی کہ اگر تم شکر کرو گے تو تم کو زیادہ نعمت دوں گا اور اگر

كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِيْ لَشَدِيْدٌ ۝۷ وَقَالَ مُوْسٰٓى اِنْ تَكْفُرُوْٓا اَنْتُمْ وَمَنْ

تم ناشکری کرو گے تو (یہ سمجھ رکھو کہ) میرا عذاب بڑا سخت ہے اور موسیٰ (علیہ السلام) نے (یہ بھی) فرمایا کہ اگر تم اور تمام دنیا بھر کے آدمی

فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ۙ فَاِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ حَمِيْدٌ ۝۸

سب کے سب ملکر بھی ناشکری کرنے لگو تو اللہ تعالیٰ بالکل بے احتیاج ستودہ صفات ہیں۔

شکر نعمت

فرمانِ خدا کے مطابق حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کو خدا کی نعمتیں یاد دلا رہے ہیں۔ مثلاً فرعونیوں سے انھیں نجات دلوانا جو انھیں بے وقعت کر کے ان پر طرح طرح کے مظالم ڈھا رہے تھے۔ یہاں تک کہ تمام نرینہ اولاد قتل کر ڈالتے تھے۔ صرف لڑکیوں کو زندہ چھوڑتے تھے۔ یہ نعمت اتنی بڑی ہے کہ تم اس کی شکر گذاری کی طاقت نہیں رکھتے یہ مطلب بھی اس جملہ کا ہو سکتا ہے کہ فرعونی ایذا در اصل تمہاری ایک بہت بڑی آزمائش تھی۔ اور یہ بھی احتمال ہے کہ دونوں معنی مراد ہوں واللہ اعلم۔ جیسے فرمان ہے وَبَلَوْنٰهُمْ بِالْحَسَنٰتِ وَالسَّيِّاٰتِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ۝ یعنی ہم نے انھیں بھلائی برائی سے آزمایا کہ وہ لوٹ آئیں جب اللہ تعالیٰ نے تمہیں آگاہ کر دیا۔ اور یہ معنی بھی ممکن ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے قسم کھائی۔ اپنی عزت جلالت اور کبریائی کی۔ جیسے آیت وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكَ لَيَبْعَثَنَّ الخ میں۔ پس خدا کا حتمی وعدہ ہوا اور اس کا اعلان بھی کہ شکر گذاروں کی نعمتیں اور بڑھ جائیں گی اور ناشکروں کی نعمتوں کے منکروں اور ان کے چھپانے والوں کی نعمتیں اور چھن جائیں گی۔ اور انھیں سخت سزا ہوگی۔ حدیث میں ہے۔ بندہ بوجہ گناہ کے خدا کی روزی سے محروم ہو جاتا ہے۔ مسند احمد میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے ایک سائل گذرا۔ آپ نے اسے ایک کھجور دی۔ وہ بڑا بگڑا۔ اور کھجور نہ لی۔ پھر دوسرا سائل گذرا۔ آپ نے اسے بھی وہی کھجور دی۔ اس نے اسے بخوشی لے لیا۔ اور کہنے لگا کہ اللہ کے رسول کا عطیہ ہے۔ آپ نے اسے بیس درہم دینے کا حکم فرمایا۔ اور روایت میں ہے کہ آپ نے لونڈی سے فرمایا۔ اسے لیجاؤ اور حضرت ام سلمہؓ کے پاس چالیس درہم ہیں وہ اسے دلوا دو۔ حضرت موسیٰ نے بنی اسرائیل سے فرمایا کہ تم سب اور روئے زمین کی تمام مخلوق بھی ناشکری کرنے لگے تو خدا کا کیا بگاڑے گی؟ وہ بندوں سے اور ان کی شکر گذاری سے بے نیاز اور بے پرواہ ہے

تعریفوں کا مالک اور قابل وہی ہے۔ چنانچہ فرمان ہے۔ اِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنْكُمْ۔ تم اگر کفر کرو تو اللہ تم سے غنی ہے۔ اور آیت میں ہے فَكَفَرُوْا وَتَوَلَّوْا وَّاسْتَغْنَى اللّٰهُ۔ انھوں نے کفر کیا منہ موڑ لیا۔ تو اللہ نے ان سے مطلقاً بے نیازی برتی۔ صحیح مسلم شریف میں قدسی حدیث ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اے میرے بندو! اگر تمہارے اول و آخر انسان، جن سب مل کر بہترین تقویٰ والے دل کے شخص جیسے بن جائیں۔ تو اس سے میرا ملک ذرا سا بھی بڑھ نہ جائے گا۔ اور اگر تمہارے سب اگلے پچھلے انسان، جنات بدترین دل کے بن جائیں تو اس وجہ سے میرے ملک میں سے ایک ذرہ بھی نہ گھٹے گا۔ اے میرے بندو! اگر تمہارے اگلے پچھلے انسان جن سب ایک میدان میں کھڑے ہو جائیں اور مجھ سے مانگیں اور میں ہر ایک کا سوال پورا کر دوں تو بھی میرے پاس کے خزانوں میں اتنی ہی کمی آئے گی جتنی کمی سمندر میں سوئی ڈالنے سے ہو۔ پس ہمارا رب پاک ہے، بلند ہے، غنی ہے اور حمید ہے۔

مع أَلَمْ يَأْتِكُمْ نَبَؤُا الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ قَوْمِ نُوحٍ وَّعَادٍ وَّثَمُوْدَ ۛ وَالَّذِينَ مِنْ بَعْدِهِمْ ۛ

(اے کفار مکہ) کیا تم کو ان لوگوں کی خبر نہیں پہنچی جو تم سے پہلے ہو گزرے ہیں یعنی قوم نوح اور عاد (قوم ہود) اور ثمود (قوم صالح) اور جو لوگ ان کے بعد ہوئے ہیں

لَا يَعْلَمُهُمْ إِلَّا اللّٰهُ ۗ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَرَدُّوْٓا أَيْدِيَهُمْ فِيْٓ أَفْوَاهِهِمْ

جن کو بجز اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا ان کے پیغمبر ان کے پاس دلائل لے کر آئے سو ان قوموں نے اپنے ہاتھ ان پیغمبروں کے منہ میں دیدیئے ہیں

وَقَالُوْٓا إِنَّا كَفَرْنَا بِمَآ أُرْسِلْتُمْ بِهٖ وَإِنَّا لَفِيْ شَكٍّ مِّمَّا تَدْعُوْنَنَآ إِلَيْهِ مُرِيْبٍ ﴿٣﴾

اور کہنے لگے کہ جو حکم دے کر تم کو بھیجا گیا ہے ہم اس کے منکر ہیں اور جس امر کی طرف تم ہم کو بلاتے ہو ہم تو اسکی جانب سے بہت بڑے شبہ میں ہیں جو ہم کو تردد میں ڈالے ہوئے ہے

معاندانہ روش

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا باقی وعظ بیان ہو رہا ہے کہ آپ نے اپنی قوم کو خدا کی نعمتیں یاد دلاتے ہوئے فرمایا کہ دیکھو تم سے پہلے لوگوں پر رسولوں کے جھٹلانے کی وجہ سے کیسے سخت عذاب آئے اور کس طرح وہ غارت کیے گئے۔ یہ قول تو ہے امام ابن جریرؒ کا۔ لیکن ہے ذرا تامل طلب۔ بظاہر تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ وعظ تو ختم ہو چکا اب یہ نیا بیانِ قرآن ہے۔ کہا گیا ہے کہ عادیوں اور ثمودیوں کے واقعات تورات شریف میں تھے ہی نہیں۔ تو اگر یہ بات بھی حضرت موسیٰؑ کی ہی مانی جائے تو ظاہر ہے کہ ان کے قصے یہودیوں کے سامنے بیان ہو چکے تھے۔ اور یہ دونوں واقعے بھی تورات میں تھے۔ واللہ اعلم۔ فی الجملہ ان لوگوں کے اور ان جیسے اور بھی بہت سے لوگوں کے واقعات قرآن کریم میں ہمارے سامنے بیان ہو چکے ہیں کہ ان کے پاس خدا کے پیغمبر خدا کی آیتیں اور خدا کے دیئے ہوئے معجزے لیکر پہنچے ان کی تعداد کا علم صرف خدا ہی کو ہے۔ حضرت عبداللہ فرماتے ہیں نسب کے بیان کرنے والے غلط گو ہیں۔ بہت سی اُمتیں ایسی بھی گذری ہیں جن کا علم خدا کے سوا کسی کو نہیں۔ عروہ بن زبیر کا بیان ہے کہ معد بن عدنان کے بعد کا نسب صحیح طور پر کوئی نہیں جانتا۔ وہ اپنے ہاتھ ان کے منہ تک لوٹائے گئے کے ایک معنی تو یہ ہیں کہ رسولوں کے منہ بند کرنے لگے۔ ایک معنی یہ بھی ہیں کہ وہ اپنے ہاتھ اپنے منہ پر رکھنے لگے کہ محض جھوٹ ہے جو رسول کہتے ہیں۔ ایک معنی یہ ہیں کہ جواب سے لاچار ہو کر انگلیاں منہ پر رکھ لیں۔ ایک معنی یہ بھی ہیں کہ اپنے منہ سے انھیں جھٹلانے لگے۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہاں پر "فی" معنی میں "بِ" کے ہو جیسے بعض عرب کہتے ہیں اَدْخَلَكَ اللّٰهُ بِالْجَنَّةِ یعنی فِی الْجَنَّةِ شعر میں یہ بھی محاورہ مستعمل ہے۔ اور بقول مجاہد اس کے بعد کا جملہ اسی کی تفسیر ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ انھوں نے غصہ کی وجہ سے اپنی انگلیاں اپنے منہ میں ڈال لیں۔ چنانچہ اور آیت میں منافقین کے بارہ میں ہے کہ وَاِذَا خَلَوْا عَضُّوْا عَلَيْكُمُ الْاَنَامِلَ مِنَ الْغَيْظِ۔ یہ لوگ خلوت میں تمہاری جلن سے اپنی انگلیاں چباتے رہتے ہیں۔ یہ بھی ہے کہ کلام اللہ سن کر تعجب سے اپنے ہاتھ اپنے منہ پر رکھ دیتے ہیں۔ اور کہہ گذرتے ہیں کہ ہم تو تمہاری رسالت کے منکر ہیں۔ ہم تمہیں سچا نہیں جانتے۔ بلکہ سخت شبہ میں ہیں۔

قَالَتْ رُسُلُهُمْ أَفِي اللَّهِ شَكٌّ فَاطِرِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ يَدْعُوكُمْ لِيَغْفِرَ لَكُمْ مِنْ

ان کے پیغمبروں نے کہا کیا (تم کو) اللہ تعالیٰ کے بارے میں شک ہے جو کہ آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے وہ تم کو بلا رہا ہے تاکہ تمہارے گناہ

ذُنُوبِكُمْ وَيُؤَخِّرَكُمْ إِلَىٰ أَجَلٍ مُسَمًّى ۚ قَالُوا إِنْ أَنْتُمْ إِلَّا بَشَرٌ مِثْلُنَا

معاف کر دے اور معین مدت تک تم کو (خیر و خوبی کے ساتھ) حیات دے۔ انھوں نے کہا کہ تم محض ایک آدمی ہو جیسے ہم ہیں

تُرِيدُونَ أَنْ تَصُدُّونَا عَمَّا كَانَ يَعْبُدُ آبَاؤُنَا فَأْتُونَا بِسُلْطَانٍ مُبِينٍ ﴿۴﴾

تم یوں چاہتے ہو کہ ہمارے آبا و اجداد جس چیز کی عبادت کرتے تھے (یعنی بت) اس سے ہم کو روک دو سو کوئی صاف معجزہ دکھلاؤ

قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ إِنْ نَحْنُ إِلَّا بَشَرٌ مِثْلُكُمْ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ يَمُنُّ عَلَىٰ مَنْ يَشَاءُ

ان کے رسولوں نے (اس کے جواب میں) کہا کہ ہم بھی تمہارے جیسے آدمی ہی ہیں لیکن اللہ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہے (وہ) احسان

مِنْ عِبَادِهِ ۖ وَمَا كَانَ لَنَا أَنْ نَأْتِيَكُمْ بِسُلْطَانٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ ۚ وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ ﴿۵﴾ وَمَا لَنَا أَلَّا

فرما دے اور یہ بات ہمارے قبضہ کی نہیں کہ ہم تم کو کوئی معجزہ دکھلا سکیں بغیر خدا کے حکم کے اور اللہ ہی پر سب ایمان والوں کو بھروسہ کرنا چاہئے۔ اور ہم کو اللہ پر

نَتَوَكَّلَ عَلَى اللَّهِ وَقَدْ هَدَانَا سُبُلَنَا ۚ وَلَنَصْبِرَنَّ عَلَىٰ مَا آذَيْتُمُونَا ۚ وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُونَ ﴿۶﴾ ع ۲ ۱۴

بھروسہ نہ کرنے کا کون امر باعث ہو سکتا ہے حالانکہ اس نے ہم کو ہمارے (دونوں جہان کے) راستے بتلا دیئے اور تم نے جو کچھ ہم کو ایذا پہنچائی ہے ہم اس پر صبر کریں گے۔

خدا تعالیٰ کی شخصیت ہر شبہ سے بالا ہے

رسولوں کی اور ان کی قوم کے کافروں کی بات چیت بیان ہو رہی ہے۔ قوم نے خدا کی عبادت میں شک و شبہ کا اظہار کیا۔ اس پر رسولوں نے کہا کہ اللہ کے بارہ میں شک؟ یعنی اس کے وجود میں شک کیسا؟ فطرت اس کی شاہد عدل ہے۔ انسان کی بنیاد میں اس کا اقرار موجود ہے عقل سلیم اس کے ماننے پر مجبور ہے۔ اچھا اگر دلیل کے بغیر اطمینان نہیں تو دیکھ لو کہ یہ آسمان و زمین کیسے پیدا ہو گئے۔ کسی موجود کے لئے بنانے والے اور موجد کا ہونا ضروری ہے۔ انھیں بغیر نمونہ پیدا کرنے والا وہی وحدہٗ لاشریک لہٗ ہے۔ اس عالم کا حادث مطیع و مخلوق ہونا بالکل ظاہر ہے۔ اس سے کیا اتنی موٹی بات بھی سمجھ میں نہیں آتی۔ کہ اس کا صانع اس کا خالق ہے۔ اور وہی اللہ تعالیٰ ہے۔ جو ہر چیز کا خالق مالک اور معبود برحق ہے۔ یا کیا تمھیں اس کی الوہیت اور اس کی وحدانیت میں شک ہے۔؟ جب تمام موجودات کا خالق اور موجد وہی ہے تو پھر عبادت کا تنہا مستحق وہی کیوں نہ ہو؟ چونکہ اکثر امتیں خالق کے وجود کی قائل تھیں۔ پھر اوروں کی عبادت انھیں واسطہ اور وسیلہ جان کر خدا سے نزدیک کرنے والے اور نفع دینے والے سمجھ کر کرتی تھیں۔ اس لئے پیغمبر خدا انھیں ان کی عبادتوں سے یہ سمجھا کر روکتے ہیں۔ خدائے تعالیٰ تمھیں اپنی طرف بلا رہا ہے کہ آخرت میں تمہارے گناہ معاف فرما دے اور جو مقدر وقت ہے اس تک تمھیں اچھائی سے پہنچا دے۔ ہر ایک فضیلت والے کو وہ اس کی فضیلت عنایت فرمائے گا۔ اب اُمتوں نے پہلے مقام کی تسلیم کے بعد جواب دیا کہ تمہاری رسالت ہم کیسے مان لیں؟ تم ہم جیسے ہی انسان ہو۔ اچھا اگر سچے ہو تو کوئی معجزہ پیش کرو۔ جو انسانی طاقت سے باہر ہو۔ اس کے جواب میں پیغمبران خدا نے فرمایا کہ یہ تو بالکل مسلّم ہے کہ ہم تم جیسے ہی انسان ہیں۔ لیکن رسالت و نبوت خدا کا عطیہ ہے وہ جسے چاہے دے انسان ہو کر پھر رسول ہو یہ کوئی منافی چیز نہیں ہے۔ اور جو چیز تم ہمارے ہاتھوں دیکھنا چاہتے ہو۔ اس کی نسبت بھی سن لو کہ وہ ہمارے بس کی بات نہیں ہاں ہم اللہ سے طلب کریں گے۔ اگر ہماری دعا مقبول ہوئی تو بیشک ہم دکھا دیں گے۔ مومنوں کو تو ہر کام میں خدا ہی پر توکل ہے اور خصوصیت کے ساتھ ہمیں اس پر زیادہ توکل اور بھروسہ ہے اس لئے بھی کہ اس نے تمام راہوں میں سے بہتر راہ دکھائی تم جتنا چاہو دکھ دو لیکن انشاء اللہ دامن توکل ہمارے ہاتھ سے چھوٹنے کا نہیں۔ متوکلین کے گروہ کیلئے اللہ کا توکل کافی وافی ہے۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِرُسُلِهِمْ لَنُخْرِجَنَّكُمْ مِّنْ اَرْضِنَآ اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِيْ مِلَّتِنَا ۭ

اور ان کفار نے اپنے رسولوں سے کہا کہ ہم تم کو اپنی سرزمین سے نکالدیں گے یا یہ ہو کہ تم ہمارے مذہب میں پھر آجاؤ

فَاَوْحٰٓى اِلَيْهِمْ رَبُّهُمْ لَنُهْلِكَنَّ الظّٰلِمِيْنَ ① وَلَنُسْكِنَنَّكُمُ الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ ۭ

پس ان رسولوں پر ان کے رب نے (تسلی کے لئے) وحی نازل فرمائی کہ ہم (ہی) ان ظالموں کو ضرور ہلاک کر دیں گے۔ اور ان کے (ہلاک کرنے کے) بعد تم کو اس سرزمین میں آباد رکھیں گے

ذٰلِكَ لِمَنْ خَافَ مَقَامِيْ وَخَافَ وَعِيْدِ ② وَاسْتَفْتَحُوْا وَخَابَ كُلُّ جَبَّارٍ

(اور) یہ ہر اس شخص کے لئے (عام) ہے جو میرے روبرو کھڑے ہونے سے ڈرے اور میرے وعید سے ڈرے اور کفار فیصلہ چاہنے لگے اور جتنے سرکش (اور) ضدی (لوگ) تھے

عَنِيْدٍ ③ مِّنْ وَّرَاۗىِٕهٖ جَهَنَّمُ وَيُسْقٰى مِنْ مَّاۗءٍ صَدِيْدٍ ④ يَّتَجَرَّعُهٗ وَلَا يَكَادُ

وہ سب بے مراد ہوئے اسکے آگے دوزخ ہے اور اسکو (دوزخ میں) ایسا پانی پینے کو دیا جاویگا جو کہ پیپ لہو (کے مشابہ) ہوگا جسکو گھونٹ گھونٹ کرکے پیویگا اور گلے سے آسانی کیساتھ ...

يُسِيْغُهٗ وَيَاْتِيْهِ الْمَوْتُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَّمَا هُوَ بِمَيِّتٍ ۭ وَمِنْ وَّرَاۗىِٕهٖ عَذَابٌ غَلِيْظٌ ⑤

صورت نہ ہوگی اور ہر (چہار) طرف سے اس پر (سامان) موت کی آمد ہوگی اور وہ کسی طرح مرے گا نہیں اور اس کو اور سخت عذاب کا سامنا ہوگا۔

سرکشی اور خدائے قہار کا انتقام

کافر جب تنگ ہوئے، کوئی حجت باقی نہ رہی۔ تو نبیوں کو دھمکانے لگے اور اپنی سرزمین سے نکالنے کی دھمکیاں دینے لگے۔ قوم شعیب نے بھی اپنے نبی اور مومنوں سے یہی کہا تھا۔ کہ تمھیں اپنی بستی سے نکال دیں گے۔ لوطیوں نے بھی یہی کہا تھا کہ آلِ لوط کو اپنے شہر سے نکال دو مشرکین قریش نے بھی یہی منصوبہ باندھا تھا۔ اور یہ بھی کہا تھا کہ قید کر لو قتل کر دو۔ یا ملک سے باہر نکال دو۔ وہ اپنے منصوبوں کو بروئے کار لانے کی تدابیر میں تھا۔ اپنے نبی کو سلامتی کے ساتھ مکہ سے لے گیا۔ مدینہ والوں کو آپ کا انصار و مددگار بنا دیا، وہ آپ کے لشکر میں شامل ہو کر آپ کے جھنڈے کے نیچے کافروں سے لڑے اور بتدریج اللہ تعالیٰ نے آپ کو ترقی دی۔ یہاں تک کہ بالآخر آپ نے مکہ بھی فتح کر لیا اب تو دشمنانِ دین کے منصوبے خاک میں مل گئے، ان کی امیدوں پر پانی پھر گیا، ان کی آرزوئیں پامال ہو گئیں۔ دینِ خدا لوگوں کے دلوں میں مضبوط ہو گیا جماعتیں کی جماعتیں دین میں داخل ہونے لگیں روئے زمین کے مذاہب پر دین اسلام چھا گیا۔ کلمۂ خدا بلند و بالا ہو گیا۔ اور مختصر وقت میں مشرق سے مغرب تک اشاعتِ اسلام ہو گئی۔ فالحمد للہ۔ یہاں فرمان ہے کہ ادھر کفار نے نبیوں کو دھمکایا۔ ادھر خدا نے ان سے سچا وعدہ فرمایا کہ یہی ہلاک ہوں گے۔ اور زمین کے مالک تم ہو گے جیسے فرمان ہے کہ ہمارا کلمہ ہمارے رسولوں کے بارہ میں سبقت کر چکا ہے۔ کہ وہی کامیاب ہوں گے اور مومنین ہی غالب رہیں گے اور آیتیں ہے كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِيْ الخ۔ اللہ لکھ چکا ہے کہ میں اور میرے پیغمبر ہی غالب آئیں گے۔ اللہ قوت والا عزت والا ہے۔ اور آیت میں ارشاد ہے کہ ذکر کے بعد زبور میں بھی یہی تحریر ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بھی اپنی قوم سے یہی فرمایا تھا کہ تم اللہ سے مدد طلب کرو۔ صبر و تحمل کرو۔ زمین اللہ ہی کی ہے۔ اپنے بندوں میں سے جسے چاہے وارث بنائے انجام کار پرہیزگاروں کا ہی ہے۔ اور جگہ ارشاد ہے وَاَوْرَثْنَا الْقَوْمَ الَّذِيْنَ كَانُوْا يُسْتَضْعَفُوْنَ الخ۔ ضعیف اور کمزور لوگوں کو ہم نے زمین کی مشرق اور مغرب کا وارث بنا دیا۔ جہاں ہماری برکتیں تھیں۔ بنو اسرائیل کے صبر کی وجہ سے ہمارا ان سے جو بہترین وعدہ تھا وہ پورا ہو گیا۔ ان کے دشمن فرعون اور فرعونی اور ان کی تیاری سب خاک میں مل گئیں۔ نبیوں سے فرما دیا گیا کہ یہ زمین تمھارے قبضہ میں آئے گی۔ یہ وعدے ان کے لئے ہیں۔ جو قیامت کے دن میرے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرتے رہیں۔ اور میرے عذاب سے خوف کھاتے رہیں۔ جیسے فرمانِ باری ہے فَاَمَّا مَنْ طَغٰى الخ یعنی جس نے سرکشی کی اور دنیوی زندگی کو ترجیح دی۔ اس کا ٹھکانا جہنم ہے۔ اور آیت میں ہے اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے کا خوف جس نے

ف یعنی انبیاء ہی کی کامیابی اور فتحمندی ہے وہ فیصلہ ہم کر چکے ١٢ انظر شاہ کشمیری +

کیا۔ اے دوہری جنتیں ہیں۔ رسولوں نے اپنے رب سے مدد و فتح و فیصلہ طلب کیا۔ یا یہ کہ ان کی قوم نے اسے طلب کیا جیسے قریش مکہ نے کہا تھا کہ الٰہی اگر یہ حق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا۔ یا اور کوئی دردناک عذاب ہمیں کر۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ادھر سے کفار کا مطالبہ ہوا۔ ادھر سے رسولوں نے بھی اللہ سے دعا کی۔ جیسے بدر والے دن ہوا تھا کہ ایک طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دعا مانگ رہے تھے۔ دوسری طرف سردارانِ کفر بھی کہہ رہے تھے کہ الٰہی آج سچے کو غالب کر۔ یہی ہوا بھی۔ مشرکین سے کلام اللہ میں اور جگہ فرمایا گیا ہے کہ تم فتح طلب کیا کرتے تھے۔ لو اب وہ آگئی۔ اب بھی اگر باز آجاؤ تو تمہارے حق میں بہتر ہے الخ نقصان یافتہ وہ ہیں جو متکبر ہوں خود کو کچھ گنتے ہوں۔ حق سے عناد رکھتے ہوں قیامت کے روز فرمان ہوگا کہ ہر ایک کافر سرکش بھلائی سے روکنے والے کو جہنم داخل کرو۔ جو خدا کے ساتھ دوسروں کو پوجا کرتا تھا۔ اسے سخت عذاب میں لے جاؤ۔ حدیث شریف میں ہے کہ قیامت کے دن جہنم کو لایا جائے گا۔ وہ تمام مخلوق کو ندا کر کے کہے گی کہ میں ہر ایک سرکش ضدی کے لئے مقرر کی گئی ہوں الخ اس وقت ان بدلوگوں کا کیا ہی برا حال ہوگا۔ جبکہ انبیاء تک خدا کے سامنے گڑگڑا رہے ہوں گے۔

وَرَآءِ یہاں پر اَمَام کے معنی پر ہے جس کے معنی سامنے کے ہیں۔ جیسے آیت وَكَانَ وَرَآءَهُمْ مَّلِكٌ میں ہے۔ ابن عباس کی قرارت ہی وَكَانَ اَمَامَهُمْ مَّلِكٌ ہے۔ غرض سامنے سے جہنم اس کی تاک میں ہوگی۔ جس میں جا کر پھر نکلنا نہ ہوگا۔ قیامت کے دن تک تو صبح شام وہ پیش ہوتی رہی۔ اب وہی ٹھکانا بن گئی۔ پھر وہاں اس کے لئے پانی کے بدلے آگ جیسا پیپ ہے۔ اور حد سے زیادہ ٹھنڈا اور بدبودار وہ پانی ہے جو جہنمیوں کے زخموں سے بہا ہوا ہے۔ جیسے فرمایا هٰذَا فَلْيَذُوْقُوْهُ حَمِيْمٌ وَّغَسَّاقٌ الخ پس ایک گرمی میں حد سے گزرا ہوا ایک سردی میں حد سے گزرا ہوا۔ صَدِيْدٌ کہتے ہیں پیپ اور خون کو جو جہنمیوں کے گوشت سے اور ان کی کھالوں سے بہا ہوا ہوگا۔ اسی کو طِيْنَةُ الْخَبَالِ بھی کہا جاتا ہے۔ مسند احمد میں ہے کہ جب اس کے پاس لایا جائے گا تو اسے سخت تکلیف ہوگی منہ کے پاس پہنچتے ہی سارے چہرے کی کھال جھلس کر اس میں گر پڑے گی۔ ایک گھونٹ لیتے ہی پیٹ کی آنتیں پاخانہ کے راستہ باہر نکل پڑیں گی علیہ السلام کا فرمان ہے کہ وہ کھولتا ہوا گرم پانی پلائے جائیں گے۔ جو ان کی آنتیں کاٹ دے گا۔ اور فرمان ہے فریاد کرنے پر ان کی فریاد رسی پگھلے ہوئے تانبے جیسے گرم پانی سے کی جائے گی جو چہرہ جھلسا دے الخ جبراً گھونٹ گھونٹ کر کے اتارے گا فرشتے لوہے کے گرز مار مار کر پلائیں گے۔ بدمزگی بدبو حرارت گرمی کی تیزی یا سردی کی وجہ سے گلے سے اترنا محال ہو جائے گا۔ بدن میں اعضاء میں جوڑ جوڑ میں وہ درد اور تکلیف ہوگی کہ موت کا مزہ آئے گا۔ لیکن موت آنے کی نہیں۔ رگ رگ پر عذاب ہے لیکن جان نہیں نکلتی۔ ایک ایک رواں ناقابل برداشت مصیبت میں جکڑا ہوا ہے۔ لیکن روح بدن سے جدا نہیں ہو سکتی۔ آگے پیچھے دائیں بائیں سے موت آرہی ہے۔ لیکن آتی نہیں۔ طرح طرح کے عذاب دوزخ کی آگ گھیرے ہوئے ہے۔ مگر موت بلائے سے بھی نہیں آتی نہ موت آئے نہ عذاب جائے۔ ہر سزا ایسی ہے کہ موت کے لئے کافی سے زیادہ لیکن وہاں تو موت کو موت آگئی ہے۔ تاکہ سزا دوام والی ہوتی رہے ان تمام باتوں کے ساتھ پھر سخت تر مصیبت ناک الم افزا عذاب اور ہیں۔ جیسے زقوم کے درخت کے بارہ میں فرمایا کہ وہ جہنم کی جڑ سے نکلتا ہے۔ جس کے شگوفے شیطانوں کے سروں جیسے ہیں وہ اسے کھائیں گے۔ اور پیٹ بھر کر کھائیں گے۔ پھر کھولتا ہوا تیز گرم پانی پیٹ میں جا کر اس سے ملے گا۔ پھر ان کا لوٹنا جہنم کی جانب ہے۔ الغرض کبھی زقوم کھانے کا کبھی حمیم پینے کا کبھی آگ میں جلنے کا کبھی صدید پینے کا عذاب انہیں ہوتا رہے گا۔ اللہ کی پناہ۔ فرمان خدائے عالی شان ہے هٰذِهٖ جَهَنَّمُ الَّتِيْ يُكَذِّبُ بِهَا الْمُجْرِمُوْنَ الخ یہی وہ جہنم ہے جسے

لہ یعنی جنت اور اس کے ساتھ اس کے اعلیٰ مقام اور بہترین آسائش و راحت ۱۲ عہ یعنی اتنا شدید گرم ہوگا کہ اس کی حرارت کی وجہ سے کھال جھلس جائے گی اور آنتیں کٹ کر نکل جائیں گی ۱۲ سہ جیسا کہ برف کا نہایت ٹھنڈا پانی پینا مشکل ہوتا ہے یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ ٹھنڈے پانی میں تو کوئی عذاب نہیں ہرگز نہیں عذاب ہے اور سخت عذاب ہے کیونکہ مقصود یہ ہے کہ اس کو پانی نہ پلایا جائے جس کی کبھی صورت یہ ہوگی کہ اس کو گرم پانی پلانے کا حکم ہوگا اور کبھی نہایت ٹھنڈا پانی جس کا پینا اس کے لئے دوبھر ہوگا بہرحال پانی نہ پلانے کا عذاب ہوگا جس کی صورتیں متعدد ہوں گی ۱۲ انظر شاہ کشمیری +

کافر جھٹلاتے رہے آج جہنم کے اور اُبلتے ہوئے تیز گرم پانی کے درمیان وہ چکر کھاتے پھریں گے۔ اور آیت میں ہے کہ زقوم کا درخت گنہگاروں کی غذا ہے۔ جو پگھلے ہوئے تانبے جیسا ہوگا، پیٹ میں جاکر اُبلے گا اور ایسے جوش مارے گا جیسے گرم پانی جوش لے رہا ہو اسے پکڑو اور بیچ جہنم میں ڈال دو۔ پھر اس کے سر پر گرم پانی ڈالو۔ تو تو اپنے خیال میں بڑا عزیز تھا اور کرم والا تھا۔ یہی ہے جس سے تم ہمیشہ شک وشبہ کرتے رہے۔ سورۂ واقعہ میں فرمایا کہ وہ لوگ جن کے بائیں ہاتھ میں نامۂ اعمال دیئے جائیں گے۔ یہ بائیں ہاتھ والے کیسے بدلوگ ہیں۔ گرم ہوا اور گرم پانی میں پڑے ہوئے ہوں گے اور دھوئیں کے سایے میں جو نہ ٹھنڈا نہ باعزت۔ دوسری آیت میں ہے۔ سرکشوں کے لئے جہنم کا برا ٹھکانا ہے۔ جس میں وہ داخل ہوں گے۔ اور وہ رہائش کی بدترین جگہ ہے۔ اس مصیبت کے ساتھ تیز گرم پانی اور پیپ لہو اور اسی کے ہم شکل اور بھی قسم قسم کے عذاب ہوں گے۔ جو دوزخیوں کو بھگتنے پڑیں گے۔ جنھیں خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ یہ ان کے اعمال کا بدلہ ہوگا نہ کہ خدا کا ظلم۔

مَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ اَعْمَالُهُمْ كَرَمَادِ ِۨاشْتَدَّتْ بِهِ الرِّيْحُ

جو لوگ اپنے پروردگار کے ساتھ کفر کرتے ہیں ان کی حالت اعتبار عمل کے یہ ہے جیسے کچھ راکھ ہو جس کو تیز آندھی کے دن میں

فِيْ يَوْمٍ عَاصِفٍ ۭ لَا يَقْدِرُوْنَ مِمَّا كَسَبُوْا عَلٰي شَيْءٍ ۭ ذٰلِكَ هُوَ الضَّلٰلُ الْبَعِيْدُ ۝

تیزی کے ساتھ ہوا اُڑالے جائے ان لوگوں نے جو کچھ عمل کئے تھے ان کا کوئی حصہ ان کو حاصل نہ ہوگا یہ بھی بڑی دور دراز کی گمراہی ہے۔

بڑی ناکامی

کافر جو خدا کے ساتھ دوسروں کی عبادتوں کے خوگر تھے پیغمبروں کی نہیں مانتے تھے۔ جن کے اعمال ایسے تھے۔ جیسے پائے بغیر کی عمارت ہو جن کا نتیجہ یہ ہوا کہ سخت ضرورت کے وقت خالی ہاتھ کھڑے رہ گئے۔ پس فرمان ہے کہ ان کافروں کی یعنی ان کے اعمال کی مثال۔ قیامت کے دن جبکہ یہ پورے محتاج ہوں گے سمجھ رہے ہوں گے کہ اب ہماری بھلائیوں کا بدلہ ہمیں ملے گا لیکن کچھ نہ پائیں گے مایوس رہ جائیں گے۔ حسرت سے منہ تکنے لگیں گے۔ جیسے تیز آندھی والے دن ہوا راکھ کو اڑا کر ذرہ ذرہ اِدھر اُدھر کر دے۔ اسی طرح ان کے اعمال محض اکارت ہو گئے جیسے اس بکھری ہوئی اور اُڑی ہوئی راکھ کا جمع کرنا محال۔ ایسے ہی ان کے بے سود اعمال کا بدلہ محال۔ وہ تو وہاں ہوں گے ہی نہیں۔ ان کے آنے سے پہلے ہی هَبَآءً مَّنْثُوْرًا ہو گئے فرمانِ خدا ہے مَثَلُ مَا يُنْفِقُوْنَ فِيْ هٰذِهِ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَثَلِ رِيْحٍ الخ یہ کفار جو کچھ اس حیاتِ دنیا میں خرچ کرتے ہیں۔ اس کی مثال اس آگ کے بگولے جیسی ہے جو ظالموں کی کھیتی جھلسا دے۔ خدا ظالم نہیں۔ لیکن وہ اپنے اوپر خود ظلم کرتے رہتے ہیں۔ اور آیت میں ہے کہ ایمان والو اپنے صدقہ خیرات احسان رکھ کر اور ایذا دے کر برباد نہ کرو۔ جیسے وہ جو ریاکاری کے لئے خرچ کرتا ہو۔ اور خدا پر اور قیامت پر ایمان نہ رکھتا ہو۔ اس کی مثال اس چٹان کی طرح ہے جس پر مٹی تھی۔ لیکن مینھ کے پانی نے اسے دھو دی۔ اب وہ بالکل صاف ہو گیا یہ لوگ اپنی کمائی میں سے کسی چیز پر قادر نہیں۔ اللہ تعالیٰ کافروں کی رہبری نہیں فرماتا۔ اس آیت میں ارشاد ہوا کہ یہ دور کی گمراہی ہے۔ ان کی کوشش ان کے کام بے پایہ اور بے ثبات ہیں۔ سخت حاجتمندی کے وقت ثواب گم پائیں گے۔ یہی دور کی بدنصیبی ہے۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ۭ اِنْ يَّشَاْ

کیا تجھے یہ بات معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں کو اور زمین کو بالکل ٹھیک ٹھیک پیدا کیا ہے (اس سے اس کا قادر ہونا بھی معلوم ہو گیا بس) اگر وہ چاہے تو

يُذْهِبْكُمْ وَيَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِيْدٍ ۝ وَّمَا ذٰلِكَ عَلَي اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ ۝

تم سب کو فنا کر دے اور ایک دوسری نئی مخلوق پیدا کر دے اور یہ خدا کو کچھ بھی مشکل نہیں۔

یہ کچھ دشوار نہیں

اللہ تعالیٰ بیان فرماتا ہے کہ قیامت کے دن کی دوبارہ پیدائش پر میں قادر ہوں۔ جبکہ میں نے

آسمان وزمین کی پیدائش کردی تو انسان کی پیدائش مجھ پر کیا مشکل ہے۔ آسمان کی اونچائی کشادگی بڑائی پھر اس میں ٹھیرے ہوئے اور چلتے پھرتے ستارے اور یہ زمین پہاڑوں اور جنگلوں درختوں اور حیوانوں والی سب اللہ ہی کی بنائی ہوئی ہے جو ان کی پیدائش سے عاجز نہ آیا وہ کیا مردوں کے دوبارہ زندہ کرنے پر قادر نہیں۔ بیشک قادر ہے۔ سورۂ یٰسین میں فرمایا کہ کیا انسان نے نہیں دیکھا کہ ہم نے اسے نطفے سے پیدا کیا۔ پھر وہ جھگڑالو بن بیٹھا ہمارے سامنے مثالیں بیان کرنے لگا۔ اپنی پیدائش بھول گیا۔ اور کہنے لگا کہ ان بوسیدہ ہڈیوں کو کون زندہ کرے گا؟ کہدے کہ وہی خدا جس نے انھیں اول بار پیدا کیا وہ ہر چیز کی پیدائش کو بخوبی جانتا ہے۔ اسی نے سبز درخت سے تمہارے لئے آگ بنائی ہے کہ تم اسے جلاتے ہو۔ کیا آسمان وزمین کا خالق ان جیسوں کی پیدائش پر قادر نہیں؟ بیشک ہے۔ وہی بڑا خالق اور سب سے بڑا عالم ہے اس کے ارادہ کے بعد اس کا صرف اتنا حکم کافی ہے کہ ہو جا اسی وقت وہ ہو جاتا ہے۔ وہ خدا پاک ہے جس کے ہاتھ میں ہر چیز کی بادشاہت ہے اور جس کی طرف تمہارا سب کا لوٹنا ہے اس کے قبضہ میں ہے کہ اگر چاہے تو تم سب کو فنا کردے اور نئی مخلوق تمہارے قائم مقام یہاں آباد کردے۔ اس پر یہ کام بھی بھاری نہیں۔ تم اس کے امر کا خلاف کروگے تو یہی ہوگا جیسے فرمایا۔ اگر تم منہ موڑ لوگے تو وہ تمہارے بدلے دوسری قوم لائے گا۔ جو تمہاری طرح کی نہ ہوگی۔ اور آیت میں ہے۔ اے ایمان والو تم میں سے جو شخص اپنے دین سے پھر جائے۔ تو اللہ تعالیٰ ایک ایسی قوم کو لائے گا۔ جو اس کی پسندیدہ ہوگی۔ اور اس سے محبت رکھنے والی ہوگی۔ اور جگہ ہے۔ اگر وہ چاہے۔ تمھیں برباد کردے اور دوسری قوم اللہ اس پر قادر ہے۔

وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ جَمِيْعًا فَقَالَ الضُّعَفٰٓؤُا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا

اور خدا کے سامنے سب پیش ہوں گے پھر چھوٹے درجہ کے لوگ (یعنی عوام وتابعین) بڑے درجے کے لوگوں سے کہیں گے کہ ہم (دنیا میں) تمہارے تابع تھے

فَهَلْ اَنْتُمْ مُّغْنُوْنَ عَنَّا مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ۭ قَالُوْا لَوْ هَدٰىنَا اللّٰهُ

تو کیا تم خدا کے عذاب کا کچھ جزو ہم سے ہٹا سکتے ہو وہ (جواب میں) کہیں گے کہ اگر اللہ ہم کو کوئی راہ بتلاتا تو ہم تم کو بھی (وہ)

٣ ع ٩ ١٥ لَهَدَيْنٰكُمْ ۭ سَوَاۗءٌ عَلَيْنَآ اَجَزِعْنَآ اَمْ صَبَرْنَا مَا لَنَا مِنْ مَّحِيْصٍ ﴿٩﴾

راہ بتلا دیتے (اور اب تو) ہم سب کے حق میں دونوں صورتیں برابر ہیں خواہ ہم پریشان ہوں خواہ ضبط کریں ہمارے بچنے کی کوئی صورت نہیں

سب سے بڑی عدالت

صاف میدان میں ساری مخلوق خدا کے سامنے موجود ہوگی اس وقت جو لوگ ماتحت تھے۔ ان سے کہیں گے جو سردار اور بڑے تھے اور جو انھیں اللہ کی عبادت اور رسول کی اطاعت سے روکتے تھے کہ ہم تو تمہارے تابع فرمان تھے جو حکم دیتے تھے۔ ہم بجا لاتے تھے، جو تم فرماتے تھے ہم مانتے تھے بس جیسے کہ تم ہم سے وعدے کرتے تھے اور ہمیں امید دلاتے تھے کیا آج خدا کے عذاب کو ہم سے ہٹاؤگے؟ اس وقت یہ پیشوا اور سردار کہیں گے کہ ہم تو خود راہ راست پر نہ تھے تمہاری رہبری کیسے کرتے۔ ہم پر خدا کا کلمہ سبقت کر گیا۔ عذاب کے مستحق ہم سب ہوگئے۔ اب نہ ہائے وائے اور نہ بیقراری نفع دیگی اور نہ صبر وتحمل عذاب سے محفوظ رہنے کی تمام صورتیں ناممکن ہیں۔ حضرت عبدالرحمٰن بن زید فرماتے ہیں۔ کہ دوزخی لوگ کہیں گے کہ دیکھو یہ مسلمان خدا کے سامنے روتے دھوتے تھے۔ اس وجہ سے وہ جنت میں پہنچے۔ آؤ ہم بھی اللہ کے سامنے روئیں گڑگڑائیں خوب روئیں پیٹیں گے چیخیں چلائیں گے۔ لیکن بے سود رہے گا تو کہیں گے جنتیوں کے جنت میں جانے کی ایک وجہ صبر کرنا تھی۔ آؤ ہم بھی خاموشی اور صبر اختیار کریں۔ اب ایسا صبر کریں گے کہ ایسا صبر کبھی دیکھا نہیں گیا لیکن یہ بھی لاحاصل رہیگا اس وقت کہیں گے ہائے صبر بھی بیسود اور بیقراری بھی بے نفع۔ ظاہر تو یہ ہے کہ پیشواؤں اور تابعداروں کی یہ بات چیت جہنم میں جانے کے بعد ہوگی جیسے آیت وَاِذْ يَتَحَاۗجُّوْنَ فِي النَّارِ الخ جبکہ وہ جہنم میں جھگڑیں گے اس وقت ضعیف لوگ تکبر والوں سے کہیں گے کہ ہم تمہارے ماتحت تھے تو کیا آگ کے کسی حصہ سے تم ہمیں نجات دلا سکوگے؟ وہ متکبر لوگ کہیں گے۔ ہم تو سب جہنم میں

موجود ہیں۔ اللہ کے فیصلے بندوں میں ہو چکے ہیں اور آیت میں ہے قَالَ ادْخُلُوا فِي أُمَمٍ الخ فرمائے گا کہ جاؤ ان لوگوں میں شامل ہو جاؤ۔ جو انسان، جنات تم سے پہلے جہنم میں پہنچ چکے ہیں جو گروہ جائے گا وہ دوسرے کو لعنت کرتا جائے گا جب سب کے سب جمع ہو جائیں گے تو پچھلے پہلوں کی نسبت جناب باری میں عرض کریں گے کہ پروردگار ان لوگوں نے ہمیں تو بہکا دیا۔ انھیں دوہرا عذاب کر۔ جواب ملے گا ہر ایک کو دوہرا ہے۔ لیکن تم نہیں جانتے۔ اور اگلے پچھلوں سے کہیں گے کہ تمھیں ہم پر کوئی فضیلت نہیں تھی۔ اپنے کئے ہوئے کاموں کا عذاب چکھو۔ اور آیت میں ہے کہ وہ کہیں گے رَبَّنَا إِنَّا أَطَعْنَا سَادَتَنَا وَكُبَرَاءَنَا الخ اے ہمارے پروردگار ہم نے اپنے پیشواؤں اور بڑوں کی اطاعت کی جنھوں نے ہمیں راستہ سے بھٹکا دیا۔ اے ہمارے پالنہار تو انھیں دوہرا عذاب کر۔ اور بڑی لعنت کر۔ یہ لوگ محشر میں بھی جھگڑیں گے۔ فرمان ہے إِذِ الظَّالِمُونَ مَوْقُوفُونَ عِندَ رَبِّهِمْ الخ کاش کہ تو دیکھتا جبکہ ظالم لوگ اللہ کے سامنے کھڑے ہوئے ایک دوسرے سے لڑ جھگڑ رہے ہوں گے۔ تابعدار لوگ اپنے بڑوں سے کہتے ہوں گے کہ اگر تم نہ ہوتے تو ہم تو ایماندار بن جاتے یہ بڑے چھوٹوں سے کہتے ہوں گے کہ کیا ہدایت آجانے کے بعد ہم نے تمھیں اس سے روک دیا نہیں بلکہ تم تو آپ گنہگار بدکار تھے۔ یہ کمزور لوگ پھر ان زور آوروں سے کہیں گے کہ تمھارے رات دن کے داؤں گھات اور ہمیں یہ حکم دینا کہ ہم اللہ سے کفر کریں اس کے شریک ٹھیرائیں اب سب لوگ پوشیدہ طور پر اپنی اپنی جگہ نادم ہو جائیں گے جبکہ عذاب کو سامنے دیکھ لیں گے۔ ہم کافروں کی گردنوں میں طوق ڈال دیں گے۔ انھیں ان کے اعمال کا بدلہ ضرور ملے گا۔

وَقَالَ الشَّيْطَانُ لَمَّا قُضِيَ الْأَمْرُ إِنَّ اللَّهَ وَعَدَكُمْ وَعْدَ الْحَقِّ وَوَعَدتُّكُمْ فَأَخْلَفْتُكُمْ

اور جب (قیامت میں) تمام مقدمات فیصل ہو چکیں گے تو شیطان جواب میں کہے گا کہ اللہ تعالیٰ نے تم سے سچے وعدے کئے تھے اور میں نے بھی کچھ وعدے کئے تھے سو میں نے ان وعدوں کے خلاف کیا۔

وَمَا كَانَ لِيَ عَلَيْكُم مِّن سُلْطَانٍ إِلَّا أَن دَعَوْتُكُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِي فَلَا تَلُومُونِي

اور میرا تم پر اور تو کچھ زور چلتا نہ تھا بجز اس کے کہ میں نے تم کو بلایا تھا سو تم نے (با اختیار خود) میرا کہنا مان لیا تو تم مجھ پر (ساری) ملامت مت کرو

وَلُومُوا أَنفُسَكُم مَّا أَنَا بِمُصْرِخِكُمْ وَمَا أَنتُم بِمُصْرِخِيَّ إِنِّي كَفَرْتُ بِمَا

اور زیادہ ملامت اپنے آپ پر کرو نہ میں تمہارا مددگار (ہو سکتا) ہوں اور نہ تم میرے مددگار (ہو سکتے) ہو میں خود تمہارے اس فعل سے بیزار ہوں کہ تم

أَشْرَكْتُمُونِ مِن قَبْلُ إِنَّ الظَّالِمِينَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿۱﴾ وَأُدْخِلَ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا

اس کے قبل (دنیا میں) مجھ کو خدا کا شریک قرار دیتے تھے یقیناً ظالموں کے لئے دردناک عذاب (مقرر) ہے اور جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک

الصَّالِحَاتِ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا بِإِذْنِ رَبِّهِمْ تَحِيَّتُهُمْ فِيهَا سَلَامٌ ﴿۲﴾

کام کئے وہ ایسے باغوں میں داخل کئے جاویں گے جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی (اور) وہ ان میں اپنے پروردگار کے حکم سے ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے (اور) وہاں ان کو سلام اس لفظ سے کیا جاوے گا

شیطان ملعون کی غداری

اللہ تعالیٰ جب بندوں کے فیصلوں سے فارغ ہو گا۔ مومن جنت میں کافر دوزخ میں پہنچ جائیں گے۔ اس وقت ابلیس ملعون جہنم میں کھڑا ہو کر ان سے کہے گا کہ خدا کے وعدے سچے اور برحق تھے۔ رسولوں کی تابعداری میں ہی نجات اور سلامتی تھی۔ میرے وعدے تو دھوکے تھے۔ میں تو تمھیں غلط راہ پر ڈالنے کے لئے سبز باغ دکھایا کرتا تھا۔ میری باتیں بے دلیل تھیں، میرا کلام بے حجت تھا، میرا کوئی زور اور غلبہ تم پر نہ تھا، تم خواہ مخواہ میری ایک آواز پر دوڑ پڑے۔ میں نے کہا تم نے مان لیا، رسولوں کے سچے وعدے، ان کی با دلیل آواز، ان کی کامل حجت تم نے ترک کر دیں۔ ان کا خلاف اور میری موافقت کی جس کا نتیجہ آج اپنی آنکھوں سے تم نے دیکھ لیا۔ یہ تمھارے اپنے کرتوت کا بدلہ ہے۔ مجھے ملامت نہ کرنا بلکہ اپنے نفس کو ہی الزام دینا۔ گناہ تمھارا اپنا ہے تم نے دلیلیں چھوڑیں تم نے میری بات مانی۔ آج میں تمھیں کچھ کام نہ آؤں گا، نہ تمھیں بچا سکوں نہ نفع پہنچا سکوں۔ میں تو تمھارے شرک کے باعث تمھارا منکر ہوں۔ میں صاف

کہتا ہوں کہ میں شریک خدا نہیں جیسے فرمانِ خدا ہے وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗ الخ اس سے بڑھ کر گمراہ کون ہے جو اللہ کے سوا اوروں کو پکارے جو قیامت تک اس کی پکار کو قبول نہ کر سکیں۔ بلکہ اس کے پکارنے سے محض غافل ہوں۔ اور محشر کے دن ان کے دشمن اور ان کی عبادت کے منکر بن جائیں۔ اور آیت میں ہے كَلَّا ۚ سَيَكْفُرُوْنَ بِعِبَادَتِهِمْ الخ یقیناً وہ لوگ ان کی عبادت سے منکر ہو جائیں گے اور ان کے دشمن بن جائیں گے۔ یہ ظالم لوگ ہیں۔ اس لئے کہ حق سے منہ پھیر لیا باطل کے پیروکار بن گئے۔ ایسے ظالموں کے لئے المناک عذاب ہیں پس ظاہر ہے کہ ابلیس کا یہ کلام دوزخیوں سے دوزخ میں داخل ہونے کے بعد ہوگا تاکہ وہ حسرت و افسوس میں اور بڑھ جائیں۔ لیکن ابن ابی حاتم کی ایک حدیث میں ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جب اگلوں پچھلوں کو خدائے تعالیٰ جمع کرے گا اور ان میں فیصلے کر دے گا فیصلوں کے وقت عام گھبراہٹ ہوگی مومن کہیں گے ہم میں فیصلے ہو رہے ہیں۔ اب ہماری سفارش کے لئے کون کھڑا ہوگا پس حضرت آدم حضرت نوح حضرت ابراہیم حضرت موسیٰ حضرت عیسیٰ علیہم السلام کے پاس جائیں گے۔ حضرت عیسیٰ فرمائیں گے۔ نبی امی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچو۔ چنانچہ وہ میرے پاس آئیں گے۔ مجھے کھڑا ہونے کی اللہ تبارک و تعالیٰ اجازت دے گا۔ اسی وقت میری مجلس سے پاکیزہ تیز اور عمدہ خوشبو پھیلے گی کہ ان سے بہتر اور عمدہ خوشبو کبھی کسی نے نہ سونگھی ہوگی۔ میں چل کر رب العالمین کے پاس آؤں گا۔ میرے سر کے بالوں سے لے کر میرے پیر کے انگوٹھے تک نور ہی نور ہو جائے گا۔ اب میں سفارش کروں گا اور جناب حق تبارک و تعالیٰ قبول فرمائے گا۔ یہ دیکھ کر کافر لوگ کہیں گے کہ چلو بھئی ہم بھی کسی کو سفارشی بنا کر لے چلیں۔ اور ہمارے لئے ہمارا پاس سوائے ابلیس کے اور کون ہے؟ اس نے ہم کو بہکایا تھا۔ چلو اسی سے عرض معروض کریں۔ آئیں گے ابلیس سے کہیں گے کہ مومنوں نے تو شفیع پا لیا۔ اب تو ہماری طرف سے بن جا۔ اس لئے کہ ہمیں گمراہ بھی تو نے ہی کیا ہے۔ یہ سن کر یہ ملعون کھڑا ہوگا۔ اس کی مجلس سے ایسی گندی بدبو پھیلے گی کہ اس سے پہلے کسی ناک میں ایسی بدبو نہ پہنچی ہو۔ پھر وہ کہے گا جس کا بیان اس آیت میں ہے۔ محمد بن کعب قرظی فرماتے ہیں کہ جب جہنمی اپنا صبر اور بے صبری یکساں بتلائیں گے۔ اس وقت ابلیس ان سے یہ کہے گا۔ اس وقت وہ اپنی جانوں سے بیزار ہو جائیں گے۔ ندا آئے گی کہ تمہاری اس وقت کی اس بیزاری سے بھی زیادہ بیزاری خدا کی تم سے اس وقت تھی جبکہ تمہیں ایمان کی طرف بلایا جاتا تھا۔ اور تم کفر کرتے تھے۔ عامر شعبیؒ فرماتے ہیں تمام لوگوں کے سامنے اس دن دو شخص خطبہ دینے کے لئے کھڑے ہوں گے۔ حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام سے خدائے تعالیٰ فرمائے گا کہ کیا تو نے لوگوں سے کہا تھا کہ تم خدا کے سوا مجھے اور میری ماں کو معبود بنا لینا۔ یہ آیتیں هٰذَا يَوْمُ يَنْفَعُ الصّٰدِقِيْنَ الخ تک اسی بیان میں ہیں۔ اور ابلیس کھڑا ہو کر کہے گا مَا كَانَ لِيَ عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ الخ برے لوگوں کے انجام کا اور ان کے درد و غم اور ابلیس کے جواب کا ذکر فرما کر اب نیک لوگوں کا انجام بیان ہو رہا ہے کہ ایمان دار نیک اعمال لوگ جنتوں میں جائیں گے جہاں چاہیں جائیں آئیں چلیں پھریں کھائیں پئیں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے وہیں رہیں سہیں نہ آزردہ ہوں نہ دل بھرے نہ طبیعت بھرے نہ مارے جائیں نہ نکالے جائیں نہ نعمتیں کم ہوں۔ یہاں ان کا تحفہ سلام ہی سلام ہوگا۔ جیسے فرمان ہے حَتّٰۤى اِذَا جَآءُوْهَا وَفُتِحَتْ اَبْوَابُهَا الخ یعنی جب جنتی جنت میں جائیں گے اور اس کے دروازے ان کے لئے کھولے جائیں گے اور وہاں کے داروغہ انہیں سلام علیک کہیں گے الخ اور آیت میں ہے۔ ہر دروازے سے ان کے پاس فرشتے آئیں گے۔ اور سلام علیکم کہیں گے۔ اور آیت میں ہے وہاں تحیۃ اور سلام ہی سنائے جائیں گے اور آیت میں ہے دَعْوٰىهُمْ فِيْهَا سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَتَحِيَّتُهُمْ فِيْهَا سَلٰمٌ ان کی پکار وہاں خدا کی پاکیزگی کا بیان ہوگا اور ان کا تحفہ وہاں سلام ہوگا۔ اور ان کی آخری آواز یہ ہوگی کہ رب العالمین کی حمد ہو گی۔

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا كَلِمَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُهَا فِي

کیا آپ کو معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کیسی مثال بیان فرمائی ہے کلمۂ طیبہ یعنی کلمۂ توحید کی کہ وہ ایک پاکیزہ درخت کے جس کی جڑ خوب گڑی ہوئی ہو اور اس کی شاخیں

السَّمَآءِ ۝۳ تُؤْتِیْٓ اُكُلَهَا كُلَّ حِیْنٍۭ بِاِذْنِ رَبِّهَا ؕ وَیَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ

اوقاتی میں جاری ہوں وہ خدا کے حکم سے ہر فصل میں اپنا پھل دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ مثالیں لوگوں کے واسطے اس لئے بیان

لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ یَتَذَكَّرُوْنَ ۝۲ وَمَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِیْثَةٍ كَشَجَرَةٍ خَبِیْثَةِ

کرتے ہیں تاکہ وہ خوب سمجھ لیں اور گندہ کلمہ کی (یعنی کلمۂ کفر و شرک کی) مثال ایسی ہے جیسے ایک خراب درخت ہو

ﹰاجْتُثَّتْ مِنْ فَوْقِ الْاَرْضِ مَا لَهَا مِنْ قَرَارٍ ۝

کہ وہ زمین کے اوپر ہی اوپر سے اکھاڑ لیا جائے اس کو کچھ ثبات نہ ہو

ایک اچھوتی مثال

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کلمۂ طیبہ سے مراد لا الٰہ الا اللہ کی شہادت ہے۔ پاکیزہ درخت کی طرح کا مؤمن ہے۔ اس کی جڑ مضبوط ہے۔ یعنی مومن کے دل میں لا الٰہ الا اللہ جما ہوا ہے اس کی شاخ آسمان میں ہے۔ یعنی اس توحید کے کلمہ کی وجہ سے اس کے اعمال آسمان کی طرف اٹھائے جاتے ہیں اور بھی بہت سے مفسرین سے یہی منقول ہے۔ مراد اس سے مومن کے اعمال ہیں۔ اور اس کے پاک اقوال اور نیک کام۔ مومن مثل کھجور کے درخت کے ہے۔ ہر وقت ہر صبح ہر شام اس کے اعمال آسمان پر چڑھتے رہتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کھجور کا ایک خوشہ لایا گیا۔ تو آپ نے اسی آیت کا پہلا حصہ تلاوت فرمایا۔ اور فرمایا کہ پاک درخت سے مراد کھجور کا درخت ہے۔ صحیح بخاری شریف میں حضرت عبداللہ بن عمر سے منقول ہے کہ ہم آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ جو آپ نے فرمایا مجھے بتاؤ وہ کونسا درخت ہے جو مسلمان کے مشابہ ہے جس کے پتے جھڑتے نہیں۔ نہ جاڑوں میں نہ گرمیوں میں۔ جو اپنا پھل ہر موسم میں لاتا رہتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضہ فرماتے ہیں میرے دل میں آیا کہ کہدوں وہ درخت کھجور کا ہے لیکن میں نے دیکھا کہ مجلس میں حضرت ابو بکر ہیں۔ حضرت عمر ہیں اور وہ خاموش ہیں تو میں بھی چپکا ہو رہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ درخت کھجور کا ہے۔ جب یہاں سے اٹھ کر چلے تو میں نے اپنے والد حضرت عمر رضہ سے یہ ذکر کیا۔ تو آپ نے فرمایا۔ پیارے بچے اگر تم یہ جواب دیدیتے تو مجھے تو تمام چیزوں کے مل جانے سے بھی زیادہ محبوب تھا۔ حضرت مجاہد رح کا قول ہے کہ میں مدینہ شریف تک حضرت ابن عمر رضہ کے ساتھ رہا لیکن سوائے ایک حدیث کے اور کوئی روایت انھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کرتے ہوئے نہیں سُنا۔ اس میں ہے کہ یہ سوال آپ نے اس وقت کیا تھا۔ جب کہ آپ کے سامنے کھجور کے درخت کے بیچ کا گودا لایا گیا تھا۔ میں یوں چپکا رہا کہ میں اس مجلس میں سب سے کم عمر تھا۔ اور روایت میں ہے کہ جواب دینے والوں کا خیال اس وقت جنگلی درختوں کی طرف چلا گیا۔ ابن ابی حاتم میں ہے کہ کسی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ حضور مالدار لوگ درجات میں بہت بڑھ گئے۔ آپ نے فرمایا کہ یاد رکھو اگر تمام دنیا کی چیزیں لے کر انبار لگا دو تو بھی وہ آسمان تک نہیں پہنچ سکتیں لیکن میں تجھے ایسا عمل بتلاؤں جس کی جڑ مضبوط اور جس کی شاخیں آسمان میں ہیں؟ اس نے پوچھا وہ کیا؟ فرمایا، لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر و سبحان اللہ والحمد للہ۔ ہر فرض نماز کے بعد دس بار کہہ لیا کرو۔ جس کی جڑ مضبوط اور جس کی شاخیں آسمان میں ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں وہ پاکیزہ درخت جنت میں ہے۔ ہر وقت اپنا پھل لائے۔ یعنی صبح شام یا ہر ماہ میں یا ہر دو ماہ میں یا ہر ششماہی میں۔ یا ہر ساتویں مہینے۔ یا ہر سال لیکن الفاظ کا ظاہری مطلب تو یہ ہے کہ مومن کی مثال اس درخت جیسی ہے جس کے پھل ہر وقت جاڑے گرمی میں۔ دن رات میں اُترتے رہتے ہیں۔ اسی طرح مومن کے نیک اعمال دن رات کے ہر وقت چڑھتے رہتے ہیں۔ اس کے رب کے حکم سے یعنی کامل اچھے بہت و عمدہ۔ اللہ تعالیٰ لوگوں کی عبرت ان کی سوجھ بوجھ اور ان کی نصیحت کے لئے مثالیں واضح فرماتا ہے پھر بُرے کلمہ کی یعنی کافر کی مثال بیان فرمائی جس کی کوئی اصل نہیں جو مضبوط نہیں۔ اس کی مثال اندرائن کے درخت سے دی۔ جسے حنظل اور سال کہتے ہیں۔ ایک موقوف روایت میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بھی آتا ہے۔ اور یہی روایت مرفوعاً بھی آئی ہے۔ اس درخت کی جڑ زمین کی تہ میں نہیں ہوتی جھٹکا مارا اور اکھڑ گیا۔ اسی طرح سے کفر بے جڑ اور بے شاخ ہے۔ کافر کا نہ کوئی نیک عمل چڑھے نہ مقبول ہو۔

حاشیہ صفحہ ۶۹ پر ملاحظہ کیجیے۔

يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي
اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو اس پکی بات (یعنی کلمہ طیبہ کی برکت) سے دنیا اور آخرت میں مضبوط
الْاٰخِرَةِ ۚ وَيُضِلُّ اللّٰهُ الظّٰلِمِيْنَ ۙ قف وَيَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ ؏ (۶)
رکھتا ہے اور ظالموں کو بہکا دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

ع ۶ ۱۶

استقلال و استقامت

صحیح بخاری شریف میں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ مسلمان سے جب اس کی قبر میں سوال ہوتا ہے تو وہ گواہی دیتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد رسول اللہ ہیں۔ یہی مراد اس آیت کی ہے مسند میں ہے کہ ایک انصاری کے جنازہ میں ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ قبرستان پہنچے۔ ابھی تک قبر تیار نہ تھی۔ آپ بیٹھ گئے۔ اور ہم بھی آپ کے آس پاس ایسے بیٹھ گئے گویا ہمارے سروں پر پرند ہیں۔ آپ کے ہاتھ میں جو تنکا تھا اس سے آپ زمین پر لکیریں نکال رہے تھے پھر سر اٹھا کر دو تین مرتبہ فرمایا کہ عذاب قبر سے خدا کی پناہ چاہو۔ بندہ جب دنیا کی آخری اور آخرت کی پہلی گھڑی میں ہوتا ہے تو اس کے پاس آسمان سے نورانی چہرہ والے فرشتے آتے ہیں گویا کہ ان کے چہرے سورج جیسے ہیں۔ ان کے ساتھ جنتی کفن اور جنتی خوشبو ہوتی ہے اس کے پاس جہاں تک اس کی نگاہ کام کرے وہاں تک بیٹھ جاتے ہیں۔ پھر ملک الموت آکر اس کے سرہانے بیٹھ جاتے ہیں اور فرماتے ہیں اے پاک روح اللہ تعالیٰ کی مغفرت اس کی رضامندی کی طرف چل۔ وہ اس آسانی سے نکل آتی ہے جیسے کسی مشک سے پانی کا قطرہ ٹپک آیا ہو ایک آنکھ جھپکنے کے برابر کی دیر بھی وہ فرشتے اسے ان کے ہاتھ میں نہیں رہنے دیتے فوراً لے لیتے ہیں۔ اور جنتی کفن اور جنتی خوشبو میں رکھ لیتے ہیں۔ خود اس روح میں سے بھی مشک سے بھی عمدہ خوشبو نکلتی ہے کہ روئے زمین پر ایسی عمدہ خوشبو نہ سونگھی گئی ہو۔ وہ اسے لے کر آسمانوں کی طرف چڑھتے ہیں فرشتوں کی جس جماعت کے پاس سے گذرتے ہیں کہ یہ پاک روح کس کی ہے۔ یہ اس کا جو بہترین نام دنیا میں مشہور تھا وہ بتلاتے ہیں۔ اور اس کے باپ کا نام بھی آسمان دنیا تک پہنچ کر دروازے کھلواتے ہیں۔ آسمان کا دروازہ کھل جاتا ہے اور وہاں کے فرشتے اسے دوسرے آسمان تک۔ اور دوسرے آسمان کے تیسرے آسمان تک۔ اسی طرح ساتویں آسمان پر وہ پہنچتا ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے۔ میرے بندہ کو کتاب علیین میں لکھ لو۔ اور اسے زمین کی طرف لوٹا دو۔ میں نے اسی سے اسے پیدا کیا ہے۔ اور اسی سے دوبارہ نکالوں گا۔ پس اس کی روح اسی کے جسم میں لوٹا دی جاتی ہے۔ اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں۔ اسے اٹھاتے بٹھاتے ہیں اور سوال کرتے ہیں کہ تیرا رب کون ہے؟ وہ جواب دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ۔ پھر پوچھتے ہیں کہ تیرا دین کیا ہے؟ وہ جواب دیتا ہے کہ اسلام۔ پھر سوال ہوتا ہے کہ وہ شخص کون ہے جو تم میں بھیجا گیا تھا؟ وہ کہتا ہے وہ رسول اللہ تھے۔ فرشتے پوچھتے ہیں تجھے کیسے معلوم ہوا؟ وہ کہتا ہے۔ میں نے کتاب اللہ پڑھی۔ اس پر ایمان لایا اسے سچا مانا۔ اسی وقت آسمان سے ایک منادی ندا دیتا ہے کہ میرا بندہ سچا ہے اس کے لئے جنتی فرش بچھا دو اور جنتی لباس پہنا دو۔ اور جنت کی طرف کا دروازہ کھول دو۔ پس جنت کی روح پرور خوشبودار ہواؤں کی لپٹیں اسے آنے لگتی ہیں۔ اس کی قبر بقدر وسعت نظر کے مطابق وسیع کر دی جاتی ہے۔ اس کے پاس ایک شخص خوبصورت نورانی چہرہ والا عمدہ کپڑوں والا اچھی خوشبو والا آتا ہے۔ اور اس سے کہتا ہے آپ خوش ہو جائیے۔ اسی دن کا وعدہ آپ سے کیا جاتا تھا یہ اس سے پوچھتا ہے کہ آپ کون ہیں؟ آپ کے چہرہ سے بھلائی ہی بھلائی نظر آتی ہے۔ وہ جواب دیتا ہے کہ میں تیرا نیک عمل ہوں اس وقت مسلمان

(حاشیہ صفحہ ۱) مادر کھنا چاہئے کہ اعمال پر اجر کے مرتب ہونے کی بنیاد ایمان ہے۔ سو اگر ایمان ہے تو نیک اعمال پر خدا تعالیٰ اجر عنایت فرمائیں گے اور اگر ایمان نہیں تو نیک کام کچھ بھی ہوں لیکن ان پر کوئی اجر مرتب نہ ہوگا۔ یہ اور بات ہے کہ دنیا ہی میں اچھے کاموں کی وجہ سے ترقی دولت و جاہ ہو جائے لیکن آخرت میں جہاں اعمال واجر کی ضرورت پیش آئے گی ایمان نہ ہونے کی وجہ سے کوئی اجر نہیں ملے گا ۱۲ (حاشیہ صفحہ ہٰذا) ۔۔۔ یعنی نہایت خاموش اور ادب کے ساتھ ۱۲ منظور شاہ +

آرزو کرتا ہے کہ خدایا قیامت جلد قائم ہو جائے تو میں اپنے اہل وعیال اور ملک ومال کی طرف لوٹ جاؤں اور کافر بندہ جب دنیا کی آخری ساعت اور آخرت کی اول ساعت میں ہوتا ہے اس کے پاس سیاہ چہرے والے فرشتے آتے ہیں۔ اور ان کے ساتھ جہنمی ٹاٹ ہوتا ہے جہاں تک نگاہ پہنچے وہاں تک وہ بیٹھ جاتے ہیں۔ پھر حضرت ملک الموت علیہ السلام آکر اُس کے سرہانے بیٹھ کر فرماتے ہیں اے خبیث روح اللہ تعالیٰ کے غضب وغصّہ کی طرف چل۔ اس کی روح جسم میں چھپتی پھرتی ہے۔ جسے بہت سختی کے ساتھ نکالا جاتا ہے۔ اسی وقت ایک آنکھ جھپکنے میں اسے فرشتے ان کے ہاتھوں سے لے لیتے ہیں۔ اور اسے جہنمی بورے میں لپیٹ لیتے ہیں۔ اس میں سے ایسی بدبو نکلتی ہے کہ روئے زمین پر اس سے زیادہ بدبو نہیں پائی گئی۔ اب یہ اسے لے کر اوپر کو چڑھتے ہیں۔ فرشتوں کی جس جماعت کے پاس سے گذرتے ہیں وہ پوچھتے ہیں یہ خبیث روح کس کی ہے وہ اس کا بدترین نام جو دنیا میں تھا بتلاتے ہیں اور اس کے باپ کا نام بھی۔ آسمان دنیا تک پہنچ کر دروازہ کھلوانا چاہتے ہیں۔ لیکن کھولا نہیں جاتا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ الخ کی تلاوت فرمائی کہ نہ ان کے لئے آسمان کے دروازے کھلیں۔ نہ وہ جنت میں جا سکیں یہاں تک کہ سوئی کے ناکے میں سے اونٹ گذر جائے۔[۱]

اللہ تعالیٰ حکم فرماتا ہے کہ اس کو کتاب سجین میں لکھ لو۔ جو سب سے نیچے کی زمین میں ہے۔ پس اس کی روح وہیں سے پھینک دی جاتی ہے۔ پھر آپ نے آیت وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَآءِ الخ کی تلاوت فرمائی۔ یعنی خدا کے ساتھ جو شرک کرے گویا کہ وہ آسمان سے گر پڑا یا تو اسے پرندے اچک لے جائیں گے یا آندھی کسی دور کے گڑھے میں پھینک مارے گی۔[۲] پھر اس کی روح اسی جسم میں لوٹائی جاتی ہے۔ اس کے پاس دو فرشتے پہنچتے ہیں جو اسے اُٹھا کر بٹھاتے ہیں اور پوچھتے ہیں کہ تیرا رب کون ہے؟ وہ جواب دیتا ہے کہ ہائے ہائے[۳] مجھے معلوم نہیں۔ پھر پوچھتے ہیں۔ تیرا دین کیا ہے؟ وہ کہتا ہے۔ ہائے ہائے مجھے اس کا بھی علم نہیں۔ پھر پوچھتے ہیں وہ کون تھا جو تم میں بھیجا گیا تھا؟ وہ کہتا ہے۔ ہائے ہائے مجھے معلوم نہیں۔ اسی وقت آسمان سے ایک منادی کی ندا آتی ہے کہ میرا بندہ جھوٹا ہے۔ اس کے لئے جہنم کی آگ کا فرش کر دو۔ اور دوزخ کی جانب کا دروازہ کھول دو۔ وہاں سے اسے دوزخ کی ہوا اور دوزخ کا بھپارہ پہنچتا رہتا ہے۔ اور اس کی قبر اس پر اتنی تنگ ہو جاتی ہے کہ اس کی پسلیاں ایک دوسرے میں گھس جاتی ہیں۔ بڑی بری اور ڈراونی صورت والا برے میلے کچیلے خراب کپڑوں والا بڑی بدبو والا ایک شخص اس کے پاس آتا ہے اور کہتا ہے اب غمناک ہو جاؤ۔ اسی دن کا تجھ سے وعدہ کیا جاتا تھا یہ پوچھتا ہے تو کون ہے؟ تیرے چہرے سے برائی برستی ہے۔ وہ کہتا ہے میں تیرے برے اعمال کا مجسمہ ہوں۔ تو یہ دعا کرتا ہے کہ خدایا قیامت قائم نہ ہو۔ (ابو داؤد ونسائی ابن ماجہ وغیرہ) مسند میں ہے کہ نیک بندے کی روح نکلنے کے وقت آسمان وزمین کے درمیان کے فرشتے اور آسمانوں کے فرشتے سب اس پر رحمت بھیجتے ہیں اور آسمانوں کے دروازے اس کے لئے کھل جاتے ہیں۔ ہر دروازہ کے فرشتوں کی دعا ہوتی ہے کہ اس کی پاک اور نیک روح اُن کے دروازے سے چڑھائی جائے الخ اور برے شخص کے بارے میں اس میں ہے کہ اس کی قبر میں ایک اندھا بہرا گونگا فرشتہ مقرر ہوتا ہے جس کے ہاتھ میں ایک گرز ہوتا ہے۔ کہ اگر وہ کسی بڑے پہاڑ پر مار دیا جائے تو وہ مٹی بن جائے۔ اس سے وہ اسے مارتا ہے۔ یہ مٹی ہو جاتا ہے۔ اسے اللہ عزوجل پھر لوٹاتا ہے۔ جیسا تھا ویسا ہی ہو جاتا ہے۔ وہ اسے پھر وہی گرز مارتا ہے۔ یہ ایسا چیختا ہے کہ اس کی چیخ کو سوائے انسانوں اور جنوں کے ہر کوئی سنتا ہے۔ حضرت براء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ اسی آیت سے عذاب قبر کا

---

[۱] یہ عرب کا ایک محاورہ ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح سوئی کے تنگ ناکہ سے اونٹ جیسے جسیم وطویل کا گذرنا مشکل بلکہ محال ہے اسی طرح جنت کے دروازوں کا کافر کے لئے کھلنا محال ہے ۱۲ [۲] مطلب یہ ہے کہ کفار کا خدا تعالیٰ حامی وناصر نہیں پس جس طرح دنیا میں کسی بے کس ولا وارث کو جس کا جو چاہے نقصان پہنچائے اور کوئی اس کی حمایت کے لئے کھڑا نہیں ہوتا اسی طرح خدا تعالیٰ کفار کو بے یار ومددگار چھوڑ دیں گے ۱۲ [۳] ہائے ہائے یہ کلمہ بطور حسرت اس کی زبان پر بار بار جاری ہوگا کہ افسوس ان سوالات کا جواب مجھ کو معلوم نہیں اور ان سوالات کا جواب معلوم نہ ہونا کس قدر حسرت ناک ہے ۱۲ [۴] بہرے کے سامنے اگر کوئی گفتگو کرے تو ساری مجلس سنتی ہے لیکن بہرہ نہیں سن پاتا اور دیکھا ہوگا کہ ٹیلیفون پر گفتگو کرتے وقت بات صرف سنتا ہے لیکن آس پاس بیٹھنے والے نہیں سنتے تو اگر فرشتوں کے گرز مارنے پر مردہ کے نالہ وشیون کی آواز انسان نہ سن سکیں تو اس میں استبعاد کیا ہے؟ ۱۲ انظر شاہ کشمیری

ثبوت ہوتا ہے۔ حضرت عبداللہ اسی آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔ مراد اس سے قبر کے سوالوں کے جواب میں مومن کو استقامت کا ملنا ہے
مسند عبد بن حمید میں ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ جب بندہ قبر میں رکھا جاتا ہے لوگ منہ پھیرتے ہیں ابھی ان کی واپسی کے
وقت جوتیوں کی آہٹ اس کے کانوں ہی میں ہے۔ جو دو فرشتے اس کے پاس پہنچ کر اسے بٹھا کر پوچھتے ہیں کہ اس شخص کے بارہ میں تو کیا
کہتا ہے۔ مومن جواب دیتا ہے کہ میری گواہی ہے کہ وہ خدا کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ تو اسے کہا جاتا ہے کہ دیکھ جہنم میں تیرا یہ ٹھکانا
تھا۔ لیکن اب اسے بدل کر اللہ نے جنت کی یہ جگہ تجھے عنایت فرمائی ہے۔ فرماتے ہیں کہ اسے دونوں جگہ نظر آتی ہیں حضرت قتادہ رح کا فرمان ہے
کہ اس کی قبر ستر گز چوڑی کر دی جاتی ہے۔ اور قیامت تک سر سبزی سے بھری رہتی ہے۔ مسند احمد میں ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے
ہیں کہ اس امت کی آزمائش ان کی قبروں میں ہوتی ہے۔ اسی میں یہ بھی ہے کہ مومن اس وقت آرزو کرتا ہے کہ مجھے چھوڑ دو میں اپنے لوگوں کو یہ خوشخبری
پہنچا دوں۔ وہ کہتے ہیں ٹھہر جاؤ۔ اس میں یہ بھی ہے کہ منافق کو بھی اس کی دونوں جگہیں دکھا دی جاتی ہیں۔ فرماتے ہیں کہ ہر شخص جس پر مرا
ہے۔ اسی پر اٹھایا جاتا ہے مومن اپنے ایمان پر۔ منافق اپنے نفاق پر۔ مسند احمد کی روایت میں ہے کہ فرشتہ جو آتا ہے اس کے ہاتھ
میں لوہے کا ہتھوڑا ہوتا ہے۔ مومن خدا کی معبودیت اور توحید کی اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم عبدیت اور رسالت کی گواہی دیتا ہے۔
اس میں یہ بھی ہے کہ اپنا جنت کا مکان دیکھ کر اس میں جانا چاہتا ہے۔ لیکن اسے کہا جاتا ہے۔ ابھی یہیں آرام کرو۔ اس کے آخر میں ہے کہ
صحابہ نے کہا یا رسول جب ایک فرشتہ کو ہاتھ میں گرز لئے دیکھیں گے تو حواس کیسے قائم رہیں گے؟ تو آپ نے یہی آیت پڑھی۔ یعنی خدا کی طرف
سے انھیں ثابت قدمی ملتی ہے۔ اور حدیث میں ہے کہ روح نکلنے کے وقت مومن سے کہا جاتا ہے کہ اے اطمینان والی روح جو پاک جسم میں تھی
نکل تعریفوں والی ہو کر اور خوش ہو جا۔ راحت و آرام اور پھل پھول اور رحیم و کریم خدا کی رحمت کے ساتھ۔ اس میں ہے کہ آسمان کے فرشتے
اس روح کو مرحبا کہتے ہیں۔ اور یہی خوشخبری سناتے ہیں۔ اس میں ہے کہ برے انسان کی روح کو کہا جاتا ہے کہ اے خبیث روح جو خبیث جسم میں
تھی۔ نکل بری بن کر مذمت زدہ ہو جا آگ جیسا پانی پینے کے لئے اور لہو پیپ کھانے کے لئے اور اسی جیسے اور بیشمار عذابوں کے لئے اس میں
ہے کہ آسمان کے فرشتے اس کے لئے دروازہ نہیں کھولتے اور کہتے ہیں بری ہو کر مذمت کے ساتھ لوٹ جا تیرے لئے دروازے نہیں
کھلیں گے۔ اور روایت میں ہے کہ آسمانی فرشتے نیک روح کے لئے کہتے ہیں۔ اللہ تجھ پر رحمت کرے۔ اور اس جسم پر بھی جس میں تو تھی۔
یہاں تک کہ اسے اللہ عزوجل کے پاس پہنچاتے ہیں وہاں سے ارشاد ہوتا ہے کہ اسے آخری مدت تک کے لئے لے جاؤ۔ اسی میں ہے کہ کافر
کی روح کی بدبو کا بیان کرتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی چادر مبارک اپنی ناک پر رکھ لی۔ اور روایت میں ہے کہ رحمت کے
فرشتے مومن کی روح کے لئے جنتی سفید ریشم لے کر آتے ہیں۔ ایک دوسرے کے ہاتھ سے اس روح کو لینا چاہتا ہے جب یہ پہلے کے مومنوں
کی ارواح سے ملتی ہے تو جیسے کوئی نیا آدمی سفر سے آئے اور اس کے گھر والے خوش ہوتے ہیں۔ اس سے زیادہ یہ روحیں اس روح سے مل کر راضی ہوتی
ہیں پھر پوچھتی ہیں کہ فلاں کا کیا حال ہے لیکن ان میں سے بعض کہتے ہیں کہ ابھی سوال وجواب نہ کرو ذرا آرام تو کر لینے دو۔ یہ تو غم سے ابھی ہی چھوٹی ہے۔
لیکن وہ جواب دیتی ہے کہ وہ تو مر گیا کیا تمہارے پاس نہیں پہنچا؟ وہ کہتے ہیں کہ چھوڑو اس کے ذکر کو۔ وہ اپنی ماں ہاویہ میں گیا۔ اور روایت
میں ہے کہ کافر کی روح کو جب زمین کے دروازے کے پاس لاتے ہیں تو وہاں کے داروغہ فرشتے اس کی بدبو سے گھبرانے میں۔ آخر اسے سب سے نیچے
کی زمین میں پہنچاتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ مومنوں کی روحیں جابیہ میں اور کافروں کی روحیں برہوت نامی
حضر موت کے قید خانہ میں جمع رہتی ہیں۔ اس کی قبر بہت تنگ ہو جاتی ہے ترمذی میں ہے کہ میت کے قبر میں رکھے جانے کے بعد اس کے پاس دو سیاہ
فام کیری آنکھوں والے فرشتے آتے ہیں۔ ایک منکر دوسرا نکیر۔ اس کے جواب کو سن کر وہ کہتے ہیں کہ ہمیں علم تھا کہ تم ایسے ہی جواب دو گے پھر اس کی
قبر کشادہ کر دی جاتی ہے اور نورانی بنا دی جاتی ہے۔ اور کہا جاتا ہے سو رہ۔ یہ کہتا ہے کہ میں تو اپنے گھر والوں سے کہوں گا لیکن وہ دونوں

ف بہت ممکن ہے کہ ایمان کی ستر شاخیں ہیں اور کیونکہ مومن کا ایمان ان ستر شعبوں میں سے ہر شعبہ پر یقین تھا اس لئے اجر میں خدا تعالیٰ نے اس کی قبر کو
بھی ستر گز چوڑا کر دیا ہو گویا کہ ہر گز کی وسعت ہر ایک شعبہ ایمان پر ایمان کی وجہ سے ہے ۱۲ انظر شاہ کشمیری۔

کہتے ہیں کہ دولہن کی سی بے فکری کی نیند سو جا جسے اس کے اہل میں سے وہی جگاتا ہے جو اسے سب سے زیادہ پیارا ہو۔ یہاں تک کہ خدا خود اسے اس خواب گاہ سے جگائے۔ منافق جواب میں کہتا ہے کہ لوگ جو کچھ کہتے تھے میں بھی کہتا رہا لیکن جانتا کچھ نہیں وہ کہتے ہیں کہ ہم تو جانتے ہی تھے کہ تیرا یہ جواب ہوگا۔ اسی وقت زمین کو حکم دیا جاتا ہے کہ سمٹ جا۔ وہ سمٹتی ہے یہاں تک کہ اس کی پسلیاں اِدھر اُدھر گھس جاتی ہیں۔ پھر اسے عذاب ہوتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ قیامت قائم کرے اور اسے اس کی قبر سے اٹھائے۔ اور حدیث میں ہے کہ مومن کے جواب پر کہا جاتا ہے کہ اسی پر تو جیا اور اسی پر تیری موت ہے اور اسی پر تو اٹھایا جائے۔ ابن جریر میں فرمان رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ میت تمہاری جوتیوں کی آہٹ سنتی ہے جبکہ تم اسے دفنا کر واپس لوٹتے ہو اگر وہ ایمان پر مرا ہے تو نماز اس کے سرہانے ہوتی ہے۔ زکوٰۃ دائیں جانب ہوتی ہے روزہ بائیں طرف ہوتا ہے۔ نیکیاں مثلاً صدقہ خیرات صلہ رحمی۔ بھلائی لوگوں سے احسان وغیرہ اس کے پیروں کی طرف ہوتے ہیں۔ جب اس کے سر کی طرف سے کوئی آتا ہے۔ تو نماز کہتی ہے یہاں سے جانے کی جگہ نہیں۔ دائیں طرف سے زکوٰۃ روکتی ہے بائیں طرف سے روزہ۔ پیروں کی طرف سے اور نیکیاں۔ پس اس سے کہا جاتا ہے۔ بیٹھ جاؤ۔ وہ بیٹھ جاتا ہے۔ اور اسے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا سورج ڈوبنے کے قریب ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ دیکھو جو ہم پوچھیں اس کا جواب دو۔ وہ کہتا ہے تم ٹھہر و پہلے میں نماز ادا کر لوں۔ وہ کہتے ہیں وہ تو تو کرے گا ہی۔ ابھی تو ہمیں ہمارے سوالوں کا جواب دے۔ وہ کہتا ہے اچھا تم کیا پوچھتے ہو؟ وہ کہتے ہیں اس شخص کے بارہ میں تو کیا کہتا ہے۔ اور کیا شہادت دیتا ہے۔ وہ پوچھتا ہے کیا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں؟ جواب ملتا ہے کہ ہاں آپ ہی کے بارہ میں۔ یہ کہتا ہے کہ میری گواہی ہے کہ آپ رسول اللہ ہیں۔ آپ خدا کے پاس سے ہمارے پاس دلیلیں لے کر آئے ہم نے آپ کو سچا مانا۔ پھر اس سے کہا جاتا ہے کہ تو اسی پر زندہ رکھا گیا اور اسی پر مرا۔ اور انشاء اللہ اسی پر دوبارہ اٹھایا جائے گا۔ پھر اس کی قبر ستر ہاتھ پھیلا دی جاتی ہے نورانی کر دی جاتی ہے۔ اور جنت کی طرف ایک دروازہ کھول دیا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے۔ دیکھ یہ ہے تیرا اصلی ٹھکانا۔ اب تو اسے خوشی اور راحت ہی راحت ہوتی ہے۔ پھر اس کی روح پاک روحوں میں سبز پرندوں کے قالب میں۔ جنتی درختوں میں رہتی ہے۔ اور اس کا جسم جس سے اس کی ابتدا کی گئی تھی۔ اسی کی طرف لوٹا دیا جاتا ہے۔ یعنی مٹی کی طرف یہی اس آیت کا مطلب ہے۔ اور روایت میں ہے کہ موت کے وقت کی راحت و نور کو دیکھ کر مومن اپنے روح کے نکل جانے کی تمنا کرتا ہے اور خدا کو بھی اس کی ملاقات محبوب ہوتی ہے۔ جب اس کی روح آسمان پر چڑھتی ہے تو اس کے پاس مومنوں کی روحیں آتی ہیں اور اپنی جان پہچان کے لوگوں کی بابت اس سے سوالات کرتی ہیں۔ اگر یہ کہتا ہے کہ فلاں تو زندہ ہے تو خیر اور اگر یہ کہتا ہے کہ فلاں تو مر چکا ہے۔ تو یہ ناراض ہو کر کہتے ہیں۔ یہاں نہیں لایا گیا[عه]۔ مومن کو اس کی قبر میں بٹھایا جاتا ہے پھر اس سے پوچھا جاتا ہے کہ تیرا رب کون ہے؟ وہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے۔ پوچھا جاتا ہے۔ تیرا نبی کون ہے؟ یہ کہتا ہے۔ میرے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ فرشتہ کہتا ہے کہ تیرا دین کیا ہے؟ یہ جواب دیتا ہے۔ میرا دین اسلام ہے۔ اسی میں ہے کہ خدا کے دشمن کو جب موت آنے لگتی ہے۔ اور یہ خدا کی ناراضگی کے اسباب دیکھ لیتا ہے۔ تو نہیں چاہتا ہے کہ اس کی روح نکلے۔ اللہ بھی اس کی ملاقات سے ناخوش ہوتا ہے۔ اس میں ہے کہ اس سے سوال جواب اور مار پیٹ کے بعد کہا جاتا ہے ایسا سو جیسے سانپ کٹا ہوا[سه]۔ اور روایت میں ہے۔ کہ جب یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی گواہی دیتا ہے تو فرشتہ کہتا ہے کہ تجھے کیسے معلوم ہو گیا کیا تو نے آپ کے زمانہ کو پایا ہے؟ اسی میں ہے۔ کافر کی قبر میں ایسا بہرا فرشتہ عذاب کرنے والا ہوتا ہے جو نہ کبھی سنے نہ رحم کرے[مه]۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔ موت کے وقت مومن کے پاس فرشتے آکر سلام کرتے ہیں جنت کی بشارت دیتے ہیں اس کے جنازے کے ساتھ چلتے ہیں۔ لوگوں کے ساتھ اس کے جنازہ کی نماز میں شرکت کرتے ہیں۔ اس میں ہے کہ کافروں کے پاس فرشتے آتے ہیں ان کے چہروں پر ان کی کمر پر مارتے ہیں اسے اس کی قبر میں جواب بھلا دیا جاتا ہے۔ اسی طرح ظالموں کو خدا گمراہ کر دیتا ہے۔ حضرت ابو قتادہ انصاری سے بھی ایسا ہی قول مروی

عه ظاہر ہے کہ وہ بد قسمت جہنمی ہوگا اس لئے ارواح مومنین سے اس کی ملاقات نہ ہوگی ۱۲ سه کہ اس کے ٹکڑے تڑپتے رہتے ہیں اور کٹ جانے کے بعد اس کا زہر دوسروں کو نقصان پہنچاتا ہے ۱۲ مه دیکھنے سے زیادہ مجرم کی آہیں متاثر کرتی ہیں ۱۲ انظر شاہ کشمیری ﷺ

ہے۔ اس میں ہے کہ مؤمن کہتا ہے کہ میرے نبی حضرت محمد بن عبداللہ ہیں۔ کئی دفعہ اس سے سوال کرتے ہیں۔ اور یہ یہی جواب دیتا ہے
اسے جہنم کا ٹھکانا دکھا کر کہا جاتا ہے کہ اگر ٹیڑھا چلتا تو تیری یہ جگہ تھی۔ اور جنت کا ٹھکانا دکھا کر کہا جاتا ہے کہ توبہ کی وجہ سے تیرا یہ ٹھکانا
ہے۔ حضرت طاؤس فرماتے ہیں۔ دنیا میں ثابت قدمی کلمہ توحید پر استقامت ہے۔ اور آخرت میں ثابت قدمی منکر نکیر کے جواب کو ہے
قتادہؒ فرماتے ہیں۔ خیر اور عمل صالح کے ساتھ دنیا میں رکھے جاتے ہیں۔ اور قبر میں بھی۔ ابو عبداللہ حکیم ترمذی اپنی کتاب نوادر الاصول
میں بیان کرتے ہیں کہ صحابہ کی جماعت کے پاس آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کی مسجد میں فرمایا کہ گذشتہ رات میں نے عجیب باتیں دیکھیں
دیکھا کہ میرے ایک امتی کو عذاب قبر نے گھیر رکھا ہے۔ آخر اس کے وضو نے آ کر اسے چھڑا لیا۔ اپنے ایک امتی کو دیکھا کہ شیطان اسے وحشی
بنائے ہوئے ہیں۔ لیکن ذکر اللہ نے آ کر اسے خلاصی دلوائی۔ ایک امتی کو دیکھا کہ عذاب کے فرشتوں نے اسے گھیر رکھا ہے۔ اس کی نماز نے آ کر اسے
بچا لیا۔ ایک امتی کو دیکھا کہ پیاس کی وجہ سے ہلاک ہو رہا ہے۔ جب حوض پر جاتا ہے دھکے لگتے ہیں۔ اس کا روزہ آیا اور اس نے اسے
پانی پلا دیا۔ اور آسودہ کر دیا۔ آپ نے ایک اور امتی کو دیکھا کہ انبیاء حلقے باندھ باندھ کر بیٹھے ہیں۔ یہ جس حلقہ میں جانا چاہتا ہے وہاں والے اسے
اٹھا دیتے ہیں۔ اسی وقت اس کی جنابت کا غسل آیا۔ اور اس کا ہاتھ پکڑ کر میرے پاس بٹھا دیا۔ ایک امتی کو دیکھا کہ چاروں طرف سے اسے اندھیرا
گھیرے ہوئے ہے۔ اور اوپر نیچے سے بھی وہ اسی میں گھرا ہوا ہے۔ جو اس کا حج اور عمرہ آیا اور اسے اس اندھیرے میں سے نکال کر نور میں پہنچا دیا۔
ایک امتی کو دیکھا کہ وہ مومنوں سے کلام کرنا چاہتا ہے۔ لیکن وہ اس سے بولتے نہیں۔ اسی وقت صلہ رحمی آئی اور اعلان کیا کہ اس سے بات چیت
کرو۔ چنانچہ وہ بولنے لگے۔ ایک امتی کو دیکھا کہ وہ اپنے منہ پر سے آگ کے شعلے ہٹانے کو ہاتھ بڑھا رہا ہے۔ اتنے میں اس کی خیرات آئی اور اس کے
منہ پر پردہ اور اوٹ ہو گئی۔ اور اس کے سر پر سایہ بن گئی۔ اپنے ایک امتی کو دیکھا کہ عذاب کے فرشتوں نے اسے ہر طرف سے قید کر لیا ہے۔ لیکن
اس کا نیکی کا حکم اور برائی سے منع کرنا آیا۔ اور ان کے ہاتھوں سے چھڑا کر رحمت کے فرشتوں سے ملا دیا۔ اپنے ایک امتی کو دیکھا کہ گھٹنوں کے
بل گرا ہوا ہے۔ اور خدا میں اور اس میں حجاب ہے۔ اس کے اچھے اخلاق آئے۔ اور اس کا ہاتھ پکڑ کر اللہ کے پاس پہنچا آئے۔ اپنے ایک
امتی کو دیکھا کہ اس کا نامہ اعمال اس کی بائیں طرف سے آ رہا ہے۔ لیکن اس کے خوف خدا نے آ کر اسے اس کے سامنے کر دیا۔ اپنے ایک
امتی کو میں نے جہنم کے کنارہ کھڑا دیکھا۔ اسی وقت اس کا خوف سے کپکپانا آیا اور اسے جہنم سے بچا لے گیا۔ میں نے اپنے ایک امتی کو دیکھا کہ
اسے اوندھا کر دیا گیا ہے کہ جہنم میں ڈال دیں لیکن اسی وقت خوف خدا سے اس کا رونا آیا۔ اور ان آنسوؤں نے اسے بچا لیا۔ میں نے ایک امتی
کو دیکھا کہ پل صراط پر لغزشیں کھا رہا ہے کہ اس کا مجھ پر درود پڑھنا آیا۔ اور ہاتھ تھام کر سیدھا کر دیا۔ اور وہ پار اتر گیا۔ ایک کو دیکھا کہ جنت کے
دروازے پر پہنچا۔ لیکن دروازہ بند ہو گیا اسی وقت لا الٰہ الا اللہ کی شہادت پہنچی۔ دروازے کھلوا دیئے۔ اور اسے جنت میں پہنچا دیا۔
قرطبیؒ اس حدیث کو بیان کر کے فرماتے ہیں۔ یہ حدیث بہت بڑی ہے اس میں ان مخصوص اعمال کا ذکر ہے۔ جو مخصوص مصیبتوں سے
نجات دلوانے والے ہیں۔ (تذکرہ) اسی بارہ میں حافظ ابو یعلیٰ موصلیؒ نے بھی ایک غریب مطول حدیث روایت کی ہے۔ جس میں ہے کہ اللہ
تبارک وتعالیٰ ملک الموت سے فرماتا ہے۔ تو میرے دوست کے پاس جا۔ میں نے اسے آسانی سختی ہر طرح سے آزما لیا۔ ہر ایک حالت میں اسے اپنی
خوشی میں خوش پایا۔ تو جا اور اسے میرے پاس لے آ۔ کہ میں اسے ہر طرح کا آرام و عیش دوں۔ ملک الموت علیہ السلام اپنے ساتھ پانچسو
فرشتوں کو لے کر چلتے ہیں۔ ان کے پاس جنتی کفن وہاں کی خوشبو اور ریحان کے خوشے ہوتے ہیں۔ جس کے سرے پر بیس رنگ ہوتے
ہیں۔ ہر رنگ کی خوشبو الگ الگ ہوتی ہے۔ سفید ریشمی کپڑے میں اعلیٰ مشک بہ تکلف بسی ہوئی ہے۔ یہ سب آتے ہیں۔ ملک الموت
تو اس کے سرہانے بیٹھ جاتے ہیں۔ اور فرشتے اس کے چاروں طرف بیٹھ جاتے ہیں۔ ہر ایک کے ساتھ جو کچھ ہے۔ وہ اس کے اعضاء
پہ رکھ دیا جاتا ہے۔ اور سفید ریشم اور مشک اس کی ٹھوڑی کے نیچے رکھ دیا جاتا ہے۔ اس کے لئے جنت کے دروازے کھول دیئے

نہایت لطیف امر بالمعروف اور نہی عن المنکر جس کا حاصل دوسروں کو نیک کاموں کے کرنے کا حکم اور برائی باتوں سے روکنے کا امر ہوتا ہے۔ ظاہر ہے کہ مسلم دینے
والا خود پہلے نیک ہو تاکہ دوسروں کو نصیحت اور خود برائی میں ابتلا ایک ایسی بے حیائی ہے جس کو ضمیر گوارا نہیں کرتا۔ (افتخار شاہ کشمیری)

جاتے ہیں۔ اور اس کی روح کبھی جنتی پھولوں سے، کبھی جنتی لباسوں سے کبھی جنتی پھلوں سے اس طرح بہلائی جاتی ہے جیسے روتے ہوئے بچے کو لوگ بہلاتے ہیں۔ اس وقت اس کی حوریں ہنس ہنس کر اس کی تمنا کرتی ہیں۔ روح ان مناظر کو دیکھ کر بہت جلد جسمانی قید سے نکل جانے کا قصد کرتی ہے۔ ملک الموت فرماتے ہیں۔ ہاں اے پاک روح بغیر کانٹے کی بیریوں کی طرف اور لدے ہوئے کیلوں کی طرف اور لمبی لمبی چھاؤں کی طرف اور پانی کے جھرنوں کی طرف چل۔ واللہ ماں جس قدر بچہ پر مہربان ہوتی ہے اس سے بھی زیادہ ملک الموت اس پر شفقت و رحمت کرتا ہے۔ اس لئے کہ اسے علم ہے کہ یہ محبوب خدا ہے۔ اگر اسے ذرا سی بھی تکلیف پہنچی تو میرے رب کی ناراضگی مجھ پر ہوگی پس اس طرح اس روح کو اس جسم سے الگ کر لیتا ہے جیسے گندھے ہوئے آٹے میں سے بال۔ انہیں کے بارہ میں فرمان خدا ہے کہ ان کی روح کو طیب فرشتے فوت کرتے ہیں اور جگہ فرمان ہے کہ اگر وہ مقربین میں سے ہے تو اس کے لئے آرام و آسائش ہے یعنی موت آرام کی اور آسائش کی ملنے والی۔ اور دنیا کے بدلہ کی جنت۔ ملک الموت کی روح کو قبض کرتے ہی روح جسم سے کہتی ہے کہ اللہ تعالیٰ عزوجل تجھے جزائے خیر دے تو خدا کی اطاعت کی طرف جلدی کرنے والا اور خدا کی معصیت سے دیر کرنے والا تھا تو نے خود ہی نجات پائی۔ اور مجھے بھی نجات دلوائی۔ جسم بھی روح کو ایسا ہی جواب دیتا ہے۔ زمین کے وہ تمام حصے جن پر یہ عبادت خدا کرتا تھا اس کے مرنے سے چالیس دن تک روتے ہیں۔ اسی طرح آسمان کے وہ کل دروازے جن سے اس کے نیک اعمال چڑھتے تھے۔ اور جن سے اس کی روزی اترتی تھی۔ اس پر روتے ہیں۔ اسی وقت وہ پانچسو فرشتے اس جسم کے ارد گرد کھڑے ہو جاتے ہیں اور اس کے نہلانے میں شامل رہتے ہیں۔ انسان اس کی کروٹ بدلے۔ اس سے پہلے خود فرشتے بدل دیتے ہیں اور اسے نہلا کر انسانی کفن سے پہلے اپنا ساتھ لایا ہوا کفن پہنا دیتے ہیں۔ ان کی خوشبو سے پہلے اپنی خوشبو لگا دیتے ہیں۔ اور اس کے گھر کے دروازے سے لے کر اس کی قبر تک دو رُخ صفیں باندھ کر کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اور اس کے لئے استغفار کرنے لگتے ہیں۔ اس وقت شیطان اس زور سے رنج کے ساتھ چیختا ہے کہ اس کے جسم کی ہڈیاں ٹوٹ جائیں۔ اور کہتا ہے میرے لشکریو! تم برباد ہو جاؤ۔ ہائے یہ تمہارے ہاتھوں سے کیسے بچ گیا؟ وہ جواب دیتے ہیں کہ یہ تو معصوم تھا۔ جب اس کی روح کو لے کر ملک الموت چڑھتے ہیں۔ تو حضرت جبرئیل علیہ السلام ستر ہزار فرشتوں کو لے کر اس کا استقبال کرتے ہیں۔ ہر ایک اسے الگ الگ بشارت خداوندی سناتا ہے۔ یہاں تک کہ اس کی روح عرش خدا کے پاس پہنچتی ہے۔ وہاں جاتے ہی سجدہ میں گر پڑتی ہے۔ اسی وقت جناب باری کا ارشاد ہوتا ہے کہ میرے بندہ کی روح کو بغیر کانٹوں کی بیریوں میں اور تہ بہ تہ کیلوں کے درختوں میں اور لمبے لمبے سایوں میں اور بہتے پانیوں میں جگہ دو۔ پھر جب اسے قبر میں رکھا جاتا ہے تو دائیں طرف نماز کھڑی ہو جاتی ہے۔ بائیں جانب روزہ کھڑا ہو جاتا ہے۔ سر کی طرف قرآن آ جاتا ہے۔ نمازوں کو چل کر جانا پیروں کی طرف ہوتا ہے ایک کنارے صبر کھڑا ہو جاتا ہے۔ عذاب کی ایک گردن لپکتی آتی ہے لیکن دائیں جانب سے نماز اسے روک دیتی ہے کہ یہ ہمیشہ چوکنا رہا۔ اب اس قبر میں آ کر ذرا راحت پائی۔ وہ بائیں طرف سے آتی ہے۔ یہاں سے روزہ یہی کہہ کر اسے آنے نہیں دیتا۔ سرہانے آتی ہے۔ یہاں سے قرآن اور ذکر یہی کہہ کر آڑے آتے ہیں۔ وہ پائینتیوں سے آتی ہے۔ یہاں سے اس کا نمازوں کے لئے چل کر جانا اسے روک دیتا ہے۔ غرض جس طرف سے خدا کے محبوب کے لئے روک ہو جاتی ہے۔ اور عذاب کو کہیں سے راہ نہیں ملتی وہ واپس چلا جاتا ہے۔ اس وقت صبر کہتا ہے کہ میں دیکھ رہا تھا کہ اگر تم سے ہی یہ عذاب دفع ہو جائے تو مجھے بولنے کی کیا ضرورت؟ ورنہ میں بھی اس کی حمایت کرتا۔ اب میں پل صراط پر اور میزان کے وقت اس کے کام آؤں گا۔ اب دو فرشتے بھیجے جاتے ہیں۔ ایک کو نکیر کہا جاتا ہے دوسرے کو منکر۔ یہ اچانک لے جانے والی بجلی جیسے ہوتے ہیں۔ ان کے دانت سینگ جیسے ہوتے ہیں۔ ان کے سانس سے شعلے نکلتے ہیں۔ ان کے بال پیروں تک لٹکے ہوتے ہیں۔ ان کے دو کندھوں کے درمیان اتنی اتنی مسافت ہوتی ہے ان کے دل نرمی اور رحمت سے بالکل خالی ہوتے ہیں۔ ان میں سے ہر ایک کے ہاتھ میں ہتھوڑے ہوتے ہیں کہ اگر قبیلہ ربیعہ اور قبیلہ مضر[۱] جمع ہو کر اسے اٹھانا چاہیں تو ناممکن ہے۔ وہ آتے ہی اسے کہتے ہیں۔ اٹھ بیٹھ۔ یہ اٹھ کر سیدھی طرح بیٹھ جاتا ہے۔ اس کا

؎ قبیلہ ربیعہ اور مضر عرب کے دو بڑے اور بہادر قبیلے تھے۔ آپ نے محض اپنے مخاطبین کی سہولت کے لئے ان کے جانے پہچانے قبیلوں کا ذکر کر دیا ورنہ ان دو قبیلوں کی کوئی تخصیص نہیں ہے۔ ۱۲ انظر شاہ کشمیری۔

کفن اس کے پہلو پر آجاتا ہے وہ اس سے پوچھتے ہیں۔ تیرا رب کون ہے؟ تیرا دین کیا ہے؟ تیرا نبی کون ہے؟ صحابہ رضی سے نہ رہا گیا۔ انھوں نے کہا۔ یا رسول اللہ ایسے مہیب فرشتوں کو کون جواب دے سکے گا؟ آپ نے اسی آیت یُثَبِّتُ اللّٰہُ الخ کی تلاوت فرمائی۔ اور فرمایا وہ بے جھجک جواب دیتا ہے کہ میرا رب اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ ہے۔ اور میرا دین اسلام ہے۔ جو فرشتوں کا بھی دین ہے۔ اور میرے نبی محمد ہیں۔ جو خاتم النبیین تھے (صلی اللہ علیہ وسلم) وہ کہتے ہیں۔ آپ نے صحیح جواب دیا۔ اب تو وہ اس کے لئے اس کی قبر کو اس کے آگے سے، اس کے دائیں سے، اس کے بائیں سے اس کے پیچھے سے، اس کے سر کی طرف سے، اس کے پاؤں کی طرف سے چالیس چالیس ہاتھ کشادہ کر دیتے ہیں وہ دو سو ہاتھ کی وسعت کر دیتے ہیں۔ اور چالیس ہاتھ کا احاطہ کر دیتے ہیں۔ اور اس سے فرماتے ہیں اپنے اوپر نظریں اُٹھا۔ یہ دیکھتا ہے کہ جنت کا دروازہ کھلا ہوا ہے وہ کہتے ہیں اے خدا کے دوست چونکہ تو نے خدا کی بات مان لی ہے تیری منزل یہ ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ اس خدا کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد کی جان ہے۔ اس وقت جو سرور و راحت اس کے دل میں ہوتی ہے۔ وہ لازوال ہوتی ہے پھر اس سے کہا جاتا ہے اب اپنے نیچے کی طرف دیکھ۔ یہ دیکھتا ہے کہ جہنم کا دروازہ کھلا ہوا ہے۔ فرشتے کہتے ہیں دیکھ اس سے خدا نے تجھے ہمیشہ کے لئے نجات بخشی۔ پھر تو اس کا دل اتنا خوش ہوتا ہے کہ یہ خوشی ابدالآباد تک ہٹتی نہیں۔ حضرت عائشہ رضہ فرماتی ہیں کہ اس کے لیے ستتر دروازے جنت کے کھل جاتے ہیں۔ جہاں سے باد صبا کی لپٹیں خوشبو اور ٹھنڈک کے ساتھ آتی رہتی ہیں۔ یہاں تک کہ اسے اللہ عزوجل اس کی اس خواب گاہ سے قیامت کے قائم ہو جانے پر اٹھائے۔ اسی اسناد سے مروی ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندہ کے لئے ملک الموت سے فرماتا ہے جا اور اس میرے دشمن کو لے آ۔ اسے میں نے روزی میں برکت دے رکھی تھی۔ اپنی نعمتیں عطا فرما رکھی تھیں۔ لیکن پھر بھی یہ میری نافرمانیوں سے نہ بچا اسے لے آ تاکہ میں اس سے انتقام لوں۔ اور اسی وقت حضرت ملک الموت علیہ السلام اس کے سامنے نہایت بڑی ڈراونی صورت میں آتے ہیں۔ ایسی کہ کسی نے اتنی بھیانک اور گھناؤنی صورت نہ دیکھی ہو۔ بارہ آنکھیں ہوتی ہیں جہنم کا خاردار لباس ساتھ ہوتا ہے۔ پانچسو فرشتے جو جہنمی آگ کے انگارے اور آگ کے کوڑے اپنے ساتھ لئے ہوئے ہوتے ہیں۔ ان کے ساتھ ہوتے ہیں۔ ملک الموت وہ خاردار کھال جو جہنم کی آگ کی ہے اس کے جسم پر مارتے ہیں، روئیں روئیں میں آگ کے کانٹے گھس جاتے ہیں۔ پھر اس طرح گھماتے ہیں کہ اس کا جوڑ جوڑ ڈھیلا پڑ جاتا ہے۔ پھر اس کی روح اس کے پاؤں کے انگوٹھوں سے کھینچتے ہیں اور اس کے گھٹنوں پر ڈال دیتے ہیں۔ اس وقت خدا کا دشمن بیہوش ہو جاتا ہے۔ پس ملک الموت اسے اٹھا لیتے ہیں۔ فرشتے اپنے جہنمی کوڑے اس کے چہرہ پر اور پیٹھ پر مارتے ہیں۔ پھر ملک الموت اسے دبوچتے ہیں۔ اور اس کی روح اس کی ایڑیوں کی طرف سے کھینچتے ہیں۔ اور اس کے گھٹنوں پر ڈال دیتے ہیں۔ پھر اس کے تہ بند باندھنے کی جگہ پر ڈال دیتے ہیں۔ یہ دشمن خدا اس وقت پھر بے تاب ہو جاتا ہے۔ فرشتہ موت پھر اس بیہوشی کو اٹھا لیتا ہے اور فرشتے پھر اس چہرہ پر اور کمر پر کوڑے برسانے لگتے ہیں۔ آخر یہاں تک کہ روح سینے پر چڑھ آتی ہے، پھر حلق پر آ پہنچتی ہے۔ پھر فرشتے اس جہنمی تانبے اور جہنمی انگاروں کو اس کی ٹھوڑی کے نیچے رکھ دیتے ہیں۔ اور ملک الموت علیہ السلام فرماتے ہیں۔ اے لعین وملعون روح چل سموم میں۔ اور کھولتے پانی میں اور کالے سیاہ دھوئیں کے غبار میں جس میں نہ تو خنکی ہے، نہ اچھی جگہ۔ جب یہ روح قبض ہو جاتی ہے تو اپنی جسم سے کہتی ہے کہ اللہ تجھے سمجھے تو مجھے خدا کی نافرمانیوں کی طرف بھگائے لئے جا رہا تھا۔ خود بھی ہلاک ہوا اور مجھے بھی برباد کیا۔ جسم بھی روح سے یہی کہتا ہے۔ زمین کے وہ تمام حصے جہاں یہ خدا کی معصیت کرتا تھا۔ اس پر لعنت کرنے لگتے ہیں۔ شیطانی لشکر دوڑتا ہوا شیطان کے پاس پہنچتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ ہم نے آج ایک کو جہنم میں پہنچا دیا۔ اس کی قبر اس قدر تنگ ہو جاتی ہے کہ اس کی دائیں پسلیاں بائیں میں اور بائیں دائیں میں گھس جاتی ہیں۔ کالے ناگ بختی اونٹوں کے برابر اس کی قبر میں بھیجے جاتے ہیں۔ جو اس کے کانوں اور اس کے پاؤں

ف خوب یاد رکھنا چاہیے کہ قبر سے مراد وہ گڑھا نہیں جس میں ہم مُردہ کو دفن کر دیتے ہیں بلکہ قبر سے مراد "عالم برزخ" ہے عالم برزخ یعنی اس دنیا اور آخرت کی درمیانی منزل۔ اور یہ عالم برزخ اس دنیا سے بھی زیادہ وسیع ہے قبر تو صرف اس برزخی عالم کا دروازہ ہے۔ لہٰذا یہ وسوسہ کہ اتنی سی قبر میں اتنے بڑے بڑے سانپ کس طرح آتے ہیں۔ منکر اور نکیر کس طرح پہنچ جاتے ہیں۔ عذاب کہاں ہو رہا ہے ہم کو مردہ کے شور و غل کی آوازیں کیوں سنائی نہیں دیتیں۔ یہ سب سوالات اور الجھن اسی وجہ سے ہیں کہ آپ نے قبر کا محدود گڑھا سامنے رکھا ہے لیکن اگر آپ اسکو وسیع عالم تصور کر لیں جیسا کہ اسکی حقیقت یہی ہے تو پھر یہ الجھنیں پیدا نہ ہوں گی ۱۲ انظر ۔۔

کے انگوٹھوں سے اسے ڈسنا شروع کرتے ہیں اور اوپر چڑھتے آتے ہیں یہاں تک کہ وسط جسم میں مل جاتے ہیں۔ دو فرشتے بھیجے جاتے ہیں۔ جن کی آنکھیں تیز بجلی جیسی، جن کی آواز گرج جیسی، جن کے دانت درندے جیسے، جن کے سانس آگ کے شعلے کی مانند، جن کے بال پیروں کے نیچے تک، جن کے دو مونڈھوں کے درمیان اتنی اتنی مسافت ہے، جن کے دل میں رحمت و رحم کا نام و نشان بھی نہیں، جن کا نام ہی منکر نکیر ہے، جن کے ہاتھ میں لوہے کے اتنے بڑے ہتھوڑے ہیں کہ انھیں ربیعہ اور مضر مل کر بھی نہیں اٹھا سکتے وہ اسے کہتے ہیں اٹھ بیٹھ یہ سیدھا بیٹھ جاتا ہے اور تہمد باندھنے کی جگہ اس کا کفن آپڑتا ہے۔ وہ اس سے پوچھتے ہیں۔ تیرا رب کون ہے؟ تیرا دین کیا ہے؟ تیرا نبی کون ہے؟ یہ کہتا ہے مجھے تو کچھ خبر نہیں۔ وہ کہتے ہیں ہاں نہ تو نے معلوم کیا نہ تو نے پڑھا؟ پھر اس زور سے اسے ہتھوڑا مارتے ہیں کہ اس کے شرارے اس کی قبر کو پُر کر دیتے ہیں۔ پھر لوٹ کر اس سے کہتے ہیں اپنے اوپر کو دیکھ۔ یہ ایک کھلا ہوا دروازہ دیکھتا ہے۔ وہ کہتے ہیں واللہ اگر تو خدا کا فرمانبردار رہتا تو تیری یہ جگہ تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اب تو اسے وہ حسرت ہوتی ہے جو کبھی اس کے دل سے جدا نہیں ہوگی۔ پھر وہ کہتے ہیں۔ اب اپنے نیچے دیکھ۔ وہ دیکھتا ہے کہ ایک دروازہ جہنم کا کھلا ہوا ہے۔ فرشتے کہتے ہیں۔ اے دشمن خدا چونکہ تو نے اللہ کی مرضی کے خلاف کام کئے ہیں۔ اب تیری جگہ یہ ہے۔ واللہ اس وقت اس کا دل رنج و افسوس سے بیٹھ جاتا ہے۔ جو صدمہ وہ کبھی بھولے گا نہیں۔ اس کے لئے ستتر دروازے جہنم کے کھل جاتے ہیں۔ یہاں سے گرم ہوا و بھاپ اسے ہمیشہ ہی آیا کرتی ہے۔ یہاں تک کہ اسے اللہ تعالیٰ اُٹھا بٹھائے[عـہ]۔ یہ حدیث بہت غریب ہے اور یہ سیاق بھی بہت عجیب ہے۔ اور اس کا راوی یزید رقاشی جو حضرت انس رضہ کے نیچے کا راوی ہے۔ اس کی غرائب و منکرات بہت ہیں اور ائمہ کے نزدیک وہ ضعیف الروایت ہے۔ واللہ اعلم۔

ابوداؤد میں ہے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی شخص کے دفن سے فارغ ہوتے۔ تو وہاں ٹھیر جاتے اور فرماتے۔ اپنے بھائی کے لئے استغفار کرو اور اس کے لئے ثابت قدمی طلب کرو۔ اس وقت اس سے سوال ہو رہا ہے حافظ ابن مردویہ نے فرمان باری وَلَوْ تَرٰٓى اِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِیْ غَمَرٰتِ الْمَوْتِ الخ کی تفسیر میں ایک بہت لمبی حدیث بیان کی ہے۔ وہ بھی غرائب سے پُر ہے۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِیْنَ بَدَّلُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ كُفْرًا وَّ اَحَلُّوْا قَوْمَهُمْ دَارَ

کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنھوں نے بجائے نعمت الٰہی کے کفر کیا اور جنھوں نے اپنی قوم کو ہلاکت کے گھر

الْبَوَارِ ﴿١﴾ جَهَنَّمَ یَصْلَوْنَهَا وَ بِئْسَ الْقَرَارُ ﴿٢﴾ وَ جَعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا

یعنی جہنم میں پہنچایا وہ اس میں داخل ہوں گے اور وہ رہنے کی بری جگہ ہے۔ اور ان لوگوں نے اللہ کے ساجھی قرار دیئے

لِّیُضِلُّوْا عَنْ سَبِیْلِهٖ قُلْ تَمَتَّعُوْا فَاِنَّ مَصِیْرَكُمْ اِلَى النَّارِ ﴿٣﴾

تاکہ (دوسروں کو بھی) اس کے دین سے گمراہ کریں۔ آپ کہہ دیجئے کہ چندے عیش کرلو کیونکہ اخیر انجام تمہارا دوزخ میں جانا ہے۔

ایک برا ٹھکانا

صحیح بخاری میں ہے اَلَمْ تَرَ معنی میں اَلَمْ تَعْلَمْ کے ہے یعنی کیا تو نہیں جانتا۔ اَلْبَوَارِ کے معنی ہلاکت کے ہیں۔ بَارَ یَبُوْرُ بَوْرًا سے۔ قَوْمًا بُوْرًا کے معنی هَالِكِیْنَ کے ہیں۔ مراد ان لوگوں سے بقول ابن عباس رضہ کفار اہل مکہ ہیں۔ اور دوسرا قول یہ ہے کہ مراد اس سے جبلہ بن ایہم اور اس کی اطاعت کرنے والے وہ عرب ہیں جو رومیوں سے مل گئے تھے۔ لیکن مشہور اور صحیح قول ابن عباس رضہ کا اول ہی ہے۔ گو الفاظ اپنے عموم کے اعتبار سے تمام کفار کو شامل ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام عالم کے لئے رحمت بنا کر اور کل لوگوں کے لئے نعمت بنا کر بھیجا ہے۔ جس نے اس رحمت و نعمت کی قدر دانی کی وہ جنتی ہے اور جس نے ناقدری کی وہ جہنمی ہے۔ حضرت علی رضہ سے بھی ایک قول حضرت ابن عباس کے

عـہ یعنی قیامت میں ١٢ انظر شاہ

پہلے قول کی موافقت میں منقول ہے۔ ابن کوا کے جواب میں آپ نے یہی فرمایا تھا کہ یہ بدر کے دن کفار قریش ہیں۔ اور روایت میں ہے کہ ایک شخص کے سوال پر آپ نے فرمایا۔ مراد اس سے منافقین قریش ہیں۔ اور روایت میں ہے کہ حضرت علیؓ نے ایک مرتبہ فرمایا کہ کیا مجھ سے قرآن کی بابت کوئی کچھ بات دریافت نہیں کرتا؟ واللہ میرے علم میں اگر کوئی آج مجھ سے زیادہ قرآن کا عالم ہوتا تو گو سمندر پار ہو لیکن میں ضرور اس کے پاس پہنچتا۔ یہ سُن کر عبداللہ بن کوا کھڑا ہو گیا۔ اور کہا یہ کون لوگ ہیں جن کے بارے میں فرمانِ خدا ہے کہ انھوں نے خدا کی نعمت کو کفر سے بدلا اور اپنی قوم کو ہلاکت کے گڑھے میں ڈال دیا۔ آپ نے فرمایا یہ مشرکین قریش ہیں۔ ان کے پاس اللہ کی نعمتِ ایمان پہنچی۔ لیکن اس نعمت کو انھوں نے کفر سے بدل دیا۔ اور روایت میں آپ سے منقول ہے کہ اس سے مراد قریش کے دو فاجر ہیں۔ بنو امیہ اور بنو مغیرہ۔ بنو مغیرہ نے اپنی قوم کو بدر میں لا کھڑا کیا۔ اور انھیں ہلاکت میں ڈالا۔ اور بنو امیہ نے اُحد والے دن اپنے لوگوں کو غارت کیا۔ بدر میں ابو جہل تھا۔ اور اُحد میں ابو سفیان۔ اور ہلاکت کے گھر سے مراد جہنم ہے۔ اور روایت میں ہے کہ بنو مغیرہ تو بدر میں ہلاک ہوئے اور بنو امیہ کو کچھ دنوں کا فائدہ مل گیا۔ حضرت عمرؓ سے بھی اس آیت کی تفسیر میں یہی منقول ہے۔ ابن عباسؓ نے جب آپ سے سوال کیا تو آپ نے فرمایا یہ دونوں قریش کے بدکار ہیں میرے ماموں اور تیرے چچا میری ننھیال والے تو بدر کے دن نابود ہو گئے۔ اور تیرے چچا والوں کو خدا نے مہلت دے رکھی ہے۔ یہ جہنم میں جائیں گے جو بُری جگہ ہے۔

انھوں نے خود شرک کیا، دوسروں کو شرک کی طرف بلایا۔ اے نبی تم ان سے کہدو کہ دنیا میں کچھ کھا پی لو پہن اوڑھ لو۔ آخری ٹھکانا تو تمہارا جہنم ہے۔ جیسے فرمان ہے۔ ہم انھیں معمولی سا آرام دیدیں گے۔ پھر سخت عذاب کی طرف بے بس کر دیں گے۔ دنیاوی نفع گو ہو لوٹیں گے تو ہماری ہی طرف اس وقت ہم انھیں ان کے کفر کی وجہ سے سخت عذاب کریں گے۔

قُلْ لِّعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُنْفِقُوْا مِمَّا

جو میرے خالص ایمان والے بندے ہیں ان سے کہہ دیجئے کہ وہ نماز کی پابندی رکھیں اور ہم نے جو کچھ ان کو دیا ہے اس میں سے

رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خِلٰلٌ ﴿۳۱﴾

پوشیدہ اور آشکارا خرچ کیا کریں ایسے دن کے آنے سے پہلے پہلے جس میں نہ خرید و فروخت ہو گی اور نہ دوستی ہو گی۔

ایک عجیب و غریب دن

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو اپنی اطاعت کا اور اپنے حق ماننے کا اور مخلوقِ خدا سے احسان و سلوک کرنے کا حکم دے رہا ہے۔ فرماتا ہے کہ نماز برابر پڑھتے رہیں۔ جو اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ کی عبادت ہے۔ اور زکوٰۃ ضرور دیتے رہیں۔ قرابت داروں کو بھی اور انجان لوگوں کو بھی۔ اقامت سے مراد وقت کی حد کی رکوع کی خشوع کی، سجدہ کی حفاظت کرنا ہے۔ خدا کی دی ہوئی روزی کو اس کی راہ میں پوشیدگی سے اور کھلے طور پر اس کی خوشنودی کے لئے اوروں کو بھی دیتے رہا کریں تاکہ اس دن خلاصی ملے۔ جس دن کوئی خرید و فروخت نہ ہو گی۔ نہ کوئی دوستی آشنائی ہو گی۔ کوئی خود کو فدیہ دے کر چھڑانا بھی چاہے تو بھی ناممکن ہے۔ جیسے فرمان ہے فَالْيَوْمَ لَا يُؤْخَذُ مِنْكُمْ فِدْيَةٌ وَّلَا مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا۔ یعنی آج تم سے اور کافروں سے کوئی فدیہ اور بدلہ نہ لیا جائے گا۔ وہاں کسی کی دوستی کی وجہ سے کوئی چھوٹے گا نہیں۔ بلکہ وہاں عدل و انصاف ہی ہو گا خلال مصدر ہے۔ امرؤ القیس کے شعر میں بھی یہ لفظ آیا ہے۔ دنیا میں لین دین محبت، دوستی کام آجاتی ہے۔ لیکن وہاں یہ چیز اگر اللہ کے لئے نہ ہو تو محض بے سود رہے گی۔ کوئی سوداگری کوئی میل وہاں کام نہ آئے گا۔ زمین بھر کر سونا فدیہ میں دینا چاہے لیکن رد ہے۔ کسی کی دوستی، کسی کی سفارش کافر کو کام نہ دے گی۔

فرمانِ خدا ہے وَاتَّقُوْا يَوْمًا لَّا تَجْزِيْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَيْئًا الخ اس دن کے عذاب سے بچنے کی کوشش کرو جس دن کوئی کسی کے کچھ کام نہ آئے گا نہ کسی سے فدیہ قبول کیا جائے گا نہ کسی کو شفاعت نفع دے گی نہ کوئی کسی کی مدد کر سکے گا فرمان ہے۔ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خُلَّةٌ وَّلَا شَفَاعَةٌ وَالْكٰفِرُوْنَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ○ ایماندارو! جو ہم نے تمہیں دے رکھا ہے تم اس میں سے ہماری راہ میں خرچ کرو۔ اس سے پہلے کہ وہ دن آئے جس میں

نہ بیوپار ہے نہ دوستی نہ شفاعت۔ کافر ہی دراصل ظالم ہیں۔

اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً

اللہ ایسا ہے جس نے آسمانوں کو اور زمین کو پیدا کیا اور آسمان سے پانی (یعنی مینھ) برسایا

فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ ۚ وَ سَخَّرَ لَكُمُ الْفُلْكَ لِتَجْرِیَ

پھر اس پانی سے پھلوں کی قسم سے تمہارے لئے رزق پیدا کیا اور تمہارے نفع کے واسطے کشتی (اور جہاز) کو مسخر بنایا کہ وہ خدا کے حکم

فِی الْبَحْرِ بِاَمْرِهٖ ۚ وَ سَخَّرَ لَكُمُ الْاَنْهٰرَ (۵) وَ سَخَّرَ لَكُمُ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ

(وقدرت) سے دریا میں چلے اور تمہارے نفع کے واسطے نہروں کو (اپنی قدرت کا) مسخر بنایا۔ اور تمہارے نفع کیواسطے سورج اور چاند کو (اپنی قدرت کا) مسخر بنایا

دَآىِٕبَیْنِ ۚ وَ سَخَّرَ لَكُمُ الَّیْلَ وَ النَّهَارَ (۶) وَ اٰتٰىكُمْ مِّنْ كُلِّ مَا سَاَلْتُمُوْهُ

جو ہمیشہ چلنے ہی میں رہتے ہیں اور تمہارے نفع کے واسطے رات اور دن کو (اپنی قدرت کا) مسخر بنایا اور جو چیز تم نے مانگی تم کو ہر چیز دی

وَ اِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ؕ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَظَلُوْمٌ كَفَّارٌ (۷) ع ۵ ۷ ۱۷

(اور اللہ تعالیٰ کی نعمتیں اگر (ان کو) شمار کرنے لگو تو شمار میں نہیں لا سکتے (مگر) سچ یہ ہے کہ آدمی بہت ہی بے انصاف اور بڑا ہی ناشکرا ہے۔

کیسی کیسی نشانیاں

اللہ کی طرح طرح کی بیشمار نعمتوں کو دیکھو۔ آسمان کو اس نے ایک محفوظ چھت بنا رکھا ہے زمین کو بہترین فرش بنا رکھا ہے۔ آسمان سے بارش برسا کر زمین سے مزے مزے کے پھل کھیتیاں باغات تیار کر دیتا ہے۔ اسی کے حکم سے کشتیاں پانی کے اوپر تیرتی پھرتی ہیں کہ تمھیں ایک کنارہ سے دوسرے کنارہ اور ایک ملک سے دوسرے ملک پہنچا ئیں۔ تم وہاں کا مال یہاں یہاں کا وہاں لے جاؤ لے آؤ، نفع حاصل کرو، تجربہ بڑھاؤ۔ نہریں بھی اسی نے تمہارے کام میں لگا رکھی ہیں تم ان کا پانی پیو پلاؤ۔ اس سے کھیتیاں کرو، نہاؤ دھوؤ۔ اور طرح طرح کے فائدے حاصل کرو۔ دائماً چلتے پھرتے اور کبھی نہ تھکنے والے سورج چاند بھی تمہارے فائدہ کے کاموں میں مشغول ہیں۔ مقررہ چال پر مقررہ جگہ پر گردش میں لگے ہوئے ہیں۔ نہ ان میں ٹکر ہو نہ ایک دوسرے سے آگے یا پیچھے ہوں[۱]۔ دن رات ان ہی کے آنے جانے سے پے در پے آتے جاتے رہتے ہیں۔ ستارے اسی کے حکم کے ماتحت ہیں۔ وہ رب العالمین بابرکت ہے۔ کبھی دنوں کو بڑا کر دیتا ہے۔ کبھی راتوں کو بڑھا دیتا ہے۔ ہر چیز اپنے کام میں سر جھکائے مشغول ہے۔ وہ خدا عزیز و غفار ہے۔ تمہاری ضرورت کی تمام چیزیں اس نے تمہارے لئے مہیا کر دی ہیں تم اپنے حال و قال سے جن جن چیزوں کے محتاج تھے اس نے سب کچھ تمھیں دے دی ہیں۔ مانگنے پر بھی وہ دیتا ہے۔ اور بے مانگے بھی اس کا ہاتھ نہیں رکتا۔ تم بھلا رب کی تمام نعمتوں کا شکریہ تو کیا ادا کرو گے۔ تم سے تو ان کی پوری گنتی بھی محال ہے۔ طلق بن حبیب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ خدا کا حق اس سے بہت بھاری ہے کہ بندے اسے ادا کر سکیں اور خدا کی نعمتیں اس سے بہت زیادہ ہیں کہ بندے ان کی گنتی کر سکیں۔ لوگو! صبح شام توبہ استغفار کرتے رہو۔ صحیح بخاری میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ خدایا تیرے ہی لئے سب حمد و ثنا سزاوار ہے۔ ہماری ثنائیں ناکافی ہیں۔ پوری اور بے پرواہ کرنے والی نہیں۔ خدایا تو معاف فرما۔ بزار میں آپ کا فرمان ہے کہ قیامت کے دن انسان کے تین دیوان نکلیں گے۔ ایک میں نیکیاں لکھی ہوئی ہوں گی۔ دوسرے میں گناہ ہوں گے۔ تیسرے میں خدا کی نعمتیں ہوں گی اللہ تعالیٰ اپنی نعمتوں میں سے سب سے چھوٹی نعمت سے فرمائے گا کہ اٹھ اور

[۱] مطلب یہ ہے کہ ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا کہ کوئی سیارہ اپنی طبعی اور متعین دائرہ حرکت چھوڑ کر بجائے آگے ہونے کے پیچھے۔ یا پیچھے ہونے کے بجائے آگے ہو جائے۔ نہیں ہرگز نہیں بلکہ وہ اپنے متعین دائرہ میں آگے ہو کر یا پیچھے ہو کر حرکت کرتا رہے گا ۱۲ انظر شاہ کشمیری۔

اپنا معاوضہ اس کے نیک اعمال سے لے لے۔ اس سے اس کے سارے ہی عمل ختم ہو جائیں گے۔ پھر بھی وہ یکسو ہو کر کہے گی کہ باری تعالیٰ میری پوری قیمت وصول نہیں ہوئی۔ خیال کیجئے ابھی گناہوں کا دیوان یوں ہی الگ تھلگ رکھا ہوا ہے۔ اور تمام نعمتوں کا دیوان بھی یوں ہی رکھا ہوا ہے۔ اگر بندہ پر خدا کا ارادہ رحم و کرم کا ہوا تو اب وہ اس کی نیکیاں بڑھا دے گا۔ اور اس کے گناہوں سے تجاوز کر لے گا۔ اور اس سے فرما دے گا کہ میں نے اپنی نعمتیں تجھے بغیر بدلے کے بخشدیں اس کی سند ضعیف ہے۔ منقول ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے خدائے تعالیٰ جل وعلا سے دریافت کیا کہ میں تیرا شکر کیسے ادا کروں؟ شکر کرنا خود بھی تو تیری ایک نعمت ہے۔ جواب ملا کہ داؤد اب تو شکر ادا کر چکا جبکہ تو نے پہچان لیا اور اس کا اقرار کر لیا کہ تو میری نعمتوں کی شکر کی ادائیگی سے قاصر ہے۔ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ اللہ ہی کے لئے تو حمد ہے۔ جس کی بیشمار نعمتوں میں سے ایک نعمت کا شکر بھی بغیر ایک نئی نعمت کے ہم ادا نہیں کر سکتے کہ اس نئی نعمت پر پھر ایک شکر واجب ہو جاتا ہے پھر اس نعمت کی شکرگذاری کی ادائیگی کی توفیق پر دوسری نعمت ملی جس کا شکریہ واجب ہوا۔ ایک شاعر نے یہی مضمون اپنے شعروں میں باندھا ہے کہ رونگٹے رونگٹے پر زبان ہو تو بھی تیری ایک نعمت کا شکر ہی پورا ادا نہیں ہو سکتا۔ تیرے احسانات اور انعامات بیشمار ہیں۔

وَإِذْ قَالَ إِبْرٰهِيمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا وَّاجْنُبْنِي وَبَنِيَّ

اور جب کہ ابراہیم (ع) نے کہا اے میرے رب اس شہر (مکہ) کو امن والا بنا دیجئے اور مجھ کو اور میرے خاص فرزندوں کو بتوں کی

أَنْ نَّعْبُدَ الْأَصْنَامَ ⑴ رَبِّ إِنَّهُنَّ أَضْلَلْنَ كَثِيرًا مِّنَ النَّاسِ

عبادت سے بچائے رکھئے اے میرے پروردگار ان بتوں نے بہتیرے آدمیوں کو گمراہ کر دیا

فَمَنْ تَبِعَنِي فَإِنَّهُ مِنِّي وَمَنْ عَصَانِي فَإِنَّكَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ⑵

پھر جو شخص میری راہ پر چلے گا وہ تو میرا ہے ہی اور جو شخص (اس بات میں) میرا کہنا نہ مانے سو آپ تو کثیر المغفرت (اور) کثیر الرحمت ہیں

خلیل اللہ کی ایک دعا مستجاب

اللہ تعالیٰ بیان فرماتا ہے کہ حرمت والا شہر مکہ ابتداءً توحید خدا پر ہی بنایا گیا تھا۔ اس کے اول بانی خلیل اللہ علیہ السلام خدا کے سوا اوروں کی عبادت کرنے والوں سے بری تھے۔ انہی نے اس شہر کے با امن ہونے کی دعا کی تھی جو خدائے تعالیٰ نے قبول فرمائی بسبب سے پہلا بابرکت اور باہدایت خانۂ خدا مکہ شریف کا ہی ہے۔ جس میں علاوہ اور بہت سی واضح نشانیوں کے مقام ابراہیم بھی ہے۔ اس شہر میں جو پہنچ گیا وہ امن وامان میں آ گیا اس شہر کو بنانے کے بعد خلیل خدا نے دعا کی کہ خدایا اس شہر کو پُر امن بنا۔ اسی لئے فرمایا کہ خدا کا شکر ہے جس نے مجھے بڑھاپے میں اسماعیل و اسحٰق جیسے بچے عطا فرمائے۔ حضرت اسماعیل حضرت اسحٰق سے تیرہ سال بڑے تھے۔ اس سے پہلے جبکہ آپ حضرت اسماعیل کو دودھ پیتا ان کی والدہ کے ساتھ لے کر یہاں آئے تھے۔ تب بھی آپ نے اس شہر کے با امن ہونے کی دعا کی تھی۔ لیکن اس وقت کے الفاظ یہ تھے رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا۔ یعنی اس دعا میں بلدًا پر لام نہیں ہے۔ اس لئے کہ یہ دعا شہر کی آبادی سے پہلے کی ہے۔ اور اب چونکہ شہر آباد ہو چکا تھا بلد کو معرف باللام لائے۔ سورۂ بقرہ میں ہم ان چیزوں کو وضاحت و تفصیل کے ساتھ ذکر کر آئے ہیں۔ پھر دوسری دعا میں اپنی اولاد کو بھی شریک کیا۔ انسان کو لازم ہے کہ اپنی دعا میں اپنے ماں باپ کو اور اولاد کو بھی شامل رکھے۔ پھر آپ نے بتوں کی گمراہی ان کا فتنہ اکثر لوگوں کا بہک جانا بیان کر کر ان سے اپنی بیزاری کا اظہار کیا۔ اور انہیں خدا کے حوالے کیا۔ کہ وہ چاہے بخشے چاہے سزا دے۔ جیسے روح اللہ علیہ السلام روز قیامت کہیں گے کہ اگر تو انہیں عذاب کرے تو یہ تیرے بندے ہیں۔ اور اگر بخشدے تو تو عزیز و حکیم ہے۔ یہ یاد رہے کہ اس میں صرف خدا کی مشیت اور اس کے ارادہ کی طرف لوٹانا ہے۔ نہ کہ اس کے واقع ہونے کو جائز سمجھنا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خلیل اللہ کا یہ قول اور حضرت روح اللہ کا قول إِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ تلاوت کر کے رو رو کر اپنی امت کو یاد کیا تو خدائے تعالیٰ نے حضرت جبرئیل کو حکم فرمایا کہ جا کر دریافت کرو کہ کیوں رو رہے ہو؟ آپ نے سبب بیان کیا۔ حکم ہوا کہ جاؤ اور کہدو کہ آپ کو ہم آپ کی امت کے بارے میں خوش کر دیں گے ناراض نہ کریں گے۔

رَبَّنَآ اِنِّیْٓ اَسْکَنْتُ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ بِوَادٍ غَیْرِ ذِیْ زَرْعٍ عِنْدَ

اے ہمارے رب میں اپنی اولاد کو آپ کے معظم گھر کے قریب ایک (کف دست) میدان میں جو

بَیْتِکَ الْمُحَرَّمِ ۙ رَبَّنَا لِیُقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ فَاجْعَلْ اَفْئِدَۃً مِّنَ

زراعت کے قابل نہیں آباد کرتا ہوں اے ہمارے رب تاکہ وہ لوگ نماز کا اہتمام رکھیں تو آپ کچھ لوگوں کی قلوب ان کی طرف

النَّاسِ تَھْوِیْٓ اِلَیْھِمْ وَارْزُقْھُمْ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّھُمْ یَشْکُرُوْنَ ﴿۳﴾

مائل کر دیجئے اور ان کو (محض اپنی قدرت سے) پھل کھانے کو دیجئے تاکہ یہ لوگ (ان نعمتوں کا) شکر کریں۔

وادی غیر ذی ذرع

یہ دوسری دعا ہے۔ پہلی دعا اس شہر کے آباد ہونے سے پہلے جب آپ حضرت اسماعیل کو مع ان کی والدہ صاحبہ کے یہاں چھوڑ کر گئے تھے، تب کی تھی۔ اور یہ دعا اس شہر کے آباد ہو جانے کے بعد کی اسی لئے یہاں بَیْتِکَ الْمُحَرَّمِ کا لفظ لائے۔ اور نماز کے قائم کرنے کا بھی ذکر فرمایا۔ ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ یہ متعلق ہے لفظ المحرم کے ساتھ۔ یعنی اسے باحرمت اس لئے بنایا ہے کہ یہاں والے باطمینان یہاں نمازیں ادا کر سکیں۔ یہ نکتہ بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ آپ نے فرمایا کچھ لوگوں کے دل اس کی طرف جھکا دے۔ اگر سب لوگوں کے دلوں کو ان کی طرف جھکانے کی دعا ہوتی تو فارس روم یہود و نصاری غرض تمام دنیا کے لوگ یہاں الٹ پڑتے۔ آپ نے صرف مسلمانوں کے لئے یہ دعا کی۔ اور دعا کرتے ہیں کہ انھیں پھل بھی عنایت فرما۔ یہ زمین زراعت کے قابل بھی نہیں۔ اور دعا ہو رہی ہے پھلوں کی روزی کی۔ اللہ تعالیٰ نے یہ دعا بھی قبول فرمائی جیسے ارشاد ہے اَوَلَمْ نُمَکِّنْ لَّھُمْ حَرَمًا اٰمِنًا یُّجْبٰٓی اِلَیْہِ ثَمَرٰتُ کُلِّ شَیْءٍ رِّزْقًا مِّنْ لَّدُنَّا۔ یعنی کیا ہم نے انھیں حرمت و امن والی ایسی جگہ عنایت نہیں فرمائی جہاں ہر چیز کے پھل ان کی طرف کھچے چلے آتے ہیں جو خاص ہمارے پاس کی روزی ہے۔ پس یہ خدا تعالیٰ کا خاص لطف و کرم عنایت و رحم ہے کہ شہر کی پیداوار کچھ بھی نہیں اور پھل ہر طرح کے وہاں موجود ہر طرف سے وہاں چلے آئیں۔ یہ ہے حضرت ابراہیم خلیل الرحمن صلوات اللہ و سلامہ علیہ کی دعا کی قبولیت۔

رَبَّنَآ اِنَّکَ تَعْلَمُ مَا نُخْفِیْ وَمَا نُعْلِنُ ؕ وَمَا یَخْفٰی عَلَی اللّٰہِ مِنْ شَیْءٍ فِی الْاَرْضِ

اے ہمارے رب آپ کو تو سب کچھ معلوم ہے جو ہم اپنے دل میں رکھیں اور جو ظاہر کر دیں اور اللہ تعالیٰ سے (تو) کوئی چیز بھی مخفی نہیں نہ زمین میں

وَلَا فِی السَّمَآءِ ﴿۴﴾ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ وَھَبَ لِیْ عَلَی الْکِبَرِ اِسْمٰعِیْلَ وَاِسْحٰقَ ؕ اِنَّ

اور نہ آسمان میں۔ تمام حمد (و ثنا) خدا کے لئے (سزاوار) ہے جس نے مجھ کو بڑھاپے میں اسمٰعیل اور اسحٰق (دو بیٹے) عطا فرمائے۔ حقیقت میں

رَبِّیْ لَسَمِیْعُ الدُّعَآءِ ﴿۵﴾ رَبِّ اجْعَلْنِیْ مُقِیْمَ الصَّلٰوۃِ وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ ۖ رَبَّنَا وَ

میرا رب دعا کا بڑا سننے والا ہے۔ اے میرے رب مجھ کو بھی نماز کا خاص اہتمام رکھنے والا رکھیے اور میری اولاد میں بھی بعضوں کو۔ اے ہمارے رب اور

تَقَبَّلْ دُعَآءِ ﴿۶﴾ رَبَّنَا اغْفِرْ لِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ یَوْمَ یَقُوْمُ الْحِسَابُ ﴿۷﴾ ع

میری (یہ) دعا قبول کیجئے (اور) اے ہمارے رب میری مغفرت کر دیجئے اور میرے ماں باپ کی بھی اور کل مومنین کی بھی حساب قائم ہونے کے دن۔

سنت تکمیل نعمت

خلیل خدا علیہ السلام اپنی مناجات میں فرماتے ہیں کہ خدایا تو میرے ارادوں اور میرے مقصودوں کو مجھ سے زیادہ جانتا [illegible] ظاہر [illegible] تمام [illegible] کہاں سے کہاں تک۔ سبحان اللہ

ہے۔ میری تمنا ہے کہ یہاں کے رہنے والے تیری رضا کے طالب اور فقط تیری طرف راغب رہیں۔ ظاہر و باطن تجھ پر روشن ہے۔ زمین و آسمان کی ہر چیز کا حال تجھ پر کھلا ہے۔ تیرا احسان ہے کہ اس پورے بڑھاپے میں تو نے میرے ہاں اولاد عطا فرمائی اور ایک پر ایک بچہ دیا۔ اسمٰعیل بھی اسحاق بھی۔ تو دعاؤں کا سننے والا اور قبول کرنے والا ہے۔ میں نے مانگا، تو نے دیا۔ پس تیرا شکر ہے خدایا مجھے نمازوں کا پابند بنا۔ اور میری اولاد میں بھی یہ سلسلہ قائم رکھ۔ میری تمام دعائیں قبول فرما۔ وَلِوَالِدَيَّ کی قرأت بعض نے وَلِوَالِدِی بھی کی ہے۔ یہ بھی یاد رہے کہ یہ دعا اس سے پہلے کی ہے کہ آپ کو خدا کی طرف سے معلوم ہو جائے کہ آپ کا والد خدا کی دشمنی پر ہی مرا جب یہ ظاہر ہو گیا تو آپ اپنے والد سے بیزار ہو گئے۔ پس یہاں آپ اپنے ماں باپ کی اور تمام مومنوں کی خطاؤں کی معافی خدا سے چاہتے ہیں کہ اعمال کے حساب اور بدلے کے دن قصور معاف ہوں۔

وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ ۬ؕ اِنَّمَا يُؤَخِّرُهُمْ

اور (اے مخاطب) جو کچھ یہ ظالم (کافر) لوگ کر رہے ہیں اس سے خدا تعالیٰ کو بے خبر مت سمجھ (کیونکہ) ان کو صرف اس روز تک

لِيَوْمٍ تَشْخَصُ فِيْهِ الْاَبْصَارُ ۙ۝ مُهْطِعِيْنَ مُقْنِعِيْ رُءُوْسِهِمْ

مہلت دے رکھی ہے جس میں ان لوگوں کی نگاہیں پھٹی رہ جاویں گی دوڑتے ہوں گے اپنے سر اوپر اٹھا رکھے ہوں گے

لَا يَرْتَدُّ اِلَيْهِمْ طَرْفُهُمْ ۚ وَاَفْـِٕدَتُهُمْ هَوَاۗءٌ ؕ

(اور) ان کی نظر ان کی طرف ہٹ کر نہ آوے گی اور ان کے دل بالکل بدحواس ہوں گے

پریشان دل کوئی یہ نہ سمجھے کہ برائی کرنے والوں کی برائی کا خدا کو علم ہی نہیں۔ اسی لئے یہ دنیا میں پھل پھول رہے ہیں۔ نہیں اللہ ایک ایک برے بھلے عمل سے بخوبی واقف ہے۔ یہ ڈھیل خود اس کی دی ہوئی ہے۔ کہ یا تو اس میں واپس ہو جائے یا پھر گناہوں میں بڑھ جائے یہاں تک کہ قیامت کا دن آجائے۔ جس دن کی ہولناکیاں آنکھیں پتھرا دیں گی۔ دیدے چڑھا دینگی سر اٹھائے پکارنے والے کی آواز کی طرف دوڑے چلے جائیں گے کہیں ادھر ادھر نہ ہوں گے۔ سب کے سب پورے اطاعت گذار بن جائیں گے۔ دوڑے بھاگے حضور کی حاضری کے لئے بیتابانہ آئیں گے آنکھیں نیچے کو نہ جھکیں گی۔ گھبراہٹ اور فکر کے مارے پلک سے پلک نہ ملیگی۔ دلوں کا یہ حال ہو گا کہ گویا اڑے جاتے ہیں۔ خالی پڑے ہیں ایسا خوف کسی اور کوئی چیز نہیں۔ وہ حلقوم تک پہنچے ہوئے ہیں اپنی جگہ سے ہٹے ہوئے ہیں دہشت سے تباہ ہوئے ہیں

وَاَنْذِرِ النَّاسَ يَوْمَ يَاْتِيْهِمُ الْعَذَابُ فَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا رَبَّنَا

اور آپ ان لوگوں کو اس دن سے ڈرائیے جس دن ان پر عذاب آپڑے گا پھر یہ ظالم لوگ کہیں گے کہ اے اللہ ہمارے رب

اَخِّرْنَآ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ۙ نُّجِبْ دَعْوَتَكَ وَنَتَّبِعِ الرُّسُلَ ۭ اَوَلَمْ

ایک مدت قلیل تک ہم کو (اور) مہلت دیجئے ہم آپ کا سب کہنا مان لیں گے اور پیغمبروں کا اتباع کریں گے کیا تم نے

تَكُوْنُوْٓا اَقْسَمْتُمْ مِّنْ قَبْلُ مَا لَكُمْ مِّنْ زَوَالٍ ۝۴۴ۙ وَّسَكَنْتُمْ فِيْ

اس کے قبل قسمیں نہ کھائی تھیں کہ تم کو کہیں جانا ہی نہیں ہے حالانکہ تم ان (پہلے) لوگوں کے

مَسٰكِنِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَتَبَيَّنَ لَكُمْ كَيْفَ فَعَلْنَا بِهِمْ

رہنے کی جگہوں میں رہتے تھے جنہوں نے اپنی ذات کا نقصان کیا تھا اور تم کو یہ بھی معلوم ہو گیا تھا کہ ہم نے ان کے ساتھ کیونکر معاملہ کیا تھا

ف لیعنی گنہگار اور مجرمانہ زندگی کو چھوڑ دے اس مہلت میں رحمت و شفقت کیساتھ یہ بھی مصلحت ہے کہ اگر پہلے ہی گناہ پر اسی کو پکڑ لیا تو شاید بہت سے لوگ بھی کہیں گے کہ خدا تعالیٰ نے بغیر کامل ثبوت کے نہیں پکڑا اور جب وہ گناہوں میں بے حد بڑھ جاتا ہے تو دنیا خدا تعالیٰ کے تحمل کی قائل ہو جاتی ہے۔ اور یاد رکھنا چاہئے کہ بعض اپنے نیک بندوں سے اگر کوئی گناہ سرزد ہو جاتا ہے تو اس کو پہلے ہی دنیا میں متنبہ کر دیا جاتا ہے یہ اس سے تعلق اور اس پر حلم الٰہی کی خاص علامت ہے ۱۲

وَضَرَبْنَا لَكُمُ الْاَمْثَالَ ﴿۴﴾ وَقَدْ مَكَرُوْا مَكْرَهُمْ وَعِنْدَ اللّٰهِ
اور ہم نے تم سے مثالیں بیان کیں اور ان لوگوں نے اپنی سی بہت ہی بڑی بڑی تدبیریں کیں تھیں

مَكْرُهُمْ ؕ وَاِنْ كَانَ مَكْرُهُمْ لِتَزُوْلَ مِنْهُ الْجِبَالُ ﴿۵﴾
اور ان کی تدبیریں اللہ کے سامنے تھیں اور واقعی ان کی تدبیریں ایسی نہیں تھیں کہ ان سے پہاڑ بھی ٹل جادیں۔

بیکار تمنائیں ظالم اور ناانصاف لوگ عذاب خدا دیکھ کر تمنائیں کرتے ہیں اور دعائیں مانگتے ہیں کہ ہمیں ذرا سی مہلت مل جائے کہ ہم حکم برداری کرلیں۔ اور پیغمبروں کی اطاعت بھی کرلیں۔ اور آیت میں ہے موت کو دیکھ کر کہتے ہیں رَبِّ ارْجِعُوْنِ خدایا اب واپس لوٹا دے الخ یہی مضمون آیت یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ الخ میں ہے یعنی اے مسلمانو تمہیں تمہارے مال اولاد یاد خدا سے غافل نہ کردیں ایسا کرنے والے لوگ قطعاً خسارے میں ہیں۔ ہمارا دیا ہوا ہماری راہ میں دیتے رہو۔ ایسا نہ ہو کہ موت کیوقت آرزو کرنے لگو کہ مجھے ذرا سی دیر کی مہلت مل جائے تو میں خیرات ہی کرلوں۔ اور نیک لوگوں میں مل جاؤں۔ یاد رکھو کہ اجل آنے کے بعد کسی کو مہلت نہیں ملتی۔ اور اللہ تمہارے اعمال سے باخبر ہے محشر میں بھی انکا یہی حال ہوگا۔ چنانچہ سورہ سجدہ کی آیت وَلَوْ تَرٰۤى اِذِ الْمُجْرِمُوْنَ الخ میں ہے کہ کاش کہ تم گنہگاروں کو دیکھتے کہ وہ اپنے پروردگار کے روبرو سر جھکائے کہہ رہے ہوں گے کہ اے ہمارے رب ہم نے دیکھ لیا اور سن لیا تو ہمیں دنیا میں ایک بار پھر بھیجدے کہ ہم یقین والے ہوکر نیک اعمال کرلیں یہی بیان آیت وَلَوْ تَرٰۤى اِذْ وُقِفُوْا عَلَى النَّارِ الخ اور آیت وَهُمْ یَصْطَرِخُوْنَ فِیْهَا الخ وغیرہ میں بھی ہے۔ یہاں انھیں جواب ملتا ہے کہ تم تو اس سے پہلے قسمیں کھا کھا کر کہتے تھے کہ تمہارے نعمتوں کو زوال ہی نہیں۔ قیامت کوئی چیز ہی نہیں مر کر اٹھنا ہی نہیں۔ اب اس کا مزا چکھو۔ یہ کہا کرتے تھے اور خوب مؤکد قسمیں کھا کھا کر دوسروں کو بھی یقین دلاتے تھے کہ مُردوں کو خدا دوبارہ زندہ نہ کریگا۔ پھر فرماتا ہے کہ تم خود دیکھ چکے سن چکے کہ تم سے پہلوں کے ساتھ ہم نے کیا کیا۔ انکی مثالیں ہم تم سے بیان بھی کرچکے کہ ہمارے عذاب نے کیسے انھیں غارت کردیا باوجود اس کے تم ان سے عبرت حاصل نہیں کرتے اور متنبہ نہیں ہوتے۔ یہ گو کتنے ہی چالاک ہوں۔ لیکن ظاہر ہے کہ خدا کے سامنے کسی کی چالاکی نہیں چلتی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے جس نے جھگڑا کیا تھا۔ اس نے دو بچے گدھ کے لے کر پالے جب وہ بڑے ہوگئے جوانی کو پہنچے طاقت قوت والے ہوگئے تو چھوٹی سی چوکی کے ایک پائے سے ایک کو باندھ دیا دوسرے سے دوسرے کو باندھ دیا۔ انھیں کھانے کو کچھ نہ دیا۔ خود اپنے ایک ساتھی سمیت اس چوکی پر بیٹھ گیا۔ اور ایک لکڑی کے سرے پر گوشت باندھ کر اسے اوپر کو اٹھایا۔ بھوکے گدھ وہ کھانے کے لئے اوپر کو اڑے اور اپنے زور سے چوکی کو بھی لے اڑے اب جبکہ یہ اتنی بلندی پر پہنچ گئے کہ ہر چیز انہیں مکھی کی طرح نظر آنے لگی۔ تو اس نے لکڑی جھکادی۔ اب گوشت نیچے دکھائی دینے لگا۔ اس لئے جانوروں نے پر سمیٹ کر گوشت لینے کے لئے نیچے اترنا شروع کیا۔ اور تخت بھی نیچے ہونے لگا یہاں تک کہ زمین تک پہنچ گیا۔ پس یہ ہیں وہ مکاریاں جن سے پہاڑوں کا زوال بھی ممکن ہو جاتے۔ عبداللہ کی قرأت میں کَادَ مَكْرُهُمْ ہے حضرت علیؓ حضرت ابی بن کعبؓ اور حضرت عمرؓ کی قرأت بھی یہی ہے۔ یہ قصہ نمرود کا ہے جو کنعان کا بادشاہ تھا۔ اس نے اس حیلے سے آسمان کا قبضہ لینا چاہا تھا اس کے بعد قبطیوں کے بادشاہ فرعون کو بھی یہی خبط سوار ہوا تھا۔ بڑا اونچا مینار تعمیر کرایا تھا لیکن دونوں کی ناتوانی ضعیفی اور عاجزی ظاہر ہوگئی۔ اور ذلت دخواری پستی و تنزل کے ساتھ حقیر و ذلیل ہوئے۔ کہتے ہیں کہ جب بخت نصر اس حیلے سے اپنے تخت کو بہت اونچا لے گیا یہاں تک کہ زمین اور زمین والے اس کی نظروں سے غائب ہوگئے تو اسے ایک قدرتی آواز آئی کہ اے سرکش ظالم کہاں کا ارادہ ہے؟ یہ ڈر گیا ذرا سی دیر بعد

مفسرؒ روایت حد درجہ ناقابل اعتبار اور ناقابل یقین ہے ۱۲ انور شاہ کشمیری

پھر اسے یہی غیبی ندا سنائی دی۔ اب تو اس کا پتہ پانی ہو گیا۔ اور جلدی سے نیزہ جھکا کر اترنا شروع کر دیا حضرت مجاہد کی قرأت میں لَتَزُوْلُ ہے بدلے میں لِتَزُوْلُ کے ابن عباس ان کو نافیہ مانتے ہیں یعنی ان کے مکر پہاڑوں کو زائل نہیں کر سکتے۔ حسن بصری بھی یہی کہتے ہیں۔ ابن جریر اس کی توجیہ یہ بیان فرماتے ہیں کہ ان کا شرک و کفر پہاڑوں وغیرہ کو ہٹا نہیں سکتا کوئی ضرر دے نہیں سکتا۔ صرف اس کا وبال ان ہی کی جانوں پر ہے۔ میں کہتا ہوں اسی کے مشابہ یہ فرمانِ خدا بھی ہے وَلَا تَمْشِ فِی الْاَرْضِ مَرَحًا اِنَّكَ لَنْ تَخْرِقَ الْاَرْضَ وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُوْلًا زمین پر اکڑ فوں سے نہ چل نہ تو تو زمین کو چیر سکتا ہے، نہ پہاڑوں کی بلندی کو پہنچ سکتا ہے۔ دوسرا قول ابن عباس کا یہ ہے کہ ان کا شرک پہاڑوں کو زائل کر دینے والا ہے۔ جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے تَكَادُ السَّمٰوٰتُ یَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ۔ اس سے تو آسمانوں کا پھٹ جانا ممکن ہے ضحاک و قتادہ کا بھی یہی قول ہے۔

فَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ مُخْلِفَ وَعْدِهٖ رُسُلَهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ

پس اللہ تعالیٰ کو اپنے رسولوں سے وعدہ خلافی کرنے والا نہ سمجھنا بے شک اللہ تعالیٰ بڑا زبردست (اور)

ذُو انْتِقَامٍ ﴿۴۷﴾ یَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَیْرَ الْاَرْضِ وَالسَّمٰوٰتُ

بدلہ لینے والا ہے جس روز دوسری زمین بدل دی جاوے گی اس زمین کے علاوہ اور آسمان بھی

وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ﴿۴۸﴾

اور سب کے سب ایک زبردست اللہ کے روبرو پیش ہوں گے

واحد قہار کی عدالت

اللہ تعالیٰ اپنے وعدہ کو مقرر اور موکد کر رہا ہے کہ دنیا و آخرت میں جو اس نے اپنے رسولوں کی مدد کا وعدہ کیا ہے وہ کبھی اس کا خلاف کرنیوالا نہیں۔ اس پر کوئی اور غالب نہیں وہ سب پر غالب ہے اس کے ارادہ سے مراد جدا نہیں اس کا چاہا ہو کر ہی رہتا ہے۔ وہ کافروں سے ان کے کفر کا بدلہ ضرور لے گا۔ قیامت کے دن ان پر حسرت و مایوسی طاری ہوگی اس دن زمین ہوگی لیکن اس کے سوا اور ہوگی اسی طرح آسمان بھی بدل دیئے جائیں گے۔ صحیحین میں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ ایسی سفید صاف زمین پر حشر کیا جائے گا جیسے میدے کی سفید ٹکیہ ہو جس پر کوئی نشان اور اونچ نیچ نہ ہوگی۔

مسند احمد میں ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں۔ سب سے پہلے میں نے ہی اس آیت کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا تھا کہ اس وقت لوگ کہاں ہوں گے؟ آپ نے فرمایا پل صراط پر۔ اور روایت میں ہے کہ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ تم نے وہ بات پوچھی کہ میری امت میں سے کسی اور نے یہ بات مجھ سے نہیں پوچھی تھی اور روایت میں ہے کہ یہی سوال ام المومنین رضی اللہ عنہا کا آیت وَالْاَرْضُ جَمِیْعًا قَبْضَتُهٗ الخ کے متعلق تھا اور آپ نے یہی جواب دیا۔ حضرت ثوبان کہتے ہیں۔ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھا کہ ایک یہودی عالم آیا اور اس نے آپکا نام لیکر سلام علیک کہا۔ میں نے اسے ایسے زور سے دھکا دیا کہ قریب تھا کہ گر پڑے۔ اس نے مجھ سے کہا تو نے مجھے کیوں دھکا دیا؟ میں نے کہا بے ادب یا رسول اللہ نہیں کہتا۔ اور آپکا نام لیتا ہے۔ اس نے کہا ہم تو جو نام ان کا ان کے گھر والوں نے رکھا ہے۔ اسی نام سے پکاریں گے۔ آپ نے فرمایا میرے خاندان نے میرا نام محمد ہی رکھا ہے۔ یہودی نے کہا سنئے میں آپ سے ایک بات دریافت کرنے آیا ہوں۔ آپ نے فرمایا پھر میرا جواب تجھے کوئی نفع بھی دے گا؟ اس نے کہا سن تو لوں گا آپ کے ہاتھ میں جو تنکا تھا اسے آپ نے زمین پر پھیراتے ہوئے فرمایا کہ اچھا دریافت کر لو۔ اس نے کہا جب زمین و آسمان بدلے جائیں گے اس وقت لوگ

۵ یعنی جب وہ کسی چیز کا ارادہ کر لیتا تو بس وہ ضرور ہی واقع ہو کر رہے گی اذا قضی امرا فانما یقول له کن فیکون ۱۲ (انظر شاہ کشمیری)

کہاں ہوں گے؟ فرمایا پلصراط کے پاس اندھیروں میں۔ اس نے کہا سب سے پہلے پلصراط سے پار کون لوگ ہوں گے؟ فرمایا مہاجرین فقراء اس نے پوچھا انھیں سب سے پہلے تحفہ کیا ملے گا؟ آپ نے فرمایا مچھلی کی کلیجی۔ اس نے پوچھا اس کے بعد انہیں کیا غذا ملے گی؟ فرمایا جنتی بیل ذبح کیا جائیگا جو جنت کی اطراف میں چرتا چگتا رہا تھا۔ اس نے پوچھا پھر پینے کو کیا ملے گا؟ آپ نے فرمایا جنتی نہر سلسبیل کا پانی یہودی نے کہا آپ کے سب جواب برحق ہیں۔ اچھا اب میں ایک بات اور پوچھتا ہوں جسے یا تو نبی جانتا ہے یا دنیا کے اور دو ایک آدمی آپ نے فرمایا کیا میرا جواب تجھے کچھ فائدہ دے گا؟ اس نے کہا سن تو لوں گا بچے کے بارہ میں آپ کیا فرماتے ہیں؟ آپ نے فرمایا۔ مرد کا مادۂ منویہ سفید رنگ کا ہوتا ہے اور عورت کا مادۂ منویہ زرد رنگ کا۔ جب یہ دونوں جمع ہوتے ہیں تو اگر مرد کا مادہ غالب آجائے تو بحکم خدا لڑکا ہوتا ہے۔ اور جب عورت کا پانی مرد کے پانی پر غالب آجائے تو خدا کے حکم سے لڑکی پیدا ہوتی ہے [ع]۔ یہودی نے کہا بیشک آپ سچے ہیں۔ اور یقیناً آپ خدا کے پیغمبر ہیں۔ پھر وہ واپس چلا گیا اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اس نے جب مجھ سے سوال کیا مجھے کوئی جواب معلوم نہ تھا۔ لیکن اسی وقت اللہ تعالے نے مجھے جواب سکھلا دیا (مسند احمد) ابن جریر طبری میں ہے کہ یہودی عالم کے پہلے سوال کے جواب میں آپ نے فرمایا۔ اس وقت مخلوق خدا کی مہمانی میں ہوگی۔ پس اس کے پاس کی چیز ان سے عاجز نہ ہوگی۔ عمر ابن میمون کہتے ہیں۔ اس زمین کو بدل دیا جائیگا اور نہ زمین سفید میدے کی ٹکیا جیسے ہوگی۔ جس میں نہ کوئی خون بہا ہوگا۔ جس پر نہ کوئی خطا ہوئی ہوگی۔ آنکھیں تیز ہوں گی، داعی کی آواز کانوں میں ہوگی۔ سب ننگے پاؤں ننگے بدن کھڑے ہوئے ہوں گے یہاں تک کہ پسینہ مثل لگام کے ہو جائیگا۔ حضرت ابن مسعودؓ سے بھی اسی طرح ہے۔ ایک مرفوع روایت میں ہے کہ سفید رنگ کی وہ زمین ہوگی جس پر نہ خون کا قطرہ گرا ہوگا نہ اس پر کسی گناہ کا عمل ہوا ہوگا اسے مرفوع کرنے والے ایک ہی راوی ہیں۔ یعنی جریر بن ایوب اور وہ قوی نہیں ابن جریر میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودیوں کے پاس اپنا آدمی بھیجا۔ پھر صحابہؓ سے پوچھا جانتے ہو میں نے آدمی کیوں بھیجا ہے؟ انھوں نے کہا اللہ ہی علم ہے اور اس کے رسول کو۔ آپ نے فرمایا آیت یَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ الخ کے بارے میں یاد رکھو وہ اس دن چاندی کی طرح سفید ہوگی جب وہ لوگ آئے آپ نے ان سے پوچھا انھوں نے کہا سفید ہوگی جیسے میدہ۔ اور بھی سلف سے منقول ہے کہ چاندی کی زمین ہوگی۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ آسمان سونے کا ہوگا اُبَی فرماتے ہیں۔ وہ باغات میں تبدیل ہو جائیگا۔ محمد بن قیس کہتے ہیں۔ روٹی بن جائے گی کہ مومن اپنے قدموں کے نیچے سے ہی کھالیں۔ سعید بن جبیرؒ بھی یہی فرماتے ہیں کہ زمین بدل کر روٹی بن جائے گی۔ عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں۔ قیامت کے دن ساری زمین آگ بن جائے گی اس کے پیچھے جنت ہوگی جس کی نعمتیں باہر سے ہی نظر آرہی ہونگی لوگ اپنے پسینوں میں ڈوبے ہوئے ہوں گے۔ ابھی حساب وکتاب شروع نہ ہوا ہوگا۔ انسان کا پسینہ پہلے تو قدموں میں ہی ہوگا۔ پھر بڑھکر ناک تک پہنچ جائے گا۔ یہ وجہ اس سختی اور گھبراہٹ اور خوفناک منظر کے جو اس کی نگاہوں کے سامنے ہے۔ کعبؓ کہتے ہیں آسمان باغات بن جائیں گے، سمندر آگ ہو جائیں گے، زمین بدل دی جائے گی ابوداؤد کی حدیث میں ہے۔ سمندر کا سفر صرف غازی یا حاجی یا عمرہ کرنے والے ہی کریں کیونکہ سمندر کے نیچے آگ ہے یا آگ کے نیچے سمندر ہے صور کی مشہور حدیث میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ زمین کو بسیط کر کے عکاظی چمڑے کی طرح کھینچے گا۔ اس میں کوئی اونچ نیچ نظر نہ آئے گی۔ پھر ایک ہی آواز کے ساتھ تمام مخلوق اسی نئی زمین پر پھیل پڑے گی پھر ارشاد ہے کہ تمام مخلوق اپنی قبروں سے نکل کر اللہ واحد و قہار کے سامنے پیش ہو جائے گی۔ وہ خدا جو اکیلا ہے اور جو ہر چیز پر غالب ہے سب کی گردنیں اس کے سامنے خم ہیں، اور سب اس کے تابع فرمان ہیں۔

ع سابق ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اگر مرد کا مادۂ منویہ طاقتور ہو اور عورت کا کمزور تو لڑکا پیدا ہوگا اور اگر مرد کا مادۂ منویہ کمزور ہو اور عورت کا طاقتور تو لڑکی پیدا ہوگی ۱۲ انظر شاہ کشمیری

وَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ يَوْمَئِذٍ مُّقَرَّنِيْنَ فِي الْاَصْفَادِ ۝ سَرَا

اور تو اس روز مجرموں (یعنی کافروں) کو زنجیروں میں جکڑے ہوئے دیکھے گا (اور)

بِيْلُهُمْ مِّنْ قَطِرَانٍ وَّتَغْشٰى وُجُوْهَهُمُ النَّارُ ۝ لِيَجْزِيَ اللّٰهُ

ان کے کرتے قطران کے ہوں گے اور آگ ان کے چہروں پر لپٹی ہوگی تاکہ اللہ تعالیٰ ہر مجرم شخص

كُلَّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ۝

کو اس کے کئے کی سزا دے یقیناً اللہ تعالیٰ بڑی جلد حساب لینے والا ہے۔

حساب وکتاب

زمین وآسمان بدلے ہوئے ہیں۔ مخلوق خدا سامنے کھڑی ہے اس دن اے نبی تم دیکھو گے کہ کفرو فساد کرنے والے گنہگار آپس میں جکڑے بندھے ہوئے ہوں گے۔ ہر ہر قسم کے گنہگار دوسروں سے ملے جلے ہوئے ہوں گے۔ جیسے فرمان ہے اُحْشُرُوا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا وَاَزْوَاجَهُمْ۔ ظالموں کو اور ان کے جوڑ کے لوگوں کو اکٹھا کر دو اور آیت میں ہے۔ وَاِذَا النُّفُوْسُ زُوِّجَتْ۔ جبکہ نفس کے جوڑے ملا دیئے جائیں اور جگہ ارشاد ہے وَاِذَآ اُلْقُوْا مِنْهَا مَكَانًا ضَيِّقًا مُّقَرَّنِيْنَ دَعَوْا هُنَالِكَ ثُبُوْرًا ۝ یعنی جب کہ جہنم کے تنگ مکان میں وہ اے جلائے ڈالے جائیں گے تو وہاں موت موت پکاریں گے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے جنات کی بابت بھی مُقَرَّنِيْنَ فِي الْاَصْفَادِ کا لفظ ہے اَصْفَادٌ کہتے ہیں قید کی زنجیروں کو عمرو بن کلثوم کے شعر میں مُصْفَدٌ بمعنے زنجیروں میں جکڑے ہوئے قیدی کے آیا ہے۔

جو کپڑے انھیں پہنائے جائیں گے وہ گندھک کے ہوں گے جو اونٹوں کو لگایا جاتا ہے۔ اسے آگ تیزی اور سرعت سے پکڑتی ہے یہ لفظ قَطِرَانٍ بھی ہے قِطْرٍ اٰنٍ بھی ہے۔ ابن عباس فرماتے ہیں۔ پگھلے ہوئے تانبے کو قطران کہتے ہیں اس سخت گرم آگ کی مانند تانبے کے ان جہنمیوں کے لباس ہوں گے۔ ان کے منہ بھی آگ میں ڈھکے ہوئے ہوں گے۔ چہروں تک آگ چڑھی ہوئی ہوگی سر سے شعلے بلند ہو رہے ہوں گے۔ منھ بگڑ گئے ہوں گے مسند احمد میں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم فرماتے ہیں۔ میری امت میں چار کام جاہلیت کے ہیں۔ جو ان سے نہ چھوٹیں گے۔ حسب پر فخر، نسب میں طعنہ زنی، ستاروں سے بارش طلبی، میت پر نوحہ سنو! نوحہ کرنے والی نے اگر اپنی موت سے پہلے توبہ نہ کرلی تو اسے قیامت کے دن گندھک کا کرتا اور کھجلی کا دوپٹہ پہنایا جائیگا۔ مسلم میں بھی یہ حدیث ہے۔ اور روایت میں ہے کہ وہ جنت و دوزخ کے درمیان کھڑی کی جائے گی۔ گندھک کا کرتا ہوگا۔ اور منھ پر آگ کھیل رہی ہوگی۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ہر ایک کو اس کے کاموں کا بدلہ دے گا۔ بروں کی برائیاں سامنے آجائیں گی۔ اللہ تعالیٰ بہت ہی جلد ساری مخلوق کے حساب سے فارغ ہو جائے گا۔ ممکن ہے یہ آیت بھی مثل آیت اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِيْ غَفْلَةٍ مُّعْرِضُوْنَ کے ہو یعنی لوگوں کے حساب کا وقت قریب آگیا۔ لیکن پھر بھی وہ غفلت کے ساتھ منھ پھیرے ہوئے ہی ہیں اور ممکن ہے کہ یہ بندہ کے حساب کے وقت کا بیان ہو۔ یعنی بہت جلد حساب ہو جائیگا کیونکہ وہ تمام باتوں کا جاننے والا ہے۔ اس پر ایک بات بھی پوشیدہ نہیں جیسے ایک ویسے ہی ساری مخلوق جیسے فرمان ہے مَا خَلْقُكُمْ وَلَا بَعْثُكُمْ اِلَّا كَنَفْسٍ وَّاحِدَةٍ تم سب کی پیدائش اور مرنے کے بعد کا زندہ کر دینا مجھ پر ایسا ہی ہے جیسے ایک کو مارنا اور جلانا۔ یہی معنی مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے ہیں کہ حساب کے احاطہ میں اللہ تعالیٰ بہت جلدی کرنے والا ہے۔ ہاں یہ بھی ہو سکتا ہے کہ دونوں معنی مراد ہوں۔ یعنی وقت حساب بھی قریب اور خدا کو حساب میں دیر بھی نہیں۔ ادھر شروع ہوا ادھر ختم ہوا۔ واللہ اعلم۔

هٰذَا بَلٰغٌ لِّلنَّاسِ وَلِيُنْذَرُوْا بِهٖ وَلِيَعْلَمُوْٓا اَنَّمَا هُوَ

یہ (قرآن) لوگوں کے لئے احکام پہنچاتا ہے اور تاکہ اس کے ذریعہ (عذاب سے) ڈرائے جاویں اور تاکہ اس بات کا یقین کرلیں کہ وہی

اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّلِيَذَّكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿۱۱﴾ ع ۱۹

ایک معبود برحق ہے اور تاکہ دانشمند لوگ نصیحت حاصل کریں

کامل نصیحت ارشاد ہے کہ یہ قرآن دنیا کی طرف سے خدا کا کھلا پیغام ہے جیسے اور آیت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی کہلوایا گیا ہے کہ لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَمَنْۢ بَلَغَ یعنی تاکہ میں اس قرآن سے تمہیں بھی ہوشیار کر دوں اور جسے یہ پہنچے۔ یعنی کل انسان اور تمام جنات جیسے اس سورت کے شروع میں فرمایا ہے کہ اس کتاب کو ہم نے ہی تیری طرف نازل فرمایا ہے کہ تو لوگوں کو اندھیروں سے نکال کر نور کی طرف لائے الخ اس قرآن کریم کی غرض یہ ہے کہ لوگ ہوشیار کر دیئے جائیں ڈرا دیئے جائیں اور اس کی دلیلیں، حجتیں، دیکھ سن کر پڑھ پڑھا کر تحقیق سے معلوم کرلیں کہ اللہ تعالےٰ اکیلا ہی ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔ اور عقلمند لوگ نصیحت و عبرت وعظ و پند حاصل کرلیں، سوچ سمجھ لیں۔

الحمد للہ سورۂ ابراہیم کی تفسیر ختم ہوئی

تفسیر سورۂ حجر مکیہ

سُوْرَةُ الْحِجْرِ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ تِسْعٌ وَّتِسْعُوْنَ اٰيَةً وَّسِتُّ رُكُوْعَاتٍ

کلماتہا ۶۶۳ حروفہا ۲۹۰۷

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں میں اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں

الٓرٰ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ وَقُرْاٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿۱﴾

الٓرٰ یہ آیتیں ہیں ایک کامل کتاب اور قرآن واضح کی

سورتوں کے اول میں جو حروف مقطعہ آئے ہیں ان کا بیان پہلے گذر چکا ہے۔ آیت میں قرآن کی آیتوں کے واضح اور ہر شخص کی سمجھ میں آنے کے قابل ہونے کا بیان فرمایا ہے۔

الحمد للہ تیرھویں پارے کی تفسیر ختم ہوئی

ممبران کیلئے خاص رعائتیں

(۱) ہر پروگرام کے لئے ایک روپیہ فیس ممبری لیجاتی ہے (۲) ممبران کو ہر ماہ متعلقہ پروگرام مشتہرہ قیمت پر قسط وار وی۔پی ہوتا ہے (۳) ممبران کے لئے ڈاک خرچ و پیکنگ ہمیشہ معاف رہتا ہے (۴) کسی بھی ایک پروگرام یا مختلف پروگراموں کی کم ازکم پانچ کاپیاں ایک ساتھ منگانے پر پچاس پیسے فی قسط کے حساب سے مشتہرہ قیمت میں کمی کر دی جاتی ہے اور ڈاک خرچ و پیکنگ بھی بدستور معاف رہتا ہے۔ (۵) ممبری نمبر کے حوالے سے کتابیں طلب کرنے پر کتابوں پر بھی ڈاک خرچ اور پیکنگ معاف کر دیا جاتا ہے۔

تفسیر ابن کثیر کامل سیٹ در ۳۳ قسط .. ۱۳۰/-
تفسیر ابن کثیر کامل مجلد در چار جلد .. ۱۴۰/-
تفسیر ابن کثیر فی قسط .. ۴/-
ممبران کو ہر ماہ دو قسطیں آٹھ روپے ۸/- کی وی۔پی ہوں گی
تفسیر بیان القرآن کامل عکسی .. ۱۴۰/-
تفسیر بیان القرآن کامل عکسی مجلد .. ۱۶۰/-
تفسیر بیان السبحان کامل در بیالیس ۴۲ جز ۱۶۵/-
تفسیر بیان السبحان مجلد در پانچ جلد ۱۸۰/-
ممبران کو ہر ماہ دو قسطیں آٹھ روپے کی وی۔پی ہونگی
تفسیر حقانی فی جز ۱ تا ۱۱ .. ۴/-
" " " ۱۲ تا ۱۵ ۳/۵۰
" " " ۱۶ تا ۱۸ .. ۴/-
" " " ۱۹ تا ۲۳ ۳/۵۰
" " " ۲۴ تا ۲۹ .. ۴/-
" " " ۳۰ تا ۳۱ ۳/۵۰
تفسیر حقانی فی جز ۳۲ تا ۳۶ ۴/-

ممبران کو ہر ماہ دو جز سات روپے ۷/- کی وی۔پی ہوں گے
تفہیم البخاری کامل سیٹ در تیس پارے .. ۲۰۰/-
تفہیم البخاری کامل مجلد در پانچ جلد - ۲۱۵/-
تفہیم البخاری فی پارہ .. ۷/-
ممبران کو ہر ماہ ایک پارہ سات روپے کی وی۔پی ہوگا
تفسیر ضیاء القرآن فی قسط .. ۵/-
ممبران کو ہر ماہ ایک قسط پانچ روپے کی وی۔پی ہوگا
درمختار اُردو معہ عربی فی جز ۴/-
ممبران کو ہر ماہ دو جز آٹھ روپے کی وی۔پی ہوں گے
فتاویٰ عالمگیری اُردو فی جز ۴/-
ممبران کو ہر ماہ دو جز آٹھ روپے کی وی۔پی ہوں گے
سیرت حلبیہ اُردو فی قسط ۴/-
ممبران کو ہر ماہ دو قسطیں آٹھ روپے کی وی۔پی ہونگے
مظاہر حق شرح مشکوٰۃ فی قسط ۴/-
ممبران کو ہر ماہ دو قسطیں آٹھ روپے ۸/- کی وی۔پی ہونگی

ملنے کا پتہ: مکتبہ فیض القرآن دیوبند ضلع سہارنپور (یو۔پی)

کشف الاسرار

(ترجمہ اُردو)

ترجمہ و شرح

دُرِّ مختار (اُردو)

مولانا مفتی محمد ظفیر الدین صاحب
مرتب فتاویٰ دار العلوم دیوبند

ادارہ فیض القرآن نے موجودہ دور کی اہم ضرورت کے پیش نظر فقہ حنفی کی نہایت مفید اور مستند ترین کتاب "دُرِّ مختار" عربی کا اُردو ترجمہ معہ شرح صاف اور سلیس اُردو میں شائع کیا ہے علمائے اُمت کی نگرانی میں مسلم پرسنل لا (یعنی مسلمانوں کے قانون کی معتبر ترین کتاب) کی طباعت یقیناً ایک بڑی خدمت ہے، رات دن پیش آنے والے مسائل کے لئے اس کتاب کا ہر مسلمان کے گھر میں ہونا ضروری ہے، بوقت ضرورت متعلقہ مسئلہ کا فتویٰ معلوم کرنے کے لئے الگ الگ باب اور عنوانات کی باقاعدہ فہرست شروع میں دی گئی ہے۔ ہدیہ فی جز پانچ روپے ۵/- اس ضخیم کتاب کو حاصل کرنے کے لئے ایک روپیہ ارسال فرما کر ممبر بن جائیں ممبران کو ہر ماہ ایک حصہ (جز) پانچ روپے ۵/- کی وی۔ پی سے اور پانچ جز ایک ساتھ منگانے پر بائیس روپے پچاس پیسے ۲۲/۵۰ کی وی پی سے روانہ کئے جائیں گے۔ ڈاک خرچ و پیکنگ ممبران کے لئے معاف کر دیا جاتا ہے۔

دین کی اس بنیادی کتاب کے لئے

ممبر بنیئے — ممبر بنایئے — اپنے دوستوں کو رغبت دلایئے

خط و کتابت اور ترسیل زر اس پتے پر

مکتبہ فیض القرآن دیوبند ضلع سہارنپور (یوپی)

THE UNIVERSITY LIBRARY
UGC-CL
Allahabad

Accession No. 377808 As+Pr
Call No. 215-21
20

808/4/9/77

Ram Nath
Book Binder
609, Katra, Allahabad